اسم اعظم
سالک الحکماء

عظم الم

از کاظم

نظامی پریس لکھنؤ

Note

It is satisfies that
it is a very good
and simple book for
the use of every man
and age.

M. Griffiths
Caulfield.
[illegible]

تعارف

اسمِ اعظم، بہترین نسلِ آدم، وصیِ مصطفےٰ علی مرتضیٰ کی زندگی کا زائچہ، یا خصائل اور فضائل کا نقش فی الحجر، ہر چند کہ مخالف زمانہ کی سفاکیاں، منافقتوں کا ہجوم، فرمانرواؤں کی دھینگا دھینگی، قصاص کا جوش، بنی امیہ کا تشدد، سلطنت کی طمع عباسیوں کا اندھیر، صدیوں تک ہزار ہا ہستیوں کو نیست و نابود کرتا رہا، حکومتوں کی سیاسی چالیں، بوترابیوں کو خاک میں ملاتی رہیں، علی کی عظمت و حقوق طوفان بہتان لگا کر عام دلوں سے نسیاً منسیا کرائے گئے، بدگوئی اور تبرا کا برسوں رواج رہا، وہ بستیاں اجاڑ دی گئیں جہاں نام لیوا بسے، موت کی چاشنی چکھائی گئی جو نام زبان پر لایا، سر قلم ہو گئے جس نے حسنِ کردار کو لکھا، سو برس تک تو بنی امیہ کے ہاتھوں بوترابیوں کی مٹی خراب رہی، پھر ۵۲۴ برس عباسیوں نے علی کی یادگاروں کو خاک میں ملایا، بھلا کسکی ہمت تھی جو موافقت میں کوئی حرف لکھتا، اور کیا طاقت تھی جو طرفداری میں قلم اٹھاتا مگر دامنِ اسلام پر علی کے وفادار خون کی گلکاریاں ایسی نمایاں تھیں، کہ پر آشوب زمانہ نے ہزاروں ہی شوب ڈالے، دھوئے دھوئے رنگ نکھرتا گیا، زمانہ کی گردش، حکومتوں کی روش نے صدہا برس نام و نشان کو گھس گھس کر مٹایا،

مگر جتنے ذوالفقارِ علی کے جوہر جتنے رگڑے گئے، اُتنے ہی چمکنے لگے، میں نے سطوت امویہ اور عباسیہ کے تابع فرمان مورخوں کے اقوال میں جہاں تک اُنکے افعال کا پتہ چلا یا! احوال کا سُراغ لگایا اُنکے منھ کی نکلی بات کو اپنی زبان اور مورخانہ ادا میں لکھ ڈالا، نتیجے فضائل کا فیصلہ ناظرین کے خصائل پر چھوڑا، جلتے زمانہ میں عقل کو دخیل دیکھا عقیدے کو سنبھالا، رائے کو روکا، خیال کو تھانبا، قیاس سے کام نہیں لیا، محض کتب مسلمہ سے اسمِ اعظم کا نقش بھر لیا ہے، وہ بھی ایسا معتبر جسکو عقلِ سلیم تسلیم کرلے، اور اتنا مختصر کہ دیکھے سے جی نہ اکتائے، مریدانِ شک کیلئے مورخین کے اقوال کا حاشیہ بھی جابجا چڑھا دیا ہے۔

خادم

کاظم

اختر منزل۔ لکھنؤ۔ سنہ ۱۹۳۰ء

نام و نسب

حضرت علی، نام کے علی، نسب کے ہاشمی ہیں، کنیت ابوالحسن
اور ابو تراب ہے، اِن کے امتیازی نام بےشمار ہیں، مظہر العجائب تو نادِ علی ہی میں
موجود ہے، کرّار کا خطاب آنحضرت کی زبانِ مبارک کا عطیہ ہے، جنابِ امیر
معروف و مشہور ہیں، جاننے والے ایلیا، مرتضیٰ، اسد اللہ، ید اللہ، شیرِ خدا کہتے ہیں
ماننے والے امیر المومنین، حیدر، ساقی کوثر جانتے ہیں، بعض صافی طینت شاہِ ولایت
کہتے ہیں، اہلِ یقین کو مولا مشکل کشا وردِ زبان ہے، اکثر محبت سے کرم اللہ وجہہ کے
ساتھ یاد کرتے ہیں، بہتیرے عقیدت سے خدا کا ولی نبی کا وصی بتاتے ہیں، طرفدار
خلیفہ بلافصل کہہ کر پکارتے ہیں، کثرت سے اول امام ہونے کے قائل ہیں، اسی طرح کے
صدہا امدادی اور توصیفی نام ہیں جو بے تکلف عقائد پرستوں کی زباں پر جاری ہیں
سب جانتے ہیں، اور واقعہ بھی ہے کہ عقیدتمندوں کو علی کا نام اُٹھتے بیٹھتے
برزبان ہے، ہنرمندوں کو نام سے کام بناتے پایا، ٹھوکر کھانے والوں کو

یا علی کہکر سنبھلتے دیکھا۔ دکھ درد والے نام کے سہارے کراہتے ہیں، غریب
مصیبت زدہ تو نام لیکر ہانک لگاتے ہیں، انکا نام حاجتمندوں کا معین ضعیفوں کا
سہارا، بچوں کا محافظ، جوان کا حامی، بوڑھوں کا مددگار، مصیبت کا شریک
بیمار کا ہمدم ہے، علی الٰہی تو اللہ جانے کیا سمجھتے ہیں کہ خدا کا ہم نام بتاتے ہیں،
اب واللہ اعلم یہ سب اسکے کرم کی عطا ہے، یا بندوں کے فہم کی خطا، ہمیں تو
یہاں علی کے نام سے کام ہے؛

حضرت علی کے والد، ابی طالب تھے، جو آنحضرت کے حقیقی چچا ہیں، علی
نبی کے ہم جد اور ہم نسب ہیں، اتنی خصوصیت زیادہ ہے کہ علی ماں کی طرف سے
بھی ہاشمی ہیں، انکی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہیں، وضع حمل
کی آسانی اور حصول برکت کو خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئیں، باہر
آنے نہ پائیں وہیں وضع حمل ہوا، ولادت کے وقت آنکھیں بند تھیں،
مادرِ گرامی پریشان ہوئیں، باپ کو تشویش ہوئی، گھر والے گھبرائے،
کنبہ والے دیکھنے آئے، بھائی بندوں نے باری باری گود میں لیا،
دیکھا بھالا، اپنی اپنی کوششیں، دوا دوش کرتے رہے، آنحضرت بھی
تشریف لائے، آغوش محبت میں اٹھایا، پیار کیا، چمکارا، موقع محل
کی بات، یا اتفاق کے اسباب، بچے نے آنکھیں کھول دیں، آنحضرت کو
یہ ادا دل سے بھائی، قوتِ بازو جان کر سینے سے لگایا، علی نام رکھا،

جاہت دن دونی، رات چوگنی ہوتی گئی، طبیعت کا رُجحان، دل کا لگاؤ،
روز بروز بڑھتا گیا، گودیوں میں کھلایا، پالا پوسا، آپ تعلیم تربیت کی
فنون جنگ بتائے، علوم مروجہ سکھائے، ہر قسم کی معلومات سے بے نیاز
کر دیا کہ کسی اور سے سیکھنے یا پوچھنے کی حاجت نہوئی، زندگی بھر ساتھ رکھا
عمر بھر کفیل حال رہے، عالم میں یہ خصوصیت انھیں کو ہے کہ خانۂ کعبہ انکا مولد
اور انکی ماں فاطمہ بنت اسد کا زچا خانہ ہے، یہ شرف بھی انھیں کیلئے خاص ہے
کہ یہ اور انکی بیوی فاطمہ زہرا اور انکے بچے حسنین آغوش رسالت کے
پالے ہیں۔

شمائل زیبا بچپنے میں اوسط اندام، شوخ چہرہ، رنگ گورا، رُخسار
پُرگوشت، خندہ رو، آنکھیں ابھری، سیاہ پتلی، تندرست اور توانا تھے،
اور بڑھے تو صناع قدرت نے قامت موزوں کو زیادہ طول نہیں دیا، مگر
پیشانی بلند، بشرہ ہوشمند، ابرو کشیدہ، کھڑا نقشہ، گردن قوی،
بدن سڈول، سینہ چوڑا، ہڈی چکلی، جوڑ بند مضبوط ہو گئے، سن تمیز کو
پہونچے تو ابھری آنکھیں حیا سے نیچی رکھتے، قوی گردن انکسار سے جھکی رہتی
بھرپور جوان ہوئے تو چہرہ دلکش اور نمکیں ہو گیا، تیوروں پر شجاعانہ ادا آ گئی
جو لفظوں میں ادا نہیں ہو سکتی، اچھا خاصہ سن آچکا تو ہجوم افکار، اور
آئے دن کی بغاوتوں کی یورش، میدان جنگ کی دھوپ سے رنگ

تا دکھاکر گندمی، مُصحفِ رُخ کتابی ہوگیا، مگر متفکر چہرہ پُر رعب، روئے روشن پر
تقدس، صورتِ زیبا پر متانت بڑھ گئی، اعضا اور قوی ہوگئے، جبین لمبی
لبیں ترشی، ڈاڑھی گھنی، مژگاں دراز، آنکھیں غلافی ہوگئیں، نظر
اُٹھاکر کسی سے بات کرتے تو مقابل کی نگاہ نیچی ہوجاتی۔ کثرتِ عبادت سے
پیشانی انور پر سجدوں کے نمایاں نشان تھے، وجاہت کی شوکت، دوستوں
میں محبت، دشمنوں پر ہیبت کا اثر ڈالتی، بے موقع بات پر فوراً تیور بدل جاتے،
غیظ کا عالم صولت نما اور ہیبت زا ہوتا۔

پوشاک پوشاک وضع قطع میں آنحضرت کا متبع تھا، سر پر [illegible] عربی ٹوپی
ٹوپی پر سیاہ یا سفید اور کبھی سبز عمامہ، گلے میں موٹی قمیص، یا عبا، یا پشمینہ کا
جُبّہ، اوپر سے ردا، پاؤں میں ڈھیلا پائجامہ یا ٹخنوں سے اونچی تہمد، پیروں میں
عرب کی تسمہ دار، یا لیف خرما کی بنی ہوئی جوتی، یا چرمی موزہ، بغل میں
ذوالفقار یا کوئی اور تلوار۔

صفائے باطن کی صورت ظاہر بھی ستھرا رہتا، لیکن لباس موٹا اور سفید
استعمال فرماتے، خفقان صحت اور تن ڈھانکنے کے سوا فاخر کا لباس کبھی نہیں پہنا،
مگر جو آنحضرت نے پہنا دیا، اُس میں عذر بھی نہیں کیا، اتنا تکلف ضرور تھا کہ کپڑے پھٹے پرانے
پیوند لگے جو کچھ ہوں مگر اُجلے ہوں، خوشبو سے بہت شوق تھا، سونگھتے تو باچھیں فرحت سے
کھل جاتیں اور زبان ذکر الٰہی میں کھل جاتی،

غذا

جو کے آٹے پر قناعت تھی، دنیا بھر کے پھلوں کا ست، شہد، طرح طرح کے نباتات کا قدرتی عرق، دودھ اور اپنے دیس کا خربوزہ زیادہ مرغوب تھا، کبھی سامنے رکھ دیا جاتا تو ذبیحے اور شکار کا گوشت بھی نوش فرما لیتے، دو طرح سے زیادہ کھانا تناول نہ کرتے، سیر ہو کر کبھی نہ کھاتے، کچھ اشتہا باقی رہتی کہ ہاتھ کھینچ لیتے، اور حمد خدا بجا لاتے، غذا اس وقت نوش فرماتے، جب اطمینان کر لیتے کہ معلومات اور دسترس کے حدود میں کوئی بھوکا تو نہیں ہے، اپنا کھانا اکثر بھوکوں کو کھلا دیتے:

خصائل میں آنحضرت کی عادات کا پرتو تھا، خوش اخلاق اور قوی المروت تھے اپنے آپ کو لئے دئے رہتے، بات کم کرتے، کرتے تو آہستہ اور نرم کرتے موقع اور محل کو ملحوظ خاطر رکھتے، مجالس شوریٰ میں بلند اور قوی آواز سے اظہار آرا فرماتے، کتنا ہی مجمع کیوں نہ ہو آواز جلسہ پر چھائی رہتی، طرز ادا مودبانہ، جملے ادیبانہ اقوال حکیمانہ، مقولے واعظانہ، معانی بلیغ، لفظیں فصیح، اشعار فی البدیہہ نصیحت آمیز، فقرے سنجیدہ لطافت خیز، ولولے میں جوش، بات میں اثر، اظہار مقاصد میں لطف ہوتا، ادائے مطلب پر قادر تھے، خطبات کو نہایت وضاحت اور فصاحت سے ارشاد فرماتے، معلومات کا سرمایہ عظیم تھا، الٰہیات میں فلسفہ کا مذاق تھا، انسانی واجبات، معاشرت کی اصلاح، خصائل کی شائستگی، عادات کی درستی، باہمی میل جول کے مستحسن طریقے سمجھانے، معاش میں

معاد کا خیال، تمدن پر دین کا پرتو رہتا، شگفتہ طبع تھے، بے تکلف صحبتوں اور
تفریح کے جلسوں میں بذلہ سنجی، اور لطافت کے ساتھ ظرافت کی عادت تھی،
برجستہ فقروں پر حاضرین صحبت پھڑک اٹھتے، باتوں میں منہ سے پھول جھڑتے
خوش ادا باتوں پر احباب کے دل لہلوٹ رہتے، یہ بھی ہوتا کہ کشیدہ دلوں کے
مزاج مزاح سے بدمزہ ہو جاتے، تفنن طبع کیلئے بیان میں مثل مقولے برمحل
ہوا کرتے، تھوڑے لفظوں میں زیادہ مطلب اور دور کی بات ہوتی، انکا مقولہ ہے
کہ "خیر الکلام ما قل و دل" مقولے کی خوبی ہے جو کم لفظوں میں ہو
مبالغہ اور تفاخر ناپسند تھا، مگر اظہار حقوق اور فتحیابیوں پر شکر کو فخر کے لہجہ
میں ضرور ادا فرماتے، جھوٹ سے زبان آشنا نہ تھی، حیلہ، بہانہ، مکر، فریب، دغا
دقیق بناوٹ سے نفرت تھی، ملکی حکمت، سیاسی پالیسی، دنیاوی چالوں سے
کراہت تھی، لڑائی میں جگائی کے سوا دھوکا ناپسند تھا، تمام عمر حق کے جویا
حقوق کے مدعی رہے، تقدیر ربانی کو حاوی، تدبیر انسانی کو ناکافی جانتے،
خیال کے دوربین، عقل کے نتیجہ رس تھے، ہر بات کا مآل کار سوچ لیتے، عافیت کو
عاقبت میں دیکھتے، نیک نتیجہ مد نظر رہتا، سیاست، تمدن، تدبر کو اس خوبی سے
برتا کہ دنیا کو دین سے زینت دی، حکومت کو سیاست اور سیاست کو شریعت
سے جدا نہیں کیا، تمدن کو دین سے سنوارا، نظام حکومت کو احکام شریعت کا
ماتحت رکھا، دنیا میں نام، دین میں استحکام کیا، حکومت کے زمانہ میں عمال کے

طرز عمل پر نظر رہتی، راست باز، دیانت دار، مطیع فرمانبردار کو عزیز و گرامی رکھتے
حکم عدولی، گستاخی، بے ادبی پر چشم نمائی، سہو اور بے ساختہ خطا پر درگذر فرماتے
احکام میں استحکام، ارادے میں استقلال تھا، عدالت میں سخت تھے، انصاف
کے معاملہ میں اپنا پرایا امیر غریب سب کو یکساں سمجھتے، اعتدال بہت پسند تھا،
کمی کو کمزوری، زیادتی کو نفس کی شہزوری جانتے، غصہ حفاظت خود اختیاری
تک حیا، بڑھا تو غضب ہے، اشتعال طبع سے غیض آجاتا تو تحمل کرتے، نفس کی
تحریک سے غصہ ہوتا تو ضبط فرماتے، جہد بالاسلام میں فرد، نفس کے دبانے
میں بڑے مرد تھے، ذاتی معاملہ میں لاپروا، خدا پر بھروسہ، رضا برضی
سختیوں پر صابر تھے، مگر تحفظ ایمان میں بڑے شجاع، اظہار وحدانیت میں
بہت دلیر تھے، ارادے میں مضبوط، جہاد میں مطمئن، مقابلہ میں نڈر تھے، انکا
مقولہ ہے، جو خدا سے ڈرا وہ کسی سے نہیں ڈر سکتا، موت کو خدا کا فرمان،
جان کی نگہبان، قدرتی محافظ جانتے، فرماتے، جب تک موت خود نہیں آتی
کسی مہلکہ کو پاس نہیں پھٹکنے دیتی۔ فنون جنگ کے بڑے ماہر تھے، ان کے
قوی اور کھنچے ہوئے ہاتھ کی پناہ نہ تھی، بھاری ضرب ہلکے گھاؤ کو فولادی خود
زرہ کا جال، جھلم کی کڑیاں، جوشن چار آئینہ بچا نہ سکتے، تیز دستیوں میں یدطولی
تھا، تلوار سے جہاد زیادہ پسند تھا، فرماتے تھے کہ تین چیزوں سے محبت رکھتا ہوں

اکرام الضیف	والصوم بالصیف	الضرب بالسیف
خاطر مہمان کی	روزہ گرمی کا	جہاد تلوار سے

شوکت میں دبدبہ ایمان کی شان، شان میں آن بان، بات میں رکھ رکھاؤ
تھا، حفظ مراتب کا بہت لحاظ رکھتے، مگر سلام میں ہر ایک سے سبقت فرماتے،
کسی سے طالب سلام نہوتے، چھوٹوں سے بھی سلام کے منتظر نہ رہتے، بچوں سے
ہنس کر بات کرتے، اہل حاجت سے بخندہ پیشانی پیش آتے، مہربان طبع
متواضع، منکسر مزاج تھے، فرماتے متکبر وہی ہوگا جس کو روز جزا کا یقین نہوگا،
مہمان کی بیحد بزرگ داشت فرماتے، اُنکا مقولہ ہے اکرموا الضیف
ولوکان کافراً مہمان کی خاطر تواضع کرو اگرچہ وہ کافر ہو. تحفہ تحائف
سے شاد ہوتے، فرماتے اس کا لین دین باہمی میل جول اور محبت کو چمکاتا
ہے. غریب کے تحفہ کو بخندہ پیشانی خصوصیت سے قبول فرماتے کہ اہتمام سے
فراہم ہوتا ہے، ساتھ والوں کو پرہیزگاری کی دعوت دیتے، سمجھنے والے کے
شعور کے لائق بات کہتے، دشمن سے بھی صلاح نیک کو دریغ نہ فرماتے.
مجبوروں پر ترس خدا کھاتے، اُنکا کام اپنے دست مبارک سے کر آتے،
بیواؤں کی اعانت یتیموں پر شفقت، بیمار کی عیادت فرماتے، غم رسیدہ کو
دلاسہ دیتے غریب سے سلوک ہوتے، فیاض طبع اور کثیر العطا تھے، اس سے مال دنیا سے
ہاتھ ہمیشہ خالی رہتا، اپنے مال پر غنی، دوسروں کے امین تھے، دل کے غنی،
بات کے دھنی تھے، جو کہتے وہ کر گزرتے، خمس غنائم سے حصہ رسدی جو ہاتھ لگتا
وہ بذل درویشان فرماتے، اہل ضرورت کی کار برآری میں اپنی ذات پر

تکلیف اٹھاتے اور دوسروں کی حاجت کو اپنی ضرورت پر ترجیح دیتے، ایفائے عہد کے بہت پابند تھے، ناکامی میں حرف شکایت زبان پر نہ لاتے، کسی سے ملنے جاتے تو دروازے کی آڑ میں کھڑے ہو کر السلام علیکم کہتے اور اندر آنے کی اجازت چاہتے۔ مجالس میں ممتاز مقام پر بیٹھنے کی خواہش نہ کرتے، طرز معاشرت میں بے تکلفی تھی، جہاں جگہ پاتے بیٹھ جاتے، پھیکا سیٹھا جو میسر آجاتا کھا لیتے، پھٹا پرانا مگر اجلا جو مل جاتا پہن لیتے، آرائش ناپسند تھی، آسائش کو تلاش نہ فرماتے، انکی زندگی کے نامۂ عمل میں کوئی بات خلاف دیکھنے یا سننے میں نہیں آئی، اس لیے ایک بڑی جماعت نے ان کو معصوم جانا ہے، اور علوم و شجاعت میں افضل الناس مانا ہے۔ بعض خصوصیات اسلامی میں افضل ترین مردم سمجھے جاتے ہیں، خانۂ کعبہ میں پیدا ہوئے، نسب میں ماں اور باپ کی طرف سے ہاشمی ہیں، رسول کے ہمراہ سب سے پہلے خدا کو سجدہ کیا، لشکر اسلام میں سب کے افسر رہے، کبھی کسی کے ماتحت نہیں کیے گئے، مدت العمر سفاکوں کے قاتل خونخواروں کے خونریز رہے، مگر کسی سے خود بہ ارادۂ طلب نہیں ہوئے، خوف و دہشت میں آنحضرت کے سینہ سپر رہے۔ آنحضرت نے دعوت اسلام کے وقت مکہ میں اپنا وزیر بنایا ہجرت رسول کے وقت جان کی قربانی سے انکے بستر پر لیٹے رہے۔ رسول نے تبلیغ آیات وحی کے لیے مختص کیا۔ غزوہ تبوک کے وقت مدینہ میں اپنا قائم مقام کیا، غدیر خم کے موقع پر علی

مرتے وقت وصی بنایا، چودہ سو برس ہونے کو آگئے، ابتک انکی بی بی فاطمہ
انکی سواری کا مرکب دلدل، انکے کمر کی تلوار ذوالفقار کا نام خاص و عام کو
ازبر ہے، یہ بات بھی نادرات ہے کہ انکی نسل میں بارہ پشتوں تک ایسے
باعظمت جانشین گذرے کہ امام کہلائے، اور انکے افعال و اقوال پر کوئی نکتہ چینی
نہیں کرسکا، بارگاہ عزت سے اولادوں کو امامت کا تاج، نسل کو سیادت کا
شرف ملا، نام نے شہرت، شہرت نے بقاے دوام کا خلعت پایا،

مذہب وخیالات

آپکا مذہب آنحضرت کا بتایا ہوا سیدھا سادا تھا، اعتقاد کے
قوی، راے کے زبردست تھے، خدا کو لاشریک اور قادر مطلق مانتے، ذاتی
خطا میں رحیم، ہر ایک معاملے میں عادل جانتے، حاضر (ہر جگہ موجود)
ناظر (نیکی و بدی پر نظر رکھنے والا) سمیع (ہر وقت سننے والا) بصیر (ہر جگہ دیکھتا ہے)
ہونیکے معتقد تھے، بدلے کا یقین تھا، روز جزا کے قائل تھے، محمد کو سیدھی
راہ کا سچا رہنما سمجھتے تھے، بشیر (نیکی کے صلوں کی بشارت دینے والے) و نذیر
(بدی کی زحمتوں سے ڈرانے والے) ہونیکے معتقد تھے، قبول اسلام میں سب پر
سبقت کی، اظہار توحید کے پہلے گواہ تھے، تصدیق رسالت کے صدیق اکبر
تھے، آیات وحی کو منجانب اللہ مانتے تھے، ظاہر اسلام، باطن ایمان تھا، فرماتے
تھے کہ خدا کی وحدانیت اور محمد کی رسالت کا زبان سے اقرار کرنا اسلام ہے
دل سے یقین رکھنا ایمان ہے۔

معلومات و تصنیفات — علم نحو آپ ہی کی جودت طبع کی ایجاد ہے، آپ دبیر رسالت بھی رہے ہیں، احکام وحی کو بہ تسلسل نزول جمع کیا، مجموعہ کو حضور رسالت میں ملاحظہ کرایا، تمام عمر وہی آپ کا دستور العمل رہا، آپ اچھے انشاپرداز، اور شیریں گفتار فلسفی شاعر تھے، آپ کے اقوال و لطائف سے کتابیں بھری پڑی ہیں آپ کے خطبے نہج البلاغہ میں جمع ہیں، اظہار حقیقت اور علوم عقل و حکمت اور معرفت الٰہی میں اکثر شعر فرمائے ہیں، نصائح علی اور رباعیات کا دیوان مشہور عام ہے، صدہا حکمت کے مقولے علماء کو برزبان ہیں، صاحبان علم و فن کے مرجع تھے، ابتک اہل کمال کو آپ کے اقوال سے استفادہ ہے، آپ کا کلام ہمارے سمجھنے کو بلیغ، سننے میں فصیح ہے، بلاغت کو ہر شخص اپنے فہم کی رسائی تک پہونچ سکتا ہے، مگر فصاحت کا لطف اہل زبان زیادہ اٹھاتے ہیں، کیونکہ عرب کے بے تکلف تشبیہیں اور واقعات گزشتہ کے استعارے، ریختہ زبان والے کیلئے اتنے غیر مانوس ہیں کہ لفظ بلفظ ترجمہ میں کلام کا وقار ظاہر نہیں ہوسکتا۔

یہاں صرف دو بلیغ رباعیوں کے ترجمہ پر اکتفا کرتا ہوں

آپ فرماتے ہیں

ہر کام پر ملائکہ مقرر ہیں — ہر قسم کی قوتوں نے پھیل کر نظام عالم قائم کر رکھا ہے

تمام ملائکہ اسکی تسبیح کرتے ہیں — سب قوتیں ایک ہوکر اظہار وحدانیت کرتی ہیں۔

نوعیتِ مخلوق سے خالق کا پتہ چلتا ہے

ضرورتوں کے لحاظ سے ہر شے کا وجود اُسکے موجود ہونے کی دلیل ہے
عظیم الشان اور وسیع کارخانہ قدرت اتفاقیہ سہی کششِ اجسام سے
عالم کا نظام، ستاروں کا قیام خود بخود سہی مگر سیاروں کی گردش
میں قاعدہ، روش میں ضابطہ، یہ ضرور کسی حکیم کا بنایا ہوا
طلسم ہے، خلا میں خود بخود گھومتے تو آئے دن فضا دُم
ہوا کرتا، ایک دوسرے سے ٹکراتے، لڑکر پاش پاش
ہوجاتے، قیامت برپا ہوا کرتی، ایک کے واسطے دوسرے
کا ہونا، یہ کسی استاد کی حکمت اور ضرورتوں کے لائق ہر ایک کے
اعضا میں مناسبت یہ کسی کاریگر کی ضرور صنعت ہے، آپ سے آپ بنتے
ہوتے تو کچھ نہ کچھ ضرور فرق آجاتا، کام نکالنے کے لئے اعضا میں
ایسی مناسبت ہرگز نہوتی، اس لئے غور و خوض کرنے والے کا
دل اندر سے خود بخود بول اُٹھتا ہے کہ یہ سب کسی دانشمند
صناع نے سمجھ بوجھ کر بنایا ہے۔

خود لاشریک ہے مگر سب کا شریک ہے

وہ پاک پاکیزہ، نہ کسی کا جنا، نہ زائیدہ، نہ کوئی اُس سے
پیدا، وہ قیاس میں نہیں آتا، عقل میں نہیں سماتا، سب سے الگ
شمار سے باہر، حد سے آگے، گنتی سے زیادہ، عجز بیانوں کی
بلاغت جادو نگاروں کی فصاحت علما کی دانست عقلا کا

ذہن رسا، شعرا کا مبالغہ اُس تک نہیں پہونچتا، خیال کی بلندی
اُسکی رفعت کو نہیں چھوتی، فکر کی گہرائی اُسکی تہ کو نہیں پاتی،
تصور کی وسعت میں نہیں سماتا، گمان کی کشمکش میں نہیں گھرتا
کسی صورت میں نہیں ڈھلتا، اندازے میں نہیں تُلتا، وہم کے
جنجال میں نہیں پھنستا، واہمے کا ادراک اُس کو نہیں پاتا، وہ لاشریک
لامکان ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں، وہ سب کا شریک ہے، اُس کا
کہیں مسکن نہیں ہے، اِلا اہل ایمان کے دل میں یقین کے ساتھ
اُسکی جگہ ہے،

تیرا مرض تجھی سے پیدا ہے تجھے سوجھ بوجھ نہیں ہے
تیرا علاج تجھی میں موجود ہے تجھے شعور نہیں ہے
} ان مصرعوں میں انسان کو قائم الفہم فرماتے ہیں

تو سمجھتا ہے کہ میں ایک حقیر انسان ہوں تو معلومات کی
وہ روشن کتاب ہے، جسکے الفاظ کے اُلٹ پھیر کر
واضح ہو گا کہ تجھ میں ایک عالم سمایا ہوا ہے۔
} ان مصرعوں میں انسان کو اشرف المخلوقات بتاتے ہیں

آزادی کے اختیارات احساس کی خوبوں، نطق کے عطیے انسان سب
پر ناطق ہے، کارکنان قدرت میں سب سے زیادہ نمائندہ، اور مخلوقات کا کارساز آفتاب
ہے، پہلے اسی سے مقابلہ کر دیکھو، آفتاب اپنی روش میں پابند ہے، مگر انسان اپنے
رویہ کا خود مختار کر دیا گیا ہے، قوت ہائے احساس سے خزائن قدرت جو ہر مقام پر

ہر شے میں محفوظ ہیں، تلاش کر سکتا ہے، اور قوتِ ناطقہ کی عطا سے ہزارہا برس گزشتہ کے ذخیروں اور سرگزشتوں پر دسترس حاصل کر لینا اسکی آنکھوں کی دیکھی بات ہے (معائنہ کتب قدیمہ) صدہا برس آئندہ تک اپنے معلومات کو پہونچا دینا اسکے ہاتھ کا کرتب (تصنیف تالیف خود) تمام کارکنانِ قدرت کے وقت پر کام نکال لینا اسکے بائیں ہاتھ کا کھیل

شرف مخلوقات میں سے کسی اور کو حاصل نہیں ہیں

اس لئے انسان کا اشرف المخلوقات ہونا مسلم ہوا، مگر باوجود ان اوصاف کے پہلے دو مصرعوں میں انسان کو پھر بھی قاصر الفہم فرماتے ہیں، بالکل سچ ہے، یہ نہوتا تو ہادیوں اور ہدایتوں کی پھر کیا ضرورت ہوتی۔

پیدائش سنہ ہجری سے ۲۲ سال پہلے ۱۳ رجب کو جمعہ کے دن حضرت علی خانۂ کعبہ میں پیدا ہوئے، سنہ عیسوی اس وقت ۵۹۹ تھا۔ پانچ برس تک ماں باپ میں پرورش پائی، اور آغوش رسالت میں کھیلتے رہے۔

تعلیم چھٹے سال جب تعلیم و تربیت کا زمانہ آگیا، تو آپ کی داشت و پرداخت آنحضرت نے اپنے ذمہ لیلی، ساتھ ساتھ رکھا، سکھایا، پڑھایا، عبادت کی عادت ڈالی، اطاعت کا مادہ ایسا خلقی تھا، آنحضرت کے فرمان ادب کے کانوں سے سنتے، صدق دل سے بجالاتے نشست و برخاست اور اخلاقی عادات جو آنحضرت میں دیکھتے وہی سیکھتے، فطرتاً مطیع، قدرتاً ہونہار تھے، فیضان صحبت نے ، اسال کے اندر علم و حکمت سے مستفیض اور ضروری معلومات سے مالامال کر دیا۔

قبول اسلام   سنہ ۶۱۰ء مین جب آپ کا سن ۱۱ سال کا تھا۔ آنحضرت نے اپنے
گھر والون پر نزول وحی اور فائز برسالت ہونے کا اظہار فرمایا۔ عورتون میں جناب خدیجہ
آنحضرت کی زوجہ یقین لائین مردون میں علی مرتضےٰ نے تصدیق کی۔ اس لئے مذہبی
مورخون نے آپ کو صدیق اول لکھا ہے۔ وحدانیت کے پہلے ہی سے مقر تھے۔
اب رسالت کی بھی تصدیق کی۔ لامحالہ سابق الایمان مان لینا پڑا قبول اسلام
مین انکی سبقت اور اولیت تمام مورخین کو تسلیم ہے۔

سنہ مسیحی کی ساتویں صدی کے شروع تک تمام عرب بت پرستی کا خوگر تھا
سارا حجاز یزداں پرستی کے ساتھ اصنام کی قوتوں کا معتقد تھا۔ بلکہ خدا کی خدائی میں
بتوں کی شرکت تھی۔ حرم محترم میں بڑے بڑے قوی ہیکل دخیل تھے۔ طرح طرح کی
قوت والے بتون کا خانہ کعبہ پر قبضہ تھا۔ لات وعزیٰ مسند آرائے حکومت تھے سب سے
بڑا ہیکل شجاعت کا مالک فتوحات کا دیوتا (ہبل) تمام بتوں کا سرتاج مانا جاتا تھا

خدمات   سنہ ۶۱۱ء مین جب حضرت علی ۱۳ برس کے ہوئے۔ ایک دن آنحضرت نے
فرمایا۔ اے علی مجھے وانذر عشیرتک الاقربین حکم ملا ہے، تم پہلے سامان تواضع
مہیا کرو۔ پھر اولاد عبدالمطلب کو بلا لاؤ۔ آپنے ارشاد کے مطابق سامان ضیافت
مہیا کیا، اور دادا کے ۳۹ یا ۴۱ بیٹوں اور پوتوں کو بلا لائے، خاطر تواضع
کے بعد آنحضرت نے خدا کو وحدہ لاشریک بتایا۔ اور انکو شرک سے ڈرایا، مہمانونے
دعوت تو کھالی مگر ہدایت ہنسی میں ٹالی، سب کے سب مذاق اڑاتے، ٹھٹھے لگانے

اپنے گھروں کو راہی ہوئے' اُنمیں بعض سمجھدار بھی تھے' ساتھ میں اُٹھ تو گئے
مگر بات کا اثر لیکر اُٹھے' اپنی جگہ سوچ سمجھے' معقول بات تھی' ذہن نشین
کی دوسرے روز پھر آنحضرتؐ نے حضرت علی کو اُن کے کھانے اور بلانے کا حکم
دیا۔ جب سب جمع ہوئے تو آنحضرتؐ نے طعام کے بعد اسلام کی دعوت دی' خدا
کی وحدانیت اور اپنی رسالت کا اظہار کیا' اکثر لوگوں نے تسلیم کر لیا (اشاعت
اسلام کی یہی ابتدا ہوئی) آپنے اس مجمع سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ تم مین
کون ایسا ہے جو اس کام میں میرا ہاتھ بٹائے' اور میرا قوت بازو بنے'
جب کسی کو آمادہ نہ پایا' تو حضرت علیؓ اُٹھے' عرض کی " میں سب میں
چھوٹا ہوں' مگر اس خدمت کے لئے حاضر ہوں " آنحضرتؐ نے علی کی پشت پر
دست شفقت رکھا اور فرمایا " یہ میرا بھائی! میرا وزیر! میرا خلیفہ ہے' اس کا
حکم سنو اور اطاعت کرو " بعض نے مضحکہ اُڑایا' حضرت علی کے والد ابو طالب
سے (جو آنحضرتؐ کی حمایت پر تھے) کہا " لو! سنو!! تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ
اپنے بیٹے کی فرماں برداری کرو " کچھ عرصہ تک قریش مخفی اسلام لاتے رہے
علانیہ سے آنحضرتؐ نے علانیہ اسلام کی دعوت دینا شروع کر دی' پہلے تو
کفار قریش چنداں مزاحم نہوئے' مگر جب ایمان لانے والوں نے وحدہٗ لا شریک کو
سب قوتوں والا خدا اور خانہ کعبہ کے تمام بتوں کو بے حس بتایا اس پر مشرکین
برہم ہوگئے' اور سنگدلی اور بے رحمی سے آزار پہونچانے لگے' ایک دن

متفق ہوکر عتبہ، شیبہ، ابوسفیان، ولید مغیرہ، عاص بن وائل وغیرہ حضرت ابوطالب کے پاس گئے، اور کہا کہ تم اپنے بھتیجے کو بتوں کی برائی سے روکو، یا اُنکی حمایت چھوڑدو ورنہ ہم سے تم سے ایسی جنگ ہوگی کہ بالآخر ایک فریق نیست ونابود ہوجائے گا، حضرت ابوطالب نے اُن کو باتوں میں ٹال دیا، لیکن اپنے طرزِ عمل میں ذرا فرق نہیں لائے، بدستور آنحضرت ہدایت اور ابوطالب حمایت کرتے رہے۔ اس وقت تک آں حضرت خانہ کعبہ مین نماز پڑھا کرتے تھے، اور طواف کعبہ بھی بجا لاتے تھے، مگر جب فتنہ وفساد کے شعلے مشتعل ہوگئے اور مشرکین کی ایذارسانیاں اس حد پر پہونچ گیئں کہ جو مسلمان موقع محل سے مل جاتا اُس کو بے دم کردیتے اور اپنے من مانے الفاظ کہلائے بغیر نہ چھوڑتے، آنحضرت نے یہ انتظام کیا کہ جو لوگ حمایتی کنبہ نہ رکھتے تھے، اُن کو حضرت جعفر بن ابوطالب اپنے چچا زاد بھائی کے ہمراہ حبشہ چلے جانے کی اجازت دیدی۔ مشرکین قریش متفق ہوکر دارالندوہ میں جمع ہوے، باہم عہد وپیمان ہوا کہ قبیلۂ ہاشمی سے شادی وبیاہ موقوف، لین دین بند تعلقات ایک قلم منقطع کرلیے جائیں، اس قرارداد کا اعلان لکھا گیا اکابر قوم نے دستخط کیے، خانہ کعبہ مین لٹکایا گیا، آنحضرت کو بھی گھر سے باہر قدم رکھنا دشوار ہوگیا، آپ بعض رفقا اور ہاشمیوں کو لے کر اپنے عم معظم ابی طالب کے ساتھ شعب جبل میں (جس کو شعب ابی طالب کہتے ہیں) محصور ہوگئے۔

ضرورتوں کے موقع پر ہاشمی راتوں کو آنکھ بچا کر نکلتے، اور دل والے لوگوں سے مل ملا کر
واپس جاتے، آنحضرت کا پیام سلام زیادہ تر حضرت علی لوگوں کو پہونچاتے
اور لوٹتے وقت کھانے پینے کا سامان مدینے سے پیٹھ پر لاد کر شعب ابو طالب
کو لیتے جاتے، سات برس اس مصیبت میں کاٹے، شعب سے نکلے تو نئی افتادوں
میں گھر گئے، حضرت ابو طالب کا انتقال ہو گیا، ۳ مہینہ بعد حضرت خدیجہ
بھی رحلت فرما گئیں، حمایت اور کفالت کی راہیں مسدود ہو گئیں، آنحضرت
مجبور ہو کر طائف کو تشریف لے گئے، قبیلہ ثقیف سے نصرت چاہی، وہ امید
کے خلاف بے مروتی سے پیش آئے، مایوس ہو کر پھر مکہ مراجعت فرما ہوئے،
حج کا زمانہ آچلا تھا، قبائل عرب حج کو آنے لگے، آنحضرت انسے ملنے نکلے
سرخیلان مدینہ اور باشندگان یثرب سے ملاقات ہوئی، آپ نے وحی کی
آیتیں انھیں سنائیں، ان لوگوں کو یقین آگیا، ایمان لے آئے، بیعت سے
مشرف ہوئے، واپس جاکر اپنے والوں کو حصول بیعت کا واقعہ سنایا
گلی گلی تذکرے، گھر گھر چرچے ہوئے۔ مدینہ بھر میں شہرت ہو گئی، اہل مدینہ
زیارت کے مشتاق، بیعت پر تیار، رفاقت کو حاضر، نصرت پر آمادہ ہوئے
مدینہ میں مہمانی کی دعوت دی، شرف خدمت کے منتظر ہوئے،

مکہ میں صیغہ اخوت اور ہجرت

آپ نے بنی ہاشم اور رفقاء کو جمع کیا، اتحاد کی
مصلحتوں سے باہم دو دو آدمیوں میں رشتہ برادرانہ قائم کیا، چنانچہ حضرت ا

اور عمرؓ میں بھائی چارہ کرادیا، حضرت حمزہ زید بن حارثہ کے دینی برادر بنائے گئے
حضرات عثمان و عبدالرحمن عوف، حضرت زبیر و ابن مسعود، حضرات عبیدہ بن
حارث و بلال حضرات مصعب بن عمیر و سعد بن ابی وقاص حضرات ابوعبیدہ و سالم
مولیٰ بن ابی حذیفہ، حضرات سعد بن زید و طلحہ بن عبداللہ بھائی بنائے گئے
اپنی اخوت کا شرف حضرت علی کو عطا فرمایا، اور سب کو ہجرت کی اجازت دی
وہ لوگ موقع محل سے مکہ چھوڑ مدینہ روانہ ہوگئے، سفر کے مہینے کی یہی وجہ تسمیہ
ہے اور سنہ ۶۲۲ء اسی سفر ہجرت کی یادگار ہے، مشرکین اپنی ایذا رسانیوں سے
خود اندیشہ ناک تھے، انتقام کا دھڑکا تھا، سوچے کہ محمد بھی اگر آج صحیح و سلامت
نکل گئے تو کل مدینے کے حمائتیوں کو لیکر مقابل ہونگے، صلاح کرلی کہ زندہ سلامت
جانے نہ پاویں، قتل کا انعامی اعلان دیا گیا، قوم کے قبیلوں سے سفاک
چنے گئے، قبیلہ ہاشمی سے ابولہب، قبیلہ ہشام سے ابی جہل، قبیلہ عدی سے
طلمہ، قبیلہ امیہ سے حکم بن عاص قبیلہ تیم سے نضر بن حارث منتخب ہوئے،
مکہ میں اس وقت صرف آنحضرت اور حضرات علی و ابوبکر رہ گئے، ماہ صفر
کے آخر میں سفاکوں نے رات گئے جمع ہوکر آنحضرت کا گھر گھیر لیا، آپ
پہلے ہی سے ان کے ارادوں کی خبر پا چکے تھے، حضرت علی کو ضروری باتیں
سمجھائیں، ایفا وصایا اور ادائے امانت کی ہدایت کی اپنے بستر پر لٹایا،
اپنی چادر اڑھائی، مکان کے دوسرے راستہ سے شب کے پردے میں نکل کر

مدینہ کو روانہ ہو گئے، راستہ سے حضرت ابو بکر بھی ساتھ ہو لئے، حضرت علی
کمال استقلال اور حیرت زا اطمینان اور تعجب خیز ایثار ہستی سے بستر نبوی
پر لیٹے رہے، صبح ہوتے ہوتے سفاک قریش حملہ کرکے گھر میں گھس آئے
اور قتل کے ارادے چادر گھسیٹی، امید کے خلاف آنحضرت کی جگہ علی کو پایا،
حیرت سے پوچھا کہ محمد کہاں گئے، حضرت علی اٹھ بیٹھے، تلوار سنبھال لی،
جواب دیا کہ مجھے سپرد کر گئے تھے، جو مجھ سے پوچھتے ہو، وہ لوگ ارادے
میں مایوس ہو کر منھ لٹکائے واپس گئے، آنحضرت غاروں میں چھپتے چھپاتے
اصل شہر سے ۱۱ منزل چل کر مدینہ کے حوالی، موضع موالی میں جسے قبا بھی کہتے
ہیں، پہونچ گئے، یہاں ۹ ربیع الاول ۱۳ نبوت کو مدینہ والوں نے بڑے
جوش مسرت سے آپکا خیر مقدم کیا (اسی کا نام ہجرت ہے) (خلافت دوم میں
حضرت علی کی رائے کے موافق اسی دن سے سنہ ہجری کی بنیاد ڈالی گئی)
آنحضرت نے قبا میں قیام فرمایا اور حضرت علی کا انتظار فرماتے رہے، آپ
بھی بعد تعمیل احکام مخدرات عصمت کو ساتھ لیکر عرب کا گرم و خشک موسم
پہاڑی راستے طے کرتے، تلووں میں چھالے، پنجوں میں زخم، پاؤں پر
ورم عجیب عالم سے قبا پہونچ گئے، انتظار و انتشار دفع ہوا تو وہاں کے باشندوں
کی خواہش پر مسجد قبا کی بنیاد ڈالی، احاطہ گھیرنے کے لئے آپ نے
حکم دیا کہ میرے ناقہ پر سوار ہو کر چکر لگایا جائے، چکر کے اندر کی کل جگہ

مسجد کے لئے گھیر لیا وے، اور صحابہ سوار ہوئے اونٹنی جگہ سے نہ ہلی، حضرت علی
کو حکم دیا، وہ سوار ہوئے اونٹنی کو مطلق العنان چھوڑا اُس نے چکر لگایا، گرد ناقہ
کے سوار بڑھ کر گھیر لی گئی، کچھ دن قبا میں ٹھہر کر آپ مدینہ کی آبادی میں تشریف
لے گئے اور ابو ایوب انصاری کے مکان پر قیام پذیر ہوئے۔

مدینہ میں عقد اخوت

اتفاق و اتحاد کی مصلحتوں سے مکہ اور مدینہ والوں میں
باہم عقد مواخات یعنی رشتہ برادرانہ قائم کیا، حضرت ابو بکر کو خارجہ بن زید کا
بھائی بنایا۔ حضرت عثمان کے اخی ہوئے ابو عبیدہ سعد بن عبادہ کے بھائی
بنائے گئے، ایک مکہ سے آنے والا دوسرا مدینہ کا رہنے والا، بھائی بھائی بنایا گیا
اپنا بھائی یہاں بھی علی کو بنایا، فرمایا یا علی انت اخی فی الدنیا والآخرة

مہاجر و انصار کی وجہ تسمیہ

جو لوگ مکہ سے ہجرت کر کے آئے تھے، وہ مہاجر کہلائے
جن لوگوں نے مدینہ میں نصرت پر بیعت کی وہ انصار ہوئے اور ان سب کو صحابہ کے
نام سے شرف دیا گیا۔

غزوہ ودان، بواط، بدر صغرا و ذوالعشیرہ

تھوڑے دنوں کے قیام سے آپ نے محسوس فرمایا کہ مدینہ
کے یہودی اور اطراف کے حاسد کچھ خیالات فاسد
رکھتے ہیں، حفظ ما تقدم یا ملکی انتظام کے سلسلہ میں تھوڑی فوج ساتھ لی، حضرت علی
کو علم دیا، پہلے ودان پھر بواط اور بدر صغرا، بعدہ ذوالعشیرہ تشریف لے گئے
اور وہاں کے باشندوں سے مصالحت کر لی، یہودان مدینہ سے بھی غیر جانب داری کا

معاہدہ ہوگیا، پہلا سال آپ کو یوہیں مختلف الخیال جرگوں کی ہمواری میں گزرا یہاں تک کہ ماہ ذی الحجہ ۱ھ ۶۲۲ء ختم ہوگیا اور محرم ۲ھ ۶۲۳ء میں لگا لگا، آپنے جائے قیام پر مسجد نبوی کی بنیاد رکھی، خاص خاص مہاجرین کے مکانات مسجد کے پہلو میں بنے، نماز کے لئے سب کی آمد و رفت کے دروازے مسجد کے صحن میں رکھے گئے، اسی سال سے ماہ رمضان کے روزے فرض ہوئے اور عاشورہ محرم کا روزہ ترک ہوا، پہلے نماز بیت المقدس کی جانب پڑھی جاتی تھی، اسی سال سے کعبہ کی جانب رُخ بدل گیا،

جنگ بدر مشرکین ایذا رسانی سے مسلمانوں کے ساتھ چھیڑ نکال چکے تھے، آنحضرت کے قتل کی سازش سے ابتدا ہو چکی تھی، مدینہ میں بھی پیام سلام کی چھیڑ چھاڑ اور جاسوسی کا سلسلہ جاری تھا، آپ مجبوراً تادیب پر آمادہ ہو گئے اتفاق سے تجار مکہ کے میر سامان، ابو سفیان، لدے پھندے اسباب تجارت لئے شام سے مکہ جا رہے تھے، آپنے مسلمانوں کو اُن کے روکنے اور ٹوکنے پر آمادہ کیا، ابو سفیان سُن گُن پا گئے، فوراً مکہ کے مال دھنیوں کو اطلاع دی وہ سارا مکہ سمیٹ بچانے کو دوڑ پڑے، کمک کے سہارے ابو سفیان تیز رفتاری سے نکل گئے، آنحضرت ۳۱۲ اصحاب سے بدر تک پہونچے یہاں خبر ملی کہ تجارتی قافلہ نکل گیا، حمایتی گروہ آ پہونچا۔

بدر

مکہ اور مدینہ کے وسط میں ایک ریت کا لق و دق میدان ہے، جسکی وسیع
آغوش میں نہ جھاڑی ہے نہ کوئی درخت۔ بالو کے اونچے نیچے چکنے ٹیلوں پر
آسمان کا سرپوش ڈھکا ہوا ہے، موسم کی تیز اور پریشان ہوا، جو بالو بکھرے
ہوئی چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں پورانی بگاڑ کر ہر سال نئی بناتے رہتے ہیں
مکہ سے شام جانے والوں کا گذر گاہ ہے۔ کسی نیک نصیب نے "بدر" نام
کا ایک مسافر نواز کنواں یہاں بنا رکھا ہے، جس کا پانی میٹھا، اور ٹھنڈا ہے
پانی کے نرت ہلکے قافلے، کوسوں کے تھکے ماندے ریگستانی مسافر یہاں
ٹھہر کر دم لیلیا کرتے ہیں، اور اس کنوئیں سے اپنے مرکبوں سمیت آسودہ
ہوجاتے ہیں۔

چاہ بدر پر حضرت علی بیٹھے تھے کہ عریض (غلام) مشرکین کا جاسوس سراغ
لگاتا آ گذرا ہوا، آپ نے پہچان کر گرفتار کر لیا۔ حضور رسالت میں پیش کر دیا!
ساتھی لگ کو ۹۵۰ - آدمیوں کا حمایتی انبوہ دوڑ پڑا۔ ۸ رمضان ۲ھ ۶۲۴ع کو
دونوں فوجیں لڑنے کے لئے مقابل ہوگئیں۔ مشرکین کی جانب سے شجاعت کے
سرمایۂ ناز "عتبہ" (معاویہ کے نانا) "شیبہ" (معاویہ کے چچا) "ولید" (معاویہ کے ماموں)
صف سے باہر نکلے اور مبارز طلب ہوئے، فوج اسلام سے انصار مقابل ہوئے۔

اُن لوگوں نے انصار کو واپس کیا کہ ہم اپنے ہم پایہ قریشیوں کو اپنا مقابل چاہتے ہین تم سے کیا واسطہ، آنحضرت نے فرمایا کہ مکہ نے اپنے کلیجے کے ٹکڑوں کو سامنے ڈالدیا ہے، اسلئے اپنے چچا حمزہ اور علی و عبیدہ اپنے بھائیوں کو دغا کی صدا دی مقابل ہوتے ہی زبان سے رجز، میانوں سے تلواریں نکل آئیں، علی نے ولید کو تہ تیغ کیا، شیبہ نے حضرت عبیدہ کا پیر کاٹ ڈالا، علی نے شیبہ کا سر اڑا دیا پھر علی اور حمزہ نے عتبہ کو مار لیا، ابوسفیان کے صاحبزادے، معاویہ کے بھائی حنظلہ دل میں نانا چچا ماموں کے خون کا انتقام، سر میں غرور شجاعت پاگری کے زعم، جوانی کے بل پر ٹلی کو ٹوک بیٹھے خودستائی میں زبان، مقابل میں تلوار چلنے لگی، حضرت علی نے ایسی قوت سے تلوار ماری کہ حنظلہ کا سر شق ہو گیا دونوں آنکھیں نکل پڑیں، عبداللہ ابن منذر ہاتھ کی صفائی دیکھ چکے تھے حرز جان کے لئے ابوجہل کی زرہ پہن کر مقابل ہوئے، حضرت علی نے فرمایا ابن منذر! تعجب ہے کہ ابھی ابھی، ولید، شیبہ، حنظلہ کی گت آنکھوں سے دیکھ چکا پھر بھی نبرد آزمائی کا گھمنڈ شجاعت کا غرہ ہے، کیوں شامت اعمال نے گھیرا ہے، انکو زرہ پر حفاظت کا بھروسہ، حرز جان کا اعتقاد تھا، بڑھ کر حربہ کر چکے آپنے وار خالی دیا، اور اس صفائی سے ہاتھ مارا کہ تلوار نے زرہ کی کڑیاں پسلیوں کی ہڈیاں کاٹ دیں، ابوجہل کی زرہ کام نہ آئی، ابن منذر کا خاتمہ ہو گیا، نوفل ابن خویلد جناب خدیجہ کے بھائی کی قضا سر پر کھیلی،

علی سے بھڑ پڑے، اپنی جان پر آفت ڈھائی، جماعت کی حمایت پر ابوجہل نے
جنگ مغلوبہ کر دی، شام تک تلوار چلا کی، ابوجہل مارے گئے، عبداللہ ابن مسعود
اُن کا سر کاٹ لائے، شیبہ، ولید، طلحہ، حنظلہ، عبیدہ بن سعد، نوفل بن خویلد
عمیر بن عثمان، عبداللہ ابن منذر، عاص بن منبہ، ابو العاص بن قیس، نضر
بن حارث، عقبہ بن ابی معیط، ۱۳ نامدار علی کے ہاتھ سے مارے گئے مکہ کا
ابو وہب سردار دون کا ہو کر بھاگ نکلا، فتح کا سہرا علی کے سر رہا، ۱۴ مسلمان کام
آئے، ستر مشرک قتل ہوئے، ستر گرفتار ہو آئے، اکثر اکابر مکہ اور آنحضرت کے
چچا عباس اور حضرت علی کے بھائی عقیل کو بھی مشرک زبردستی ساتھ لائے تھے
وہ بھی گرفتار کر لئے گئے، پہلے فدیہ دے کر جان چھڑائی، پھر اسلام قبول
کر لیا، بدر میں مکہ کے سربرآوردہ کام آگئے، ابو لہب باقی تھے، اُن کو بدر
کی شکست نے توڑ دیا، غم کھا کر ساتویں دن خود مر گئے، ابو لہب اور ابوجہل
کے مرنے سے سرداری کا منصب ابو سفیان نے پایا، لاوارث مقتولین کا سرمایہ
تجارت دبا بیٹھے، مال اسباب ہاتھ لگا، دھن دولت سے مالا مال ہو گئے،
قوم میں آؤ بھگت بھی بڑھ گئی،

غزوہ سوق بنی قینقاع — جس زمانہ میں آنحضرت بدر کی لڑائی میں مشغول تھے
سوق بنی قینقاع یہودیوں کے محلہ میں ایک مسلمان لڑکی دودھ بیچنے گئی، ایک
یہودی نے اس سے سفلانہ مذاق کیا، اس کا جامہ آگے سے اُٹھا دیا،

ایک مسلمان کھڑا دیکھتا تھا۔ جوش حمیت میں بھڑ پڑا، تھنتک پڑ گیا، تلوار چل گئی، مسلمان نے یہودی کو مار ڈالا، محلہ کے یہودیوں نے مسلمان کے ٹکڑے اڑا دئے آنحضرت جب بدر سے مظفر و منصور مدینہ میں واپس تشریف لائے، تو مسلمانوں نے قضیہ گوش گزار کیا یہودی خود پہلے سے کینہ پرور تھے، بدر کی فتح سے رشک و حسد بڑھ گیا، سوچے کہ مسلمان آہستہ آہستہ ترقی کر رہے ہیں کہیں بڑھتے بڑھتے برابر کے حریف نہ بن جائیں، عہد کو توڑ ڈالا، معاہدہ واپس بھیجدیا، آپ نے کہلا بھیجا کہ اب سیدھی طرح اسلام لاؤ، ورنہ مکہ والوں کی طرح تمہاری بھی خبر لی جائے گی، انھیں نے جواب دیا کہ تم اپنی قوم کو شکست دے کر اترا گئے ہو وہ لوگ فن جنگ سے ناآشنا تھے، ہم سے ہوتی، تو حقیقت کھلتی، اس جواب پر آنحضرت نے فوج کو تیاری کا حکم دیا، رایت اسلام علی کو عنایت ہوا، حوق بنی قینقاع کو جا گھیرا، وہ منھ زور دل کے ہیٹے تھے، گھروں میں چھپ بیٹھے، پندرہ روز تک محاصرہ رہا، عبد اللہ ابن ابی سلول اسلام کا منافق، یہودیوں کا حلیف تھا، فیما بین حکم بنا، آنحضرت نے مہلت مانگ کر یہودیوں سے قینقاع خالی کرا دیا وہ شہر بدر ہو کر خیبر کے زبردست یہودیوں سے جا ملے، اور قوم کو ابھار کر جنگ عظیم کی بنیاد ڈالی، اور یہیں سے آنحضرت کے لئے مذہبی اقتدار کے ساتھ وقار سلطانی کی ابتدا ہوئی،

غزوہ قرقرۃ الکدر مدینہ سے تین میل پر قرقرہ الکدر نامے ایک چشمہ ہے

بنی غطفان و بنی سلیم یہودیوں کے قبیلے یہاں آباد تھے، انھوں نے بنی قینقاع کے قصاص میں اہل اسلام پر شب خون مارنے کی تیاریاں کیں، آنحضرت کو خبر مل گئی، اصحاب کو تیاری کا حکم دیا، لشکر کا علم حضرت علی کو عطا ہوا. اور چشمہ کدر پر جا پہونچے، اُن لوگوں نے دباؤ کھا کر صلح کر لی، اور خیر جانب داری کا معاہدہ ہو گیا، کثرت سے اونٹ اور بکریاں صلح کے معاوضہ میں لیکر مدینہ واپس آئے۔

عقد فاطمہ زہراؑ

ہجرت سے آٹھ برس قبل اور نبوت سے ۴ برس بعد جمعہ کے دن ۲۰ جمادی الآخر کو جناب سیدہ فاطمہ زہرا پیدا ہوئی تھیں، جن کا سن مبارک اب دس برس کا ہو چکا تھا، غزوہ کدر سے واپس ہو کر آنحضرت نے انکی شادی کا ارادہ فرمایا. اکثر صحابہ نے استدعا کی. حضرت علی کو اسوقت چوبیسواں سال شروع تھا. آنحضرت کے میلان طبع سے حضرت عمر تاڑ گئے. حضرت علی سے کہا یا علی آپ زوج فاطمہ ہونے کے لئے زیادہ موزوں ہیں، حضرت علی نے فرمایا. مگر میرے پاس مہر و ولیمہ کے لئے مال دنیا سے سوا زرہ کے اور کوئی چیز نہیں ہے! آنحضرت نے یکم ذی الحجہ سنہ جمعہ کے دن خاص خاص مہاجر و انصار کو بلوایا، حضرت علی سے پوچھا کہ چاندی کے چارسو مثقال مہر پر تمہارے ساتھ فاطمہ کا عقد کر دوں، تم راضی ہو؟ آپ نے سر تسلیم خم کر دیا، آنحضرت نے پہلے خطبہ ارشاد فرمایا، پھر نکاح پڑھ دیا. اپنے مقابل

مسجد کے پہلو میں مکان رہنے کو دیا، سنہ ۳ھ ۱۵ ار رمضان کو حضرت امام حسن پیدا ہوئے، اسی سال صحن مسجد میں طہارت سے آنے کی قید لگائی گئی، اور تمام صحابہ کی آمد و رفت کے دروازے جو صحن مسجد میں تھے بند کرا دئے گئے، مگر اپنا اور حضرت علی کا دروازہ کھلا رکھا، اس خصوصیت اور استثنار کا آنحضرت سے لوگوں نے گلہ بھی کیا، آپ نے فرمایا ہم طاہرین ہیں۔

جنگ احد — اسی سنہ ۳ھ میں جنگ احد کا مشہور واقعہ پیش آیا، بدر میں شکست کھا کر مشرکین واپس گئے تو کہتے گئے تھے کہ سال آئندہ اس کا بدلہ لینگے، مکہ پہونچ کر خاندان عبد الدار نے ابو سفیان کو عنادیں مضبوط انتقام میں مستحکم، مال دنیا سے مطمئن پایا، سب نے ابو جہل کے بعد ان کو اپنا سردار بنایا، عکرمہ بن ابو جہل کو باپ کا بدلا لینا تھا، قصاص طلبوں کو ابھارا، اپنے ساتھ لیا۔ ابوسفیان کے پاس آئے۔ کہا اگر تم جنگ کے مصارف برداشت کرلو تو انتقام کا بندوبست ہم کر دیں۔ یہ قتل فرزند اور مرگ اعزا سے بھرے بیٹھے تھے۔ دل پر علی کی تلوار کے چرکے تھے قصاص پر آمادہ ہو گئے۔ جنگ کی تیاریاں کر دیں۔ ابو غرہ عرب کے مشہور شاعر کو مشرک قبیلوں کے پاس بلا بھیجا مکہ کے چاروں طرف نقیب دوڑائے، مدینہ کے جلاوطن یہودیوں سے مدد مانگی، قاصد بھیجکر بنی تہامہ اور بنی کنانہ سے امداد چاہی، انھیں نے سات سو زرہ پوش قاصد کے ساتھ کر دئے

بدر دی کمک پہونچ گئی تو اطراف مکہ کے قبیلوں کو سمیٹا، بدر کے ہزیمت خوردہ جمع ہوے، انتقام اندیشوں کو ساتھ لیا۔ ابو سفیان کی بی بی ہندہ جو عتبہ کی بیٹی، ولید کی بہن، معاویہ کی ماں تھیں، دل پر جوان بیٹے حنظلہ کا داغ تھا اپنے باپ عتبہ، اپنے بھائی ولید کی سوگوار تھیں اس جنگ میں نئی چال چلیں، سرداروں کی بیبیاں، بوڑھے افسروں کی جوان بیٹیاں، دوشیزہ خوش گلو لڑکیاں ہمراہ لیں، ۱۵ عماریاں بھر کر اپنے ساتھ ردیف لشکر بنائیں، ابو سفیان ۵ ہزار جوشیلے جوانوں سے شان و شوکت کے ساتھ مدینہ کی جانب روانہ ہوے۔ اور کوہ اُحد کے دامن میں پہونچکر محفوظ مقام پر پڑاؤ ڈالا۔

احد

مدینہ کے ۳ میل پر شمال و مغرب کی جانب ایک پہاڑ ہے اس کے غیر آباد دامن میں نہ کوئی چڑیا نظر آتی ہے نہ کوئی چوپایہ بالکل خشک اور بے گیاہ ہے۔ محض ٹیلے اور پرسلوں کا اٹالا ہے، خشک ہونے سے پرندہ پر نہیں مارتا بے گیاہ ہونے سے چرندے پیر نہیں رکھتے۔ دیکھنے سے دہشت خیال سے وحشت ہوتی ہے۔ کیونکہ نیچے سنسان پتھریلا قبرستان ہے اوپر گرد آلود نیلا آسمان ہے فضا میں ہو کا عالم ہے۔

ابو سفیان کی فوج نے کچھ حد کچھ رسد کی ضرورت کی مدینہ کے آس پاس کے باغات اجاڑے، زراعت پامال کی درخت کاٹے، بستیاں لوٹیں، کھیت و کھریاں مسمار کیے، حضرت عباسؓ آنحضرت کے چچا نے حضور رسالت میں اطلاع کی آپ ایک ہزار اصحاب کے ساتھ مقابلہ کو اٹھ کھڑے ہوئے آنحضرت اور عبداللہ ابن ابی کی رائے تھی کہ مدینہ میں ٹھہر کر ان کا حملہ رد کیا جائے، مگر جماعت صحابہ نے باہر نکل کر لڑنا پسند کیا مجبوراً آپ کو صحابہ کا ارادہ ماننا پڑا اس اختلاف پر عبداللہ ابن ابی روٹھ کر ۳۰۰ آدمیوں سے بیٹھ رہے آپ ۷۰۰ مجاہدین لے کر مدینہ سے نکلے مہاجرین کا علم حضرت علی کو عنایت کیا، انصار کے علمدار حباب ابن منذر اور سعد بن عبادہ ہوئے

ماہ شوال ۳ھ کی ۱۱ تاریخ کو احد کے جنوبی ڈھالو دامن میں فوج اسلام صف آرا ہوئی، کوہ احد میں لشکر کی پشت پر عینین نام کی ایک خطرناک گھاٹی تھی، گو نہایت تنگ راستہ تھا مگر اس کا لگاؤ دشمن کے پڑاؤ تک تھا، ادھر سے حملہ رد کرنے کے لئے آپ نے عبداللہ ابن جبیر کو پچاس قدر اندازوں سے اس گھاٹی کے سرے پر تعنات فرمایا اور تاکید کردی کہ خبردار کسی حال میں یہاں سے نہ ہٹنا، مکہ کی فوج نے احد کے جنوب میں میدان پکڑا، میمنہ پر خالد ابن ولید میسرہ پر عکرمہ بن ابوجہل درہ کوہ کی حفاظت پر عمرا ابن عاص تعنات ہوئے فوج کو ہلالی شکل میں جمایا

وسط میں آراستہ اونٹ پر ہبل کا بُت سجایا، پہلو میں ابو سفیان
جے پکارتے بڑے کرّوفر سے آگے بڑھے، کنیزوں نے سپہ سالار فوج کا ڈنکا
بجایا، فوجی باجوں نے نغمہ سرائی کی، افواجِ مکہ کے ہراول ابو عامر نے
اپنے ماتحت قدر اندازوں کو تیر برسانے کا حکم دیا، نقارہ زنی پر چوب
پڑی، ادھر ہندہ جگر خوارہ کی حسن فروش بیگن نے خوش ادائی سے دفوں
پر تھاپ ماری، بہ میٹھے باجوں کے راگ چھیڑ کر، سریلی آوازوں میں
گیت گائے، ہم جگمگاتے تارے، روشن تارے ہیں، ہماری زلفوں
میں مشک، گلے میں موتیوں کے ہار، چال کبک کی ادا، بانکپن کی
چال سے قطا (چکور) پرندے کی طرح مسندوں کو پاؤں سے روندتے
ہیں۔ اگر لڑائی میں آگے بڑھتے رہوگے تو ہم تم کو آؤ بھگت سے لائینگے
پیار سے گلے لگائینگے، ہاتھوں ہاتھ مسندیں بچھائینگے، پیٹھ
دکھاؤگے تو لعنت کے حوالے۔

جانبین سے تیروں کی بوچھار ہونے لگی، اولادِ عبد الدار کا سرغنہ
طلحہ ابن طلحہ مشرکین کی فوج کا سپہ سالار لشکر کا علمدار تھا، نخوت میں
اینٹھتا غرور سے اکڑتا، دلیری پر اتراتا، جوشِ شجاعت میں جھومتا
آگے بڑھا، اور علی کو مقابلہ کے لئے آواز دی، علی کو حضورِ رسالت سے
اجازت ملنے میں ذرا دیر لگی تو لاف زنی کرتا رہا، آپ رضا پاکر سامنے
آئے تو کہنے لگا "علی! تمہارا عقیدہ یہ ہے کہ جو مشرک کے ہاتھ سے

مارا جائے گا وہ بہشت مین جائے گا کیا اچھا ہوتا کہ میں تمھیں مار ڈالتا اور تم سیدھے بہشت میں پہونچ جاتے، دنیا کے مکروہات سے جان چھوٹتی زندگی کے صعوبات سے نجات پاتے، آپنے فرمایا، اگر خدا کرتا، تو ایسا ہی ہوتا، جواب نے زبان روک دی طلحہ نے تلوار کھینچ لی، وار چلنے لگے، حضرت علی نے طلحہ کا پیر قلم کر دیا، وہ گرا، اور برہنہ ہو گیا، ہاتھ جوڑ کر گھگھیانے لگا آپ منھ پھیر کر اپنے لشکر میں چلے آے، وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا،

اب علمداری کا منصب اُسکے بڑے بیٹے نظیر ابن طلحہ نے پایا، باپکے خون کا انتقام لینے کے لیے حضرت علی کو پکارا، آپنے آتے ہی نظیر کا سر اڑا دیا، تو عثمان ابن طلحہ نے فوج کا علم سنبھالا، وہ بھی حضرت علی سے مقابل ہو کر مارا گیا، پھر ابو سعید نشان لیکر آگے بڑھا اور نذر اجل ہوا بعدہ غدیر ابن عثمان بن طلحہ رایت لشکر لے کر سامنے آیا پنجۂ قضا میں پھنسا، اسکے بعد ارطاۃ ابن طلحہ کی شامت آئی، تیر قضا کا نشانہ بنا، پھر عبداللہ جبلہ بعدہ عبدالدار کا مشہور بہادر غلام (ثواب) یہ سب علم کفار لے لیکر بڑھتے گئے، تیغ علی سے کٹتے گئے، تھوڑے عرصہ میں تو علمدار مارے گئے، تمام خاندان عبدالدار جس نے ابو سفیان کو انتقام پر ابھارا تھا، اُنکا تیغ علی نے صفایا کر دیا، سرداروں کا ستھراؤ ہو گیا، تو رایت لشکر کو نا سزادار جان کر کسی نے پھر ہاتھ نہیں لگایا

خاندان عبدالدار کی ایک عورت علقمہ نے لواء لشکر کو اٹھا کر بلند کیا

سرداروں کے مارے جانے سے فوج کا نظام درہم برہم ہو چکا تھا، مگر لشکریوں کی کثرت تھی، ابو سفیان نے جنگ مغلوبہ کر دی، حضرت علی حمزہ اور ابو دجانہ وزبیر نے سپاہ مخالف میں گھس کر ایسے مردانہ حملے کئے کہ صفیں الٹ دیں، مشرکین کے پیر اکھڑ گئے، بے تحاشہ بھاگ نکلے لشکر اسلام کچھ تو بھاگتوں کے تعاقب میں چلا، بعض فتح کی شادمانی میں خوش فعلیاں کرنے لگے، زیادہ تر لوٹ پر ٹوٹ پڑے، گھاٹی کے خطاکار سمجھے کہ معرکہ ختم ہو گیا، گھاٹی کو چھوڑ مال غنیمت سمیٹنے لگے، جبیر ہر چند چلائے، بہتیرا غل مچایا، مگر غنیمت کے لالچ میں کون سماعت کرتا ہے، میمنہ پر خالد ابن ولید کی کمان تھی، ہزیمت خوردہ بھاگے تو خالد سد راہ ہوئے۔ ہندہ اور انکی ساتھ کی عورتوں نے گا بجا کر روکا، تیرادا کے بس جان دینے پر پھر کر آمادہ ہو گئے، اس طرح خالد بھاگی فوج کو سمیٹ کر عینین کی گھاٹی سے گھس آئے، گھاٹی قدر اندازوں سے خالی ہو چکی تھی، جبیر نے چند ہمراہیوں سے روکا، مگر سب شہید ہو گئے، خالد کا لشکر مسلمانوں کی منتشر جماعت پر ٹوٹ پڑا۔ یہ لوٹ کی طمع میں ہتھیار رکھکر بے ترتیب ہو بیٹھے تھے، خالد کے اچانک حملے سے بدحواس ہو کر بھاگ نکلے جس نے جدھر راہ پائی چل کھڑا ہوا۔ بہتیرے باختہ حواس بدھے شہر کو بھاگے، کچھ بوکھلا کر پہاڑ پر چڑھ گئے، اکثر غاروں میں جا چھپے

قاعدہ تھا کہ لڑائی کی ہل چل میں خاص خاص صحابہ اور بنی ہاشم آنحضرت کو حلقۂ حفاظت میں گھیرے رہتے تھے، وہ بھی یورش کے دھوم میں ادھر ادھر ہو گئے۔ حضرت علی بھی دشمن کا حملہ روکنے کو کچھ آگے بڑھ گئے تھے، آنحضرت ایک پہاڑی گھنڈ کے کنارے کھڑے تھے یلغار کے ریلے میں غار میں جا رہے عتبہ بن ابی وقاص نے بلندی پر چڑھ کر گوپھن سے پتھر برسائے، آپ کا شانہ زخمی ہو گیا کچھ دندان مبارک کام آگئے، مغفر کی کڑیاں ماتھے میں گھس گئیں، عتبہ کو لڑائی کی چال سوجھی تو غل مچا دیا کہ آپ شہید ہو گئے، یہ متوحش صدا سن کر حضرت علی نے پلٹ کر دیکھا۔ تو آپ کو جگہ پر نہ پایا، بیتاب ہو کر دوڑے، اور لڑ کر مر جانے کے ارادے تلوار کا نیام توڑ کر پھینک دیا، راہ کے درمیان ذکوان ابن القیس اسلامی پیدل مجاہد کو ابو الحکم بن الاخنس ثقفی سوار کے پنجۂ اختیار میں گرفتار دیکھا، بلند آواز سے ڈانٹا اور پہونچتے ہی ابو الحکم کا سر اڑا دیا، غار پر پہونچ کر آپ کو صحیح سلامت پایا ہاتھ لٹکا کر غار سے اوپر کھینچ لیا، آپ خون میں نہائے ہوئے تھے، دیکھا تو آپ کا شانہ زخمی ہے، اور دندان مبارک بھی شہید ہیں عتبہ کی فریبی صدا دونوں لشکروں میں گونج گئی، شدہ شدہ یہ غلط افواہ مدینہ تک پہونچی جناب فاطمہ زہرا سراسیمہ ہو کر دوڑی آئیں، آپ کو

زندہ سلامت پایا، شکر خدا بجا لائیں، زخم دھوئے، مرہم پٹی کی، مسلمانوں نے
آنحضرت کو موجود پایا، بھاگے بھٹکے سمٹنے لگے، تھوڑے عرصہ میں کثرت سے
جمع ہوگیا، ہندہ نے وحشی جبیر بن مطعم کے سفاک غلام کو انعام کے سہارے
حضرات علی و حمزہ کی گھات میں پہلے سے لگا رکھا تھا، جنگ کی گرم بازاری
میں حضرت حمزہ کو حضرت عمر کے ہمچا بارہ نے لڑائی میں الجھایا، وحشی نے
کمینگاہ سے چھپ کر نیزہ مارا، حضرت حمزہ شہید ہوگئے، ہندہ نے آپ کا
پیٹ چاک کیا، کلیجہ نکالا، دانتوں سے چبایا، ناک کان، عضو کاٹ کر
زیور کی جگہ پہنے، اور قیمتی مرصع زیور اُتار کر وحشی کو انعام میں دیدیا
مشرکین حملے کی غرض سے پہاڑ پر چڑھ آئے، حضرت علی اپنے ہمراہیوں
سمیت مقابل ہوئے اور ہٹا دیا، تین مرتبہ خالد کے لشکر نے پہاڑ پر چڑھنا
چاہا ہر مرتبہ حضرت علی نے پسپا کر دیا، ہر بار زخمی ہوتے رہے، مشرکین
کو ان حملوں کی ناکامی سے پھر مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی، آنحضرت کے زندہ
سلامت ہونے کا بھی دونوں لشکروں میں اعلان ہوگیا، بھاگے ہوئے
لوٹ گئے، بھاگے ہوئے پلٹ پڑے، مسلمان پھر سے جمع ہونے لگے،
ابوسفیان خیمہ ڈیرہ اُٹھا کر چلتے ہوئے، اور آئندہ سال کے لئے پھر جنگ
کا الٹیمیٹم دیتے گئے، آنحضرت کے ارشاد کے موافق حضرت علی مدینے کے
راستہ حمرۃ الاسد کے سہ راہے تک اُن کے تعاقب میں جا کر واپس آئے
وہ لوگ سیدھے مکہ چلے گئے، راستہ سے حضرت علی ابوعزہ شاعر کو

پکڑتے لائے اور مغیرہ بن شعبہ بھی گرفتار کر لئے گئے،

اہل سیر لکھتے ہیں کہ اس معرکہ میں نامور تلوار ذوالفقار آنحضرت نے حضرت علی کو عطا فرمادی، حضرت علی نے اس جنگ میں سولہ زخم کھائے تھے، گرتے تھے، اُٹھتے تھے، پھر لڑتے تھے، نادعلی کا نزول بھی اسی دن کی برکت بتاتے ہیں یہ بات تو بہت مشہور ہے کہ

لافتیٰ الا علی لاسیف الا ذوالفقار

غیبی مقولہ آج ہی کے روز سے ورد زبان ہے، ۷ مسلمان اس جنگ میں کام آئے، ۲۸ لاوارث مشرکوں کی لاشیں میدان قتال میں پائی گئیں، باقی لاشے مشرکین اٹھالے لیتے گئے یا خاک میں چھپا دئے

غزوہ بنی نضیر ربیع الاول سنہ ۴ ھ میں غزوہ بنی نضیر ہوا، بنی نضیر اور بنی عامر یہودیوں کے دو قبیلے آپس میں حلیف تھے بنی عامر آنحضرت سے بھی ہم عہد تھے، بنی نضیر کے ایک سردار عمر ابن امیۃ الضمری نے قبیلہ بنی عامر کے دو شخصوں کو بلا وجہ مار ڈالا، بنی عامر کی خاطر سے آپ کو بنی نضیر پر چڑھائی کرنا پڑی، یہودیوں نے شب خون کا ارادہ کیا، حضرت علی سراغ لگانے رات کو نکلے، یہودیوں کا سردار عروہ مع رفقاء شب خون کے ارادے فوج اسلام کی طرف چلا، عروہ موقع کی تلاش میں تنہا رفقاء سے آگے بڑھ آیا، اتفاق سے وہاں پہنچا جہاں حضرت علی تاک میں لگے تھے، آپ نے عروہ کو پہچانا۔ اور قتل الموذی قبل الایذا کہہ کر عروہ کو ٹوکا۔ وہ مقابل ہوگیا، آپ نے سر اڑا دیا، سر لے کر پڑاؤ کو پلٹے، عروہ کے رفقاء جس کی

اس تک پہونچے تو بے سر پایا، آپ کے تعاقب میں دوڑے، راہ میں گھیر لیا، ابو دجانہ انصاری، اور سہیل بن حنیف مع چند بہادران اسلام دوڑتے ہوئے اُدھر آ نکلے، اتفاق کی خوبی ایسے موقع سے پہونچے جب کہ عزوہ کے رفقاء حضرت علی کو گھیر رہے تھے، پھر تو رات بھر خوب تلوار چلی عزوہ کے رفقاء کچھ مارے گئے کچھ بھاگ گئے، حضرت علی نے عزوہ کا سر آنحضرت کے حضور میں حاضر کیا، اور سارا قصہ عرض کر دیا، صبح کو بنی نضیر نے خود آ کر صلح کر لی، مہلت مانگ کر خیبر چلے گئے، اور عظیم جنگ خیبر کے حامی بنے۔

غزوہ مریسیع اسی سال ۳ شعبان سنہ ۵ھ کو حسین ابن علی پیدا ہوئے اسی سال غزوہ مریسیع پیش آیا، مریسیع آب شیریں کا ایک چشمہ ہے جہاں یہودیوں کا قبیلہ بنی مصطلق آباد تھا، انھیں نے بنی خزاعہ سے سازش کر کے اسلام سے مخالفت باندھی، آنحضرت نے بریدہ کو جاسوس بنا کر دریافت حال کو بھیجا جب مخالفت کا یقین ہو گیا تو آپ نے مجاہدین کو تیاری کا حکم دیا، اور پہونچ کر چشمہ مریسیع پر خیمہ زن ہوئے، بنی خزاعہ تو فوج اسلام کو دیکھتے ہی علحدہ ہو گئے، بنی مصطلق نے مقابلہ کیا انکا علمدار قتادہ مارا گیا، بنی مصطلق میں مانا ہوا دلیر مالک حضرت علی سے مقابل ہوا، اپنی سزا کو پہونچا، اس کا بیٹا باپ کے قصاص کا دعویدار نکلا، وہ بھی اسی کے پاس جا لیٹا، بنی مصطلق نے منھ پھیر لیا،

بھاگتوں میں حارث ابن ضرار رئیس قبیلہ کی لڑکی برّہ کو حضرت علی گرفتار کر لائے، جو حرم رسالت میں داخل ہو کر جویرہ کے مقدس نام سے مشہور ہوئیں

جنگ خندق

۵ھ غزوہ احزاب یا جنگ خندق کی یادگار ہے: یہود اُحد کے شکست خوردہ انتقام کے جوش میں بیتاب ہو رہے تھے۔ اس مرتبہ ابوسفیان نے مدینہ کے جلے اُبھنے جلاوطن یہودیوں کو بھی ملا لیا، قبیلہ بنی نضیر و بنی غطفان و بنی سلیم و بنی کنانہ یہودیوں نے غیرجانب داری کا معاہدہ توڑ ڈالا، ابوسفیان کے ساتھ ہو لئے، اُحد کی بھاگی فوج ہمراہ لی، دس ہزار قصاص طلبوں کا لشکر رکاب میں لے کر مدینہ کا رُخ کیا، عرب کے رُستمِ دستاں عمر ابن عبدود کو سپہ سالار بنایا، فوج مخالف کی کثرت مگر آنحضرت نے پہلے ہی سے حفاظت کا بندوبست کر رکھا تھا، مدینہ میں نہ کوئی قلعہ تھا نہ شہر پناہ، سلمان فارسی کی صلاح سے سلع پہاڑی کے گرد خندق کھود کر جائے پناہ بنائی، محافظت حضرت عمر کے سپرد ہوئی فوج مخالف نے پہاڑی پر جانے کی راہ نہ پائی، خندق کا محاصرہ کر لیا ۳ ہفتہ تک خندق کے ادھر مسلمان اُدھر مشرکین خاموش پڑے رہے، عمرو ابن عبدود نے اسلامی فوج کی کمی، مگر رسد کا اطمینان پایا، اپنی طرف فوج کی زیادتی رسد میں کمی دیکھی، اندرونی مخالفت اور

اور محاصرے کے طول سے لشکر میں بددلی کے آثار پائے، بسبقت تمام جلدی
کی، اور خندق سے گھوڑا پھندا کر اندر آدھمکا، اپنے ہمراہ عکرمہ بن ابی جہل اور
عبداللہ مغیرہ، ضرار ابن خطاب، نوفل بن عبداللہ، ہبیرہ ابن ابی،
ناموران مکہ کو بھی لے آیا، خندق کے اسلامی پہرہ دار عمر ابن عبدود کو دیکھکر
بھاگے، اور حضور رسالت میں آکر خبر دی، اوس وقت مجلس رسالت میں
سرہنگان عرب اور نامواران اسلام کا مجمع تھا، عمر ابن عبدود کا نام سنتے ہی
سب دم بخود رہے، عمر ابن عبدود خیمہ رسالت کے قریب آکر للکارا، دیر تک
لاف زنی کی، سرداروں کا نام لے لے کر پکارا، مگر کسی نے دم مارا، حضرت
علی اوٹھے، ادب سے سر جھکایا، ہاتھ جوڑ کے مقابلہ کی اجازت مانگی، آنحضرت
نے فرمایا بیٹھو تم نہیں جانتے کہ یہ عمر ابن عبدود ہے، آپ سر جھکا کر بیٹھ گئے،
عمر ابن عبدود نے پکار کر کہا، خیمہ کے بیٹھنے والو کیا عورتوں کیطرح چھپے بیٹھے ہو
باہر نکلو، میدان پکڑو، میرے سامنے آؤ، مگر مجمع صحابہ میں سانس تھی نہ
ڈکار، شرمناک خاموشی اور خوفناک سناٹا تھا، حضرت علی نے دوبارہ اجازت
چاہی، آپنے اعتنا نہ کی، بلکہ اوروں سے مخاطب ہو کر ارشاد کیا کہ، ہے
کوئی جو اس دشمن کو دفع کر سکے، اصحاب کے سکوت نے طول کھینچا، تیسری بار
حضرت علی نے اوٹھکر عرض کی، میں حاضر ہوں، آپنے پھر ٹال دیا، اور
دیگر اصحاب سے فرمایا کہ آج جمیع کفر جمیع اسلام کا مقابلہ ہے، کون مرد میدان ہے

جو مقابل ہو، حضرت عمر نے عرض کی کس کی شامت ہے جو اس دیو پیکر، بلاے بد، عفریت نکّے سے دست بقبضہ ہو، قوت و شجاعت میں اس کا شمار ایک ہزار قزاق کے برابر ہے، ابھی تھوڑے دنوں کی بات ہے شام کے سفر میں میرا اسکا ساتھ تھا یلیل کے مقام پر قافلہ ٹھیرا، ایک ہزار قزاقوں نے آکر قافلہ لوٹ لیا، مال و متاع قافلے والوں کا سمیٹ کر چلنے لگے، یہ بہادر سورما سو رہا تھا، میر قافلہ نے جگایا، آنکھیں ملتا اوٹھا، تلوار اُٹھائی، ڈھال ڈھونڈھی نہ ملی، بچاؤ کیلیے ایک اونٹ کا بچہ ہاتھ میں دبالیا، گھاٹی کے سرے پر راستہ روک کر کھڑا ہو گیا، جو قزاق زد پر آیا مار گرایا، وہ سب غارتگر مارے گئے، تمام لوٹیرے عاجز آے، لوٹ کا سب مال رکھدیا، عاجزی سے جان کی امان مانگی، سب کے کان دبائے خالی ہاتھ چلے گئے، یہ واقعہ سنکر اور بھی بچے سے حواس جاتے رہے، دل دھڑکنے لگے، حضرت علی کو عمر ابن عبدود کی یاوہ گوئی سخت ناگوار تھی، چوتھی مرتبہ آبدیدہ ہو کر دست بستہ عرض کی، میں خوب جانتا ہوں یہ عمر ابن عبدود ہے، مگر مجھے دغا کی رضا عطا ہو، آنحضرت نے نہایت رسانیت سے سمجھانے کے لہجہ میں ارشاد فرمایا کہ اے علی یہ عمر ابن عبدود ہے، آپ نے عرض کی میں علی ابن ابی طالب ہوں، آنحضرت جوش الفت سے آنسو بھر لاے، سوچ میں سر جھکالیا، عمر ابن عبدود اور اُسکے ہمراہیوں نے پھر حملہ کیا، اور بڑھکر خیمہ کی قنات میں نیزہ بھونکا، آپ نے حضرت علی کو

پاس بلایا، اپنا عمامہ اُنکے سر پر رکھا، اپنی زرہ پہنائی، اپنا پٹکہ اُن کی کمر سے باندھا، نامور ذوالفقار حمائل کی، ہاتھ اُٹھا کر درگاہ عزت میں عرض کی، بار الہٰا، بدر میں عبیدہ، اُحد میں حمزہ کام آگئے، اب ایک علیؑ باقی ہے، تو اسلام کا حامی ہے

دعا کے بعد گلے لگایا، فی حفظ اللہ کہکر رخصت کیا، پھر اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا، بدر و اُحد میں سرہنگان مکہ ختم ہو چکے، اب مشرکین کا دار و مدار عمرابن عبدود پر ہے، علیؑ اور عمرابن عبدود کا مقابلہ ہے، آج کفر و اسلام کا فیصلہ ہے، مقابل کے آنے میں دیر ہو گئی تھی، عمرابن عبدود کی نخوت اور بڑھ گئی تھی، حضرت علیؑ اجازت پاکر خیمے سے نکلے، یہ کمسن اور قصیر القامت اور پیادہ تھے، عمرابن عبدود بلند قامت، چوڑا چکلا، قوی الجثہ، سن رسیدہ جوان مادیان عرب پر سوار تھا، اپنی تنومندی و زور آوری کے زعم میں حضرت علیؑ کو اپنا مد مقابل نہ سمجھا، بے بساط جان کر علیؑ سے کہا، جاؤ، محمدؐ سے کہو کہ کسیکو مقابلہ کیلئے بھیجیں، آپنے فرمایا، میں مقابلہ ہی کو آیا ہوں، عمرابن عبدود ہنسا، بولا تم کون ہو کیا نام ہے، کسکے لڑکے ہو، کس برتے پر لڑنے آئے ہو، اور پھر پیدل بھی ہو، آپنے جواب دیا کہ میں ہدایت یافتہ خداوندی محمدؐ رسول اللہ کا ابن عم ہوں، علیؑ نام ہے، ابی طالبؑ کا فرزند ہوں، اُس خدا کے بھروسہ پر لڑنے آیا ہوں جو دراءت کو دُون کر دیتا ہے، پیدل اسلئے ہوں کہ

پیادہ سوار سے بھاگ نہیں سکتا، سوار کو پیدل کے سامنے سے بھاگ جانے کا
موقع ہے، جواب کی نوک جھونک پر ابن عبدود کو غصہ آگیا، کہا، بھاگ جاؤ
تمہارا باپ میرا دوست تھا، میں تمہیں قتل کرنا نہیں چاہتا، آپنے فرمایا مگر
میں تو تجھے ضرور قتل کرونگا، اگر تو ایمان نہ لائیگا، عمرابن عبدود غضبناک ہو کر
گھوڑے سے پھاند پڑا، اور ایک ہی ضرب میں اپنے مرکب کے دونوں اگلے پیر قلم
کر دیئے، شجاعت کی حمیت میں پیادہ ہو کر مقابل ہوا اور دوران جدال میں اس
قوت سے ہاتھ مارا کہ اسکی تلوار حضرت علی کی سپر اور آہنی خود کاٹتی ہوئی ایک انچ
سر میں در آئی، آپنے بائیں ہاتھ کے دستانے سے تلوار کو دفع کیا، اُسی گرمی میں
گھٹنے ٹیک کر ہاتھ مارا کہ عمرابن عبدود کے دونو پیر قلم ہو گئے، وہ گر گیا، علی کے
زخم سے خون کی چادر رخ پر آئی، آپنے عمامہ سے پہلے اپنے سر کا زخم لپیٹا،
پھر سر کاٹنے کو اُسکے سینے پر زانو ٹیکا، اُسنے کھسیانے پن میں روئے مبارک پر
تھوک دیا، آپ اُسکے سینے سے اُتر آئے، دیکھنے والوں کو تعجب ہوا،
تھوڑی دیر ٹھہر کر سر کاٹ لیا، خدمت رسالت میں حاضر ہوئے، آنحضرتؐ نے
پوچھا، علی سر کاٹ لینے پر قابو پا چکے تھے تو چھوڑ کر ہٹ کیوں گئے تھے، عرض
کی میں نے سر کاٹنا چاہا، اُسنے مجھ پر تھوک دیا، مجھے نفس کی تحریک سے غصہ آگیا
اگر اُس وقت سر کاٹ لیتا تو یہ کام لوجہ اللہ نہ رہتا، اسلیے ہاتھ کھینچ لیا، جب
طبیعت کی جھنجھلاہٹ دفع ہو گئی تو بنیاد کفر و غرور کو منقطع کر دیا، سرگن عرب

کا دستور تھا کہ مقتول کے آلاتِ حرب اور پوشاک اُتار لیا کرتے تھے، مگر حضرت علی نے اس رسمِ جہالت اور طمع کی رکاکت کو روا نہیں رکھا، کہ لاچار مقتول جاں بحق ہیار، وہ کپڑوں کے لیے برہنہ کیا جاوے، اسکی قیمتی زرہ بیمثال تلوار کو ہاتھ نہیں لگایا، اس کریمانہ برتاؤ پر عمرابن عبدود کی بہن نے بین کرنے میں مرثیۃ لہلبد کی خطاب یاد کیا، عمرابن عبدود کے ختم ہوتے ہی ساتھ والے بھاگے، کچھ شمشیر اسلام کی نذر ہوے، بعض خندق میں گرتے پڑتے ابوسفیان تک پہونچے اس جنگ کا دارومدار عمرابن عبدود پر تھا، وہ مارا گیا، ساری فوج محاصرہ اٹھا کر چلتی پڑی، مدت تک علی زخم سر میں مبتلا رہے۔

غزوہ بنی قریظہ اسی سال یہودانِ بنی قریظہ نے غیر جانب داری کا معاہدہ توڑ ڈالا اور مشرکین قریش سے سازش کرلی، اکثر مسلمانوں کو اکیلا دوکیلا پاکر مار ڈالا، آنحضرت نے عقاب نام کا علم حضرت علی کو دیا، اور یہود کی تہدید کو روانہ فرمایا، دوسرے روز خود بھی تشریف لیگئے، وہ لوگ قلعہ بند ہوگئے، محاصرے سے اکتا کر ایکدن کعب ابن ابی اسید، اُنکا سردار چند ہمراہیوں سے باہر نکلا، اور اسلام کو بُرا بھلا کہا، آنحضرت نے حضرت علی کو بڑھنے کا حکم دیا، ابن اسید نے حضرت علی کو پہچانا کہ قاتل عمرابن عبدود میں، چھپکا قلعہ میں واپس گیا، بالیقین فریقین نے سعد ابن معاذ کو درمیان میں حکم بنایا، اُنکے فیصلہ سے بعض بنی قریظہ کے خونی سرکش قتل کیے گئے، باقی سے صلح کی تجدید ہوگئی۔

سریۂ فدک (جس معرکہ میں آنحضرت خود تشریف نہیں لے گئے، بلکہ کسی سردار کو بھیجا وہ سریہ ہے، جس جنگ میں بذات خاص تکلیف فرمائی اسکو غزوہ کہتے ہیں) مدینہ سے چالیس میل پر فدک کے یہودیوں نے بنی بکر سے سازش کی اور بنی بکر کو ساتھ لے کر اسلام سے بیر باندھا، آنحضرت نے حضرت علی کو سو سواروں سے اُن کی گوشمالی کو روانہ کیا، آپ دلاوران اسلام کو دشمنوں کی نگاہ سے چھپائے اور بچاتے لیے چلے، دن کو پہاڑوں کی محفوظ گھاٹیوں میں مقام فرمایا، شب کو منزلیں طے کیں، فدک پہونچکر دفعتاً یلغار کی، اُن لوگوں نے معافی مانگ لی، باہم صلح نامہ ہو گیا، معاوضہ میں کثرت سے اونٹ بکریاں لے کر مدینہ واپس آئے، آنحضرت نے فدک کے حقوق جناب فاطمہ کو عطا فرمائے۔

صلح حدیبیہ آنحضرت ایکہزار حجاج سے زیارت کعبہ کو بے ہتیار تشریف لے چلے، رستہ میں ٹھہر کر احتیاطاً مدینہ سے ہتیار منگا کر ساتھ لیے، منزلیں طے فرماتے چاہ حدیبیہ پر پہونچے، جہاں سے مکہ ایک منزل رہ جاتا ہے یہاں معلوم ہوا کہ مشرکین قریش آپ کے آنیکے روادار نہیں ہیں، آنحضرت نے حضرت عُمر کو سفارتاً مکہ جانے کا حکم دیا، اُنھوں نے عذر کیا کہ مکہ میں میرا حمایتی کنبہ نہیں ہے کسی اور کو بھیجیے، آپ نے حضرت عثمان کو روانہ کیا، کیونکہ بنی امیہ اور خصوصاً ابوسفیان حضرت عثمان کے ہم جد اور ہم خاندان تھے، وہ تشریف لے گئے تو روک لیے گئے، افواہ اُڑ گئی کہ شہید کر ڈالے گئے، آنحضرت نے لڑائی کی تیاریاں

کردیں، وہ خسرو کے بیٹے ہمراہیوں سے جنگ پر بیعت لی، مگر سفیروں کے ذریعے معاملات صلح سے ہو گئے، آپ مکہ تک اسلام کی رسائی کو کامیابی سمجھے بیٹھے تھے، جا بجا شرائط منظور کر لیے، حضرت علی کے ہاتھوں معاہدہ لکھوایا گیا، کفار نے بسم اللہ میں، رحمٰن و رحیم، نہیں لکھنے دیا، رسول اللہ کی لفظ کو بھی کٹوا دیا، آنحضرت نے وقتی مصالحت کے یہ بھی گوارہ فرمالیا اس وقت اکثر صحابہ کو آپکی نبوت میں شبہ گزرا، حضرت عمر نے تو خود بے ادبانہ اعتراض کئے، آپ نے فرمایا، اے پسر خطاب میں جو کرتا ہوں خدا کے حکم سے کرتا ہوں، نتیجہ یہ نکلا کہ باہم میل جول سے توحید کا اثر خود بخود مشرکین میں پھیل چلا، جس سے آنحضرت کو مکہ پر فتح المبین حاصل ہو گئی، اور حضرت عمر کو عمر بھر اس ارتداد پر توبہ کرتے گزری،

جنگ خیبر (محرم سنہ ۷ھ اور واقعہ ذی قرد) یہ واقعہ جنگ خیبر کے عظیم معرکہ کا دیباچہ یا عنوان ہے، ذی قرد ایک چراگاہ ہے، یہاں فوج اسلام کے اونٹ چرا کرتے تھے، بنی غطفان کے سردار عبد الرحمٰن نے حملہ کر کے گلے کے محافظ حضرت ابوذر غفاری کے صاحبزادے کو قتل کر ڈالا، اور آپکی مادر گرامی کو ۲۰ اونٹوں سمیت گرفتار کر لے گئے، سلمہ بن الاکوع لشکر اسلام میں نامی قدر انداز اور تیر اندازوں کے سردار تھے، خبر پاتے ہی تعاقب میں دوڑ پڑے، اور تیروں کی بوچھار پر رکھ لیا، وہ لوگ اونٹوں کو چھوڑ پہاڑ کی آڑ میں چھپ گئے،

سلمہ اپنے اونٹ اور ابو ذر کی بی بی کو چھوڑ لائے۔ مدینہ حاضر ہو کر حضور رسالت
مین خیبریون کی شکایت اور ام ذر کی حکایت بیان کی، آنحضرت ابوذر غفاری
کے صاحبزادے کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ خیبریون کی سرکوبی کو آمادہ ہو گئے
تمام اعیان و اصحاب ساتھ ہوے۔ مگر حضرت علی کی آنکھون مین شدت سے
آشوب تھا۔ وہ مطلق ساتھ چلنے کے لائق نہ تھے، مدینہ مین چھوڑ دئے گئے
یہودی حدیبیہ کی صلح کو دباؤ کھانا سمجھے ہوے تھے۔ قصاص کی جبارتین
بڑھ گئین تھین۔ جنگ خندق سے بھاگے ہوے گروہ۔ مدینہ سے نکالے
ہوے بنی قینقاع قرقرکدر کے جلے بھنے جلاوطنون کو ملا لیا۔ بنی غطفان
سے مدد مانگی خیبر کے باشندون کو ابھارا۔ خیبریون نے قلعون کو مستحکم کیا۔
۲۰ ہزار فوج قلعہ قموص مین جمع کی۔ قلعہ ناعم مین رسد کا سامان رکھا اور قلعون مین
معمولی سامان جنگ اور گنتی کے سپاہی چھوڑے، فوج اسلام منازل طے کرتی
ہوئی منزل ضجبا پہونچی۔ راہ بتانے کو حسیل نام ایک اجیر کو اجرت پر ساتھ لیا۔
لشکر رسالت پہاڑ کی دشوار راہین وادی حرصہ کے بالو طے کرتا ہوا قلعہ ناعم کے
قریب آیا، ناعم والون نے فوج اسلام پر تیر برسائے، محمود بن سلمہ نے
بڑی جوانمردی سے بوچھار کو برداشت کیا، اور قلعہ کے نیچے پہونچ کر دم لیا
تھک کر ذرا دیوار کے سایہ مین بیٹھے تھے کہ کنانہ بن ربیع نے قلعہ کے اوپر سے
پتھر گرادیا، وہ کچل کر شہید ہو گئے، مگر جنود اسلام نے قلعہ فتح کر لیا۔

اور رسد کے سامان پر قبضہ پایا۔ ناعم کی فتح سے قلعہ جات نطاۃ شق سب
سلالم خود بخود خالی ہو گئے، یہاں کی فوجیں قموص کے قلعے میں جا ملیں،
قلعہ قموص جس سے قلعۂ خیبر مراد ہے یہ قلعہ ایک بلند پہاڑ پر تھا، اس وقت
افواج یہود کی چھاؤنی کا صدر مقام اور نہایت مستحکم اور مضبوط بنا تھا،
چاروں طرف پتھر کی چوڑی چکلی بلند دیوار تھی، دیوار پر کنگورے
کنگوروں کے درمیان تیر اندازی کے لئے جھانکیاں بنی تھیں، قلعہ کی
عمارت تین طرف سطح زمین سے بہت بلند، اور پہاڑی نشیب و فراز
کی وجہ سے نہایت محفوظ اور بے اندیشہ تھی، چوتھی جانب دیوار میں لوہے
کا مضبوط اور شاندار پھاٹک نصب تھا جس پر یہودی جھنڈا ہوا سے لہریں
لے رہا تھا، پھاٹک کے آگے گہری خندق پانی سے لبریز تھی سامنے ڈھالو
پہاڑی دامن تھا، یہی میدان جنگ کا اکھاڑہ تھا۔ قلعہ کی جھانکیاں
سامنے سے آنے والے حریف کے لئے سخت خطرناک تھیں۔ تیروں کی
زد سے دشمن کو بغیر جان دئے، یا واپس جائے چارہ نہ تھا،

آنحضرتؐ نے خیبر سے ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر رجیع میں مقام فرمایا، اور
حضرت عمرؓ کو علم دے کر قلعہ کی جانب روانہ کیا، آپ گئے مگر تیروں کی
زد میں آ گئے۔ نقصان اٹھا کر واپس ہوئے، دوسرے روز حضرت ابوبکرؓ
کو علم عنایت ہوا، وہ بھی تیروں کی بوچھار سے مجبور ہو کر پلٹ آئے

تیسرے روز پھر حضرت عمر کو علم برداری کا شرف ملا، آپ تشریف لیگئے
اُس روز حارث مرحب کا بھائی قلعہ کا پھاٹک کھول، خندق کا پل لگا۔
میدان میں نیزہ بازون کی جماعت سے آمادہ پیکار ملا، حارث نے آگے
بڑھ کر برچھیون سے مسلمانون کی ضیافت کی، اوپر سے قلعہ والون نے
تیر برسائے فوج اسلام چڑھائی نہ چڑھ سکی منہ موڑ لیا۔ حارث نے نیزون
سے پیچھا کیا لشکر کو سخت ہزیمت حضرت عمر کو بہت زحمت ہوئی پڑا دنگہ
بھاگون بھاگ واپس آنا پڑا، فوج ان کو یہ فوج کو دوکھ دیتے رہے۔
آنکھون کی تکلیف ذرا کم ہو چلی تو حضرت علی بھی رجیع جا پہونچے، جس وقت
شام کو آپ پہونچے ہین اُسی وقت اسلام کا ہزیمت خوردہ لشکر واپس
آرہا تھا حضرت علی آنکھون کی تکلیف میں سفر کے بہت تھکے ماندے تھے
آنحضرت سے مل کر اپنے خیمہ مین آرام کیا۔ لشکر واپس آچکا تو سردارون نے
حضور رسالت مین لشکریون کی بے دلی کی شکایت فرمائی، لشکریون نے
سردارون پر روگردانی کا الزام لگایا، ہر نوع آنحضرت کو ان ہزیمتون کا نہایت
صدمہ ہوا، جھنجلا کر ارشاد فرمایا کہ کل مین ایسے شخص کو علم دونگا کہ جو خدا رسول
کو دوست رکھتا ہے اور خدا رسول اُس کو، وہ کرار وغیر فرار ہے، اکثر
سردارون کو اِس خطاب کی بے حد ہوس ہوئی، علم کے اشتیاق، علمداری کی
تمنا مین جاگ کر رات کاٹی۔ یحبہ اللہ والرسولہ کا جامہ کرار غیر فرار کا لباس

تمام شب اپنے اوپر سجا سجا کر آئینۂ خیال مین دیکھتے اور شاد ہوتے رہے
صبح ہوتے ہی امیدوار سردار، سر پر آہنی مغفر، مغفر پر کلنگی خود، بر مین
زرہ، بدن پر جوشن، بکتر، چار آئینہ، ہاتھون مین چرمی دستانے،
شانے پر کمان، پہلو مین ترکش کاندھے پر کمند۔ پشت پر ڈھال، کمر مین
خنجر، ڈاب مین تلوار۔ ہاتھ مین سنان۔ ہتھیارون سے اونچی بنے علم کے
سہارے دربِ رسالت پر حاضر ہو گئے، آنحضرت ہاتھ مین علم لئے خیمہ سے
برآمد ہوئے، امیدوارون نے جھک جھک کر مجرے کئے۔ دست بستہ
عرض کی کہ ہم جان نثار حاضر ہین، آپ نے چارون طرف نظر دوڑائی
تجسس نگاہون سے ڈھونڈھا پوچھا علی کہاں ہیں، آپکے تشریف لانیکی
لشکریون کو کم خبر تھی، بے خبر بول اٹھے کہ وہ تو مدینہ ہی سے نہین آئے
انکی آنکھون مین آشوب تھا، بعض نے عرض کی کہ شب کو حاضر
ہو گئے ہین، اپنے خیمہ مین موجود ہین، سفر کے تھکے ہین۔ آنکھون مین
قدرے تکلیف باقی ہے۔ آنحضرت نے سلمی بن الاکوع کو حکم دیا کہ جاؤ،
علی کو لے آؤ۔ سلمی گئے، علی کو لے آئے، آپکی آنکھین بفضلہ بھر ری
نہین، آنحضرت نے پاس بلایا۔ علم عطا فرمایا اپنے دست مبارک سے
ذوالفقار حمائل کی، قلعہ خیبر پر حملے کی اجازت دی امیدوارون نے
کل کے خطاب کو آج کے دن علی پر مرتب پایا، منہ لٹکا کر پیچھے ہٹے

حضرت علی نے علم لیا۔ تسلیم کو سرخم کیا، ادب سے پچھلے پیرون ہٹ کر
آگے بڑھے، فوج کا جائزہ لیا ۵۰۰ سوار ایک ہزار پیدل ساتھ لئے
ترتیب سے درست فرماکر روانہ ہوے، تیرون کی زد پر پہونچ کر پیدلون
کو تا حکم ثانی وہین روک دیا، سوارون کو رکاب مین لیا، ایک ساتھ
باگین اٹھا دین دم کے دم مین تیرون کی زد سے بچ کر قلعہ کی فصیل کے
نیچے خندق کے اوپر جا پہونچے۔ پھاٹک کے مقابل میدان مین لواے اسلام
کو نصب کیا، علم کا پرچم کھولدیا۔ اُدھر قلعہ کا پھاٹک کھلا، خندق کا پل
لگا یا گیا۔ حارث باہر نکلا آپ نے حارث کو خندق پار آتے دیکھا،
اپنی فوج کو پہلو مین لگایا، حارث کو میدان دیدیا، حارث خندق پار
آکر مقابل میں صف آرا ہوا۔ وہ گزشتہ فتحیابیون پر اترایا ہوا تھا۔
اُسے گھمنڈ تھا کہ اکیلا میں تمام فوج اسلام کو کافی ہون، گھوڑے کو
ایڑ دے کر آگے بڑھا، مقابلہ کو مبارز طلب کیا۔ اسکے نیزے کی سنان بہت
سنگین تھی، خود بھی بھاری بھر کم۔ تن آور۔ چالاک دست تھا،
فوج اسلام سے باری باری تین کارآزما مقابل ہوے اُس کے نیزے
سے چھد کر نذر اجل ہوے، حضرت علی نے پھر کسی کو بڑھنے کی اجازت نہ دی
اور خود مقابلہ کو بڑھے۔ اُس وقت سواے ذوالفقار کوئی اور ہتھیار
یا سامان جنگ زیب تن نہ تھا، بعض سردارون نے ہر چند روکا، مگر آپنے

ڈالتا۔ حارث نیزہ ہلاتا، انیان بتاتا رہا۔ حضرت علی کو آتے دیکھا
بھالا سنبھالا، انی کا رُخ علی پر ڈالا۔ بہت تیز گھوڑا چھوڑا، آپ پہلو
خالی دے کر نیزے کی زد کو بچا گئے۔ اور پیچھے گھوڑا بڑھا کر تلوار ماری کہ حارث
کا داہنا ہاتھ شانے سے جدا ہو کر مع نیزہ زمین پر گرا وہ چاہتا تھا کہ پلٹون
گر بوٹ نے خاتمہ کر دیا، ساتھ کا رسالہ دم بخود کھڑا رہا۔ آپ منتظر رہے۔ مگر
کوئی مقابلہ کو نہ نکلا۔ رسالہ کے سوارون نے دوڑ کر مرحب کو قتل حارث کی
اطلاع کی وہ بھائی کی سناؤنی پاکر خون کے جوش مین از خود رفتہ ہوگیا۔ مسلح
تو پہلے ہی سے تھا مگر حضرت علی کے ہاتھ کی کاٹ سُن کر دوہری زرہ پہن لی
پھاٹک کھول باہر آیا مرحب طبیعت کا سخت ناہموار، خلقت کا جنگجو اور
خون خوار تھا، اول تو بہت بالا قامت، ذی الجثہ، جسیم شحیم تن آور جوان
تھا، دوہری زرہ سے اور بھی بھلے مانس بنا حضرت علی اپنی صف سے آگے
بڑھے ہوئے منتظر کھڑے تھے، مرحب نے خندق کے پُل ہی سے حضرت علی
پر غیظ کی نظرین ڈالین تلوار میان سے کھینچ گھوڑے کو سرپٹ چھوڑا۔
قریب پہونچ کر حضرت علی پر تلوار ماری۔ آپ نے وار تلوار پر روکا مرحب
کا مرکب رو مین آگے دوڑ گیا، آپ نے پیچھے گھوڑا دوڑا کر پشت کیجانب
اس قوت سے دوش پر ہاتھ مارا کہ ذوالفقار نے شانہ، صدر، کمر کاٹ کر
قربوس زین پر دم لیا۔ مرحب دو ہو کر زمین پر گرا، بعض لکھتے ہین

کہ سر پر تلوار ماری کہ خود، مغفر، کاسۂ سر کاٹتی دانتوں تک اتر آئی۔

مرحب کے مرتے ہی حارث کی فوج قلعہ کے اندر واپس بھاگی، پلا چلی میں خندق کا پل نہ ہٹا سکے، پھاٹک بند کر لیا، آپ نے گھوڑا بڑھا کر پل پر قبضہ فرمایا۔ پیچھے رُکے ہوئے پیدل فوج کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔

جب پیدل آ گئے آپ بھی گھوڑے سے اُتر پڑے۔ ساتھ کے سواروں کو پل پر روک دیا، پیدلوں کو ساتھ لیا، قلعہ کا پھاٹک توڑا۔ اندر داخل ہوئے۔ قلعہ والے سدراہ ہوئے خوب گھمسان کی جنگ ہوئی، سوار بھی امداد کو اندر داخل ہو گئے، دیر تک لوہے سے لوہا بجتا رہا، تلوار سے تلوار کھنکتی رہی دوران جنگ میں داؤد ابن قابوس بکری اور ضبیع حضرت علی سے مقابل ہوئے اور مارے گئے۔ اُن کے مرنے پر ربیع بن ابی الحقیق قلعہ خیبر کا امیر سامنے آیا۔ وہ بھی راہی عدم ہوا قلعہ والوں نے اُسکے بھائی کنانہ بن ابی الحقیق کو امیر بنایا۔ عنتر اُس کا بہادر رفیق۔ جنگ آزما طاقتدار گران ڈیل جوان۔ پیدلوں کا سردار تھا، اپنے پرانے مالک نئے بادشاہ کا اشارہ پا کر جان نثاری کے جوش میں بڑھا، تخت امارت کو بوسہ دیا، شاہانہ رُحلہ شجاعت کے بل پر علی سے مقابل ہوا، عنتر کو حضرت علی کے سامنے دست بقبضہ دیکھ کر طرفین کے سپاہی لڑتے لڑتے تھم گئے، چاروں طرف سے احاطہ گھیر کر بیچ میں میدان دیدیا، عنتر غرور سے اینڈتا

نشۂ شجاعت میں جھومتا، زور بل پر اتراتا آگے بڑھا، آپ نے فرمایا عنتر
خدا کو مانتا ہے تو محمد کی ہدایت سے لاشریک بھی مان لے، بیکار کاہے کو روزِ بد
دیکھنا پڑے۔ عنتر کو قوت کا گھمنڈ، سپہ گری کا زعم تھا، جواب میں تلوار ماری
آپ نے وار خالی دیا اور کمر پر ہاتھ مارا کہ ذوالفقار پہلو کی پسلیاں، ریڑھ کی
ہڈیاں کاٹتی دوسری طرف نکل آئی، دوست دشمن نے بے ساختہ واہ واہ کی
جوش میں آکر مرہ ابن مروان دارمی بڑھا، اور قتل ہوکر عنتر کے پہلو میں
لٹ گیا۔ پھر یاسر خیبری مقابل ہوا۔ وہ بھی سزا کو پہونچا۔ اس جنگ میں حضرت
علی کے ہاتھ سے حارث۔ مرحب۔ داؤد۔ ضجیج۔ ربیع۔ عنتر اور مرہ۔ پھر یاسر
جنکے دست و بازو کی قوت پر قلعہ خیبر تھما ہوا تھا، مارے گئے۔ باقی لشکر نے
لڑائی سے ہار کر ہتھیار ڈالدیے۔ ۲۰ دن تک خیبر کا محاصرہ رہا۔ ۹۳ یہود۔
۱۵ مسلمان کام آئے۔ مسلمانوں کو مال غنیمت بے شمار ہاتھ لگا۔ ام المومنین جناب
صفیہ اسی جنگ میں گرفتار آئیں۔ حضور رسالت سے آزاد ہوکر داخل ازواج
ہوئیں۔ حضرت علی علم ظفر پیکر کے سایہ میں رجیع کو مراجعت فرما ہوئے۔
آنحضرت نے خیمہ سے نکل کر استقبال کیا۔ مسرت سے بغل گیر ہوئے
پیشانی پر بوسہ دیا۔ شادان و فرحان۔ مظفر و منصور مدینہ منورہ واپس تشریف لائے
مشرکین قریش کے جنگی منصوبے معرکہ خندق سے ڈھیلے پڑ چکے تھے۔ خیبر کی
فتح سنکر رہے سہے ارمان بھی پست ہو گئے۔

سنہ ۸ھ میں آنحضرت نے مکہ پر یلغار فرمائی۔ مگر بجز بعض صحابہ کسی پر ارادے کو
ظاہر نہیں کیا۔ حاتب بن عتبہ صحابی نے اپنی لونڈی سارہ کے ہاتھوں اس راز
کی اطلاع ابوسفیان کو خفیہ بھیجی، حضرت علی کو پتہ چل گیا، راستہ سے
لونڈی کو پکڑ لائے اسکی چوٹی کے موباف سے حاتب کا خط برآمد کیا۔
مشرکین کو اطلاع ہونے نہ پائی کہ آنحضرت بیس ہزار فوج کے جلال و
شوکت سے اچانک جا پہونچے۔ مشرکین یہ جبروت دیکھکر ہکا بکا رہ گئے
اتنا دم کہاں تھا کہ روکتے یا ٹوکتے۔ مجبوراً ابوسفیان، خالد ابن ولید
وغیرہ معارف مکہ کو سطوت اسلام کے سامنے سر جھکانا پڑا۔ اور قہراً جبراً
اسلام لائے، آنحضرت نے بے کھٹکے خانۂ کعبہ کے بتوں کو توڑا۔
جنگ کے دیوتا ہبل کا بڑا بت ذرا بلندی پر تھا، آپ نے علی کو اپنے
دوش مبارک پر چڑھا کر ان کے ہاتھوں گروادیا، سنگی بت آہنی سوزنین
خانۂ کعبہ سے نکال باہر کیں۔ مکہ کی اس خداداد فتح سے اسلام کی تعداد بہت بڑھ گئی
مگر منافقین کے شمار مین بھی اضافہ ہو گیا، اب تک علی کے جہد بالاسلام
کارناموں کو بعض لوگ رشک سے دیکھتے تھے۔ اب حسد سے دیکھنے والے
بیحد ہو گئے۔ مکہ میں اسلام گھر گھر پھیل چلا مصلحتاً اطراف مکہ میں تبلیغ اسلام
کو تازہ مسلمان تعینات ہوئے ازانجملہ خالد ابن ولید بھی بنی خزیمہ کی جانب
بھیجے گئے۔ یہاں کے لوگوں سے ان کو باپ مارے کا بیر تھا،

خالد نے پہلے اُن سے ہتھیار رکھوالئے۔ پھر شانون پر ہاتھ بندھوالے۔ وہ ہرچند چلاتے رہے کہ ہم مسلمان ہین۔ نماز پڑھتے ہین۔ روزے رکھتے ہین۔ جمعہ جماعت کے پابند ہین زکوٰۃ دیتے ہین۔ صدقات ادا کرتے ہین۔ ماننے والے بات کان دھر سنتے ہین خالد کو اپنے مرے باپ مقتول چچا کا بدلا لینا تھا ایک سماعت نہ کی۔ پوری جماعت کو تہ تیغ کیا۔ آنحضرت کو اطلاع ہوئی سخت صدمہ کیا۔ حضرت علی کے ہاتھون اُن سب کا خون بہا ادا کیا اور خالد کے اس فعل سے بیزاری اور کراہت کا اظہار فرمایا۔ آنحضرت ابھی مکہ مین تشریف فرما تھے کہ بنی ثقیف اور ہوازن کے لوگ اپنے دیوتاؤن کی بُری گت اور خانہ کعبہ سے سیکڑون خداؤن کی بیدخلی۔ خدائے واحد کا عمل دخل سنکر فساد پر آمادہ ہو گئے۔ بنی نصر اور بنی ہلال کو ملالیا۔ ۲۰ ہزار کے مجمع سے مکہ پر چڑھائی کی۔ مالک ابن عوف۔ دولت۔ شجاعت۔ قوت۔ فنون جنگ کی واقفیت سے سب کا سردار بنا۔ ادھر آنحضرت بھی بارہ ہزار فوج کی جلالت سے اُن کی مدافعت کو بڑھے۔ مالک کو جاسوسون سے سراغ مل گیا کہ آپ حنین کے راستے ہوازن کو آرہے ہین حنین عرفات کے پیچھے مکہ سے دس میل پر ایک پہاڑی وادی ہے جو شام کے قافلون کا گزرگاہ ہے وادی کے دونون جانب سلسل اونچے نیچے پہاڑیان ہین یہ وادی ان سب پہاڑیون کا مشترکہ دامن ہے۔ اور

مشہور غزوۂ حنین کا رزمگاہ ہے۔ اگلے نے پہلے ہی حنین پہونچ کر سانوڑ کے
ناوک اندازون کو اطمینان سے دونو جانب کی پہاڑیون پر چڑھا دیا۔ وہ
چوٹیوں میں چھپ بیٹھے پیدل سپاہی جابجا دامن کوہ مین دبک گئے
سواروں نے پہاڑی جھاڑیوں کی آڑ پکڑی لشکر اسلام رات رہے کا چلا ہوا
نور کے تڑکے حنین کی وادی میں پہونچا۔ رفع ضروریات اور ادائے فرائض
کو ذرا ٹھہرا۔ ہتھیار رکھوے بائے نا رہے دم لینا تو در کنار راہ کی گرد بھی
نہ جھاڑی تھی کہ دونو جانب کی پہاڑیاں سے سفر کے تھکے ماندے لشکریوں پر
تیروں کا مینھ برسنے لگا۔ تیروں کی بوچھار نے جماعت اسلام میں ہل چل
ڈالدی۔ سب کے سب اس ناگہانی آفت یا پیغام قضا کو اپنے سروں پر پاکر
سراسیمہ ہوگئے۔ قدم ٹکانے کا کہیں ٹھکانا نہ ملا۔ استقلال ہاتھ سے جاتا رہا
آئے حواس گم ہوگئے۔ مشاہیر اسلام اور محافظان رسالت جو آنحضرت کو
ایک دم کے لئے تنہا نہ چھوڑتے تھے، بے تحاشہ بھاگتے نظر آئے۔
قوی الایمان اضطراب مین ادھر ادھر جائے مفر ڈھونڈتے پھرتے تھے۔
ضعیف الایمان تو سر پر پاؤں رکھکر بھاگے۔ اور کہ کی سیدھ باندھی
سارے لشکر مین بھگدر پڑگئی۔ آنحضرت ایک پہاڑی کے نیچے جو
اپنی بلندی کی وجہ سے تیروں کی زد سے بچی ہوئی تھی۔ ابن مسعود اور
چند بنی ہاشم سے کھڑے ہوگئے۔ حضرت عباس آپ کے چچا نہایت

زی الفوت تھے۔ بلند آواز اور دونو ہاتھوں کے اشارے اپنی طرف بلاتے رہے۔ مگر گھبراہٹ میں دل ٹھکانے ہو تو کچھ سمجھ میں آوے۔ جو کس کہا ہوں تو کچھ سنائی دے۔ ناخدا ترسوں نے ایک ساعت نہ کی اور بھاگتے چلے گئے۔ کہ کہ تازہ مسلمانوں کے خیالات بدل گئے۔ بدحواس ادھر ادھر کی بے کیان ہانکتے ہوئے بھاگے۔ جب تمام لشکر منتشر ہو گیا۔ تو شجاعان عرب کا سرمایہ ناز اور مشہور نبرد آزما ابو جرول گھوڑے سوار لیکر ایک پہاڑ کی آڑ سے نکلا۔ اور آنحضرت کو محاصرہ میں گھیر لینا چاہا۔ حضرت علی نے بڑھ کر ابو جرول کو روکا۔ تلوار چلنے لگی۔ دیر تک رد و بدل رہی بالآخر حضرت علی نے بائیں شانے پر تلوار ماری کہ دہنے پہلو سے نکل گئی زہی کاٹ، مشاق ہاتھ کی دوست دشمن نے ثنا کی۔ سردار کے قتل سے لشکریوں نے حملہ کر دیا۔ اس عرصہ میں منتشر مسلمان بھی کچھ سمٹ آئے تھے باہم جنگ مغلوبہ ہی ہوئی۔ تلوار سے تلوار کھٹکا کی ۔۔ مشرک ۱۵ مسلمان کھیت رہے باقی مشرک ایسے بھاگے کہ بھاگتے دکھائی بھی نہ دیئے۔ آنحضرت نے تعاقب میں طائف پہونچ کر قلعہ کو گھیر لیا۔ محاصرہ میں طول دیکھا۔ تو حضرت علی کو اطراف ثقیف کے بت خانوں کے انہدام اور مشرکین میں تبلیغ اسلام کو روانہ کیا۔ قبیلہ بنی خشم سد راہ ہوا اُن کا نامدار سردار شہاب حضرت علی کے ہاتھ سے مارا گیا۔ آپ نے تمام بت خانے منہدم کر دیئے۔ اور دعوت اسلام میں کامیاب ہوئے

واپس آنے پر حضرت علی سے آنحضرت نے بہت دیر تک راز کی باتیں کیں۔ الاک کے مزاج پہچاننے والوں کو بہت کھلا۔ مگر نہ کھلا کہ راز کیا تھا۔ حاسدوں نے آپس میں کھچڑیاں پکائیں۔ طرح طرح کے منصوبے گانٹھے۔ چین نہ پڑا تو رو برو اعتراض کیا۔ آنحضرت نے فرمایا خدا کا حکم یونہی تھا۔ مرضی مولا از ہمہ اولا۔ القصہ محاصرے سے قوم ہوازن اور ثقیف پر پورا قابو ہوگیا چھ ہزار آدمی گرفتار ہوے۔ مال غنیمت جو ہاتھ لگا وہیں فوج پر تقسیم کردیا گیا مہاجر و انصار نے اُتنا ہی پایا جتنا پاتے تھے۔ مگر تازہ مسلمانوں پر تالیف قلوب کے لئے زیادہ مہربانی کیگئی۔ یہ بات اکثر صحابہ کو ناگوار ہوئی۔ عباس ابن مرداس اسلمی نے شکایت میں کچھ اشعار نظم کرے۔ ساتھ والوں کو سُنائے۔ آپ کے گوش مبارک تک پہونچے تو حضرت علی کو حکم دیا کہ عباس کی زبان کاٹ دو۔ حضرت علی نے عباس کا بازو تھاما۔ اور پکڑے چلے۔ وہ ڈرا کہ اب زبان قطع ہوئی ذخیرہ غنیمت میں پہونچ کر سو اونٹ نکال کر عباس کو دیے کہ جاے جا۔ آج سے تیرا شمار کچے مسلمانوں میں ہے۔ اُس نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ قوی الایمان کو وہی دیا گیا ہے جو اُن کا حق ہے۔ تالیف قلوب کے لئے زیادہ انھیں کو ملا ہے جن کا ایمان ابھی ڈھیلا ڈھالا ہے۔ عباس نے وہ سو اونٹ واپس دیے اور اپنے حصہ کے چار اونٹ لیکر چلا آیا اور زبان شکایت کو منقطع کردیا۔

غزوہ تبوک آنحضرت نے شام کے عیسائی بادشاہ ہرقل کو دعوت اسلام کا نامہ لکھا اور زید کے ہاتھوں روانہ کیا۔ خبر پہنچ گیا کہ ہرقل نے ایلچی کو قتل کر ڈالا اور اسلام سے جنگ کی تیاریاں کی ہیں۔ آنحضرت بھی لشکر مرتب فرما کر مقابلہ کے لئے تبوک روانہ ہوئے۔ مدینہ میں حضرت علی کو اپنا قائم مقام بنا کر چھوڑتے گئے۔ لوگوں نے چرچے کئے کہ آنحضرت آج کل علی سے کچھ آزردہ خاطر ہیں جو ساتھ نہیں لے گئے۔ حضرت علی نے سُنا تو آن حضرت کی خدمت میں جرف کے مقام پہ پہونچے اور ان بیہودہ سرائیوں کی شکایت کی آنحضرت نے فرمایا ایسی لغو باتوں کا اثر نہ لو۔ عرض کیا۔ آ تو گیا ہوں اجازت ہو تو ہمراہ چلوں۔ آپ نے فرمایا اے علی تم میرے لئے ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لئے ہارون تھے۔ ہاں میرے بعد نبوت نہیں ہے[۱]۔ تم میرے قائم مقام ہو۔ واپس جاؤ کہ مدینہ منتظم سے خالی ہے۔ حضرت علی پلٹ آئے۔ شام کی افواہ اسوقت غلط نکلی۔ آنحضرت بھی تبوک تک پہونچ کر واپس آ گئے۔

فتح مکہ کے بعد پہلے سال آنحضرت نے مشرکین کو حج کی ممانعت نہیں کی۔ مگر حضرت ابوبکر کو حکم دیا کہ جاؤ حجاج کو احکام حج (سورہ برات) سے مطلع کر دو اعلان کر دینا کہ آیندہ سال سے کوئی شخص بغیر اسلام لائے حج نہ کرنے پائے گا۔

حضرت ابوبکر کی روانگی سے تین دن بعد حضرت علی کو حکم دیا کہ میرے ناقہ عضبا پر دوہری منزل جاؤ اور احکام کو ابوبکر سے واپس لیکر تم خود تبلیغ کرنا

[۱] واخرج النسائی عن سعد قال خرج رسول اللہ صلعم فی غزوۃ تبوک وخلف علیا فقال أتخلفنی فقال اما ترضیٰ ان تکون منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی

حضرت علی نے راستہ ہی میں آیات تبلیغ حضرت ابوبکر سے واپس لئے۔ اور مجمع حجاج میں پہونچ کر احکام کی پرزور تبلیغ فرمائی۔ حضرت ابوبکر محزون خاطر ہو کر واپس آئے۔ آنحضرت سے اپنی معزولی کی شکایت کی۔ اور حضرت علی کی ماموری کی حکایت پوچھی آپ نے فرمایا۔ بحکم خداوندی تبلیغ احکام دحی بجز میرے اور میرے عترت کے دوسرے کا کام نہیں ہے۔ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں۔[1]

سریہ وادی رمل قبیلہ بنی رملہ کی مختصر جماعت مدینہ کے ملے ہوئے پہاڑ پر عرصہ سے چھاؤنی چھائے پڑی تھی۔ لوٹ مار انکا پیشہ تھا مدینہ کے باشندے اُن کی دست برد سے نالاں تھے۔ آنحضرت نے حضرت ابوبکر کو انکی گرفتاری کے لئے بھیجا حضرت ابوبکر تشریف لیگئے۔ بنی رملہ ہٹ کر گھاٹیوں میں جب بچے آپ سمجھے کہ وہ لوگ مقام چھوڑ کر چلے گئے۔ مطمئن ہو کر کمریں کھول دیں۔ رات کے پہرہ داروں پر غفلت نے اپنی تیرہ و تار چادر لاکر ڈالدی۔ بنی رملہ کو شب خون کا موقع مل گیا۔ حضرت ابوبکر زحمت اٹھا کر مراجعت فرما ہوئے۔

دوسری مرتبہ حضرت عمر تشریف لیگئے۔ وہ بھی ادھر اُدھر ڈھونڈ ڈھانڈ کر واپس آئے۔ تیسری بار عمر عاص گئے شب خون میں لہو لہان ہوئے۔ آخر کار حضرت علی کو حکم دیا۔ آپ نے مدینہ کے سامنے کا راستہ چھوڑ دیا۔ پشت کی جانب پہاڑ پر چڑھنا چاہا۔ ساتھ کے منافقوں نے ہرچند مخالفت کی آپنے ایک کی سماعت نہ کی پہاڑ پر چڑھے۔ کھنڈوں میں اُترے۔ اُتار چڑھاؤ کی سختیاں جھیلیں۔

[1] عن حبش بن جنادہ قال رسول اللہ صلعم لا یودی عنی الا انا و علی نسائی و ترمذی

جاڑوں کے جھاڑ جھنکاڑ کاٹے۔ پہاڑی راہوں کے اونچ نیچ کے لئے اچانک پہونچ کر کمینگاہ کو گھیر لیا۔ قزاقوں کو گرفتار کر لائے وہ بکروں خداؤں کے بندے تھے شرک کو چھوڑ خدائے واحد پر ایمان لائے اسی سال حضرت علی سخت علیل ہو گئے تمام صحابہ عیادت کو آئے حضرت عمر نے فرمایا ان کا جانبر ہونا محال ہے۔ آنحضرت نے فرمایا یہ ہرگز نہیں مر سکتے تاوقتیکہ غیض و غضب سے پُر نہ ہو جائیں۔

واقعہ مباہلہ سنہ ۹ھ اسی سال ۲۴ ذی الحجہ کو بنی نجران سے مباہلہ ہوتے ہوتے رہ گیا۔ مباہلہ عربوں کا اعتقادی حلف یا بد دعا ہے جس سے جھوٹے کو نقصان پہونچا کرتا ہے۔ اشراف بنی نجران کی طرف سے چودہ اہل علم کا وفد آیا جیسے۔ ابو عامر۔ اسید۔ ابو الحارث۔ کرز۔ چار عیسائی عالم تھے آنحضرت سے معلومات پر مناظرہ ہوا انھوں نے حضرت عیسیٰ کی بابت سوال کیا آپ نے جواب دیا جس طرح آدم کی خلقت پر خدا قادر تھا اسی طرح عیسیٰ کی نوعیت پر جب وہ لوگ سر بر نہوے تو مباہلہ کی ٹھری۔ آنحضرت ایک ہی چادر میں حضرت علی، فاطمہ و حسنین کو لے کر مباہلہ کو تیار ہوے۔ فرمایا یہی میرے اہلبیت ہیں۔ انھیں میں مباہلہ کا انحصار ہے۔ وہ لوگ بد دعا سے ڈرے، مباہلے سے عذر کیا۔ اور یوں صلح کر لی کہ مذہب نہ بدلیں گے۔ مگر جزیہ میں سالانہ ہزار حلے یانی حلہ ۴۰ درم نقد ادا کیا کریں گے۔ اور جنگی مصارف کے لئے ضرورت کے وقت ۳۰ گھوڑے، ۳۰ اونٹ

۲۰ نیزے ۲۰ زرہیں مستعار دینگے۔ جس کے معاوضہ میں مسلمان اُنکی جان و مال کی حفاظت دشمنوں سے کرتے رہینگے۔

سریہ بنی زبید مدینہ سے پچھم جانب تھوڑے فاصلہ پر بنی زبید آباد تھے۔ عمر معدی کرب اُن کے رئیس تھے واقعہ مباہلہ کے بعد حضور رسالت میں حاضر ہو کر اسلام لائے تھے ایک روز ان کو راہ میں ابن اشعث خشمی ملا جس کے باپ نے ان کے باپ کو مار ڈالا تھا۔ عمر معدی کرب بڑے سرہنگ تھے اپنے باپ کے خون کا قصاص قاتل کے بیٹے سے لینا چاہا دونو رڑتے جھگڑتے آنحضرت کے حضور میں حاضر ہوے۔ آپ نے فرمایا اسلام لانے کے بعد ایام جاہلیت کے خون کا قصاص نہیں ہو سکتا۔ عمر معدی کرب کو آنحضرت کا فیصلہ ناگوار گزرا بدظن ہو کر مرتد ہو گئے اور جاکر تمام قبیلہ حارث ابن کعب کو بے گناہ قتل کر ڈالا۔ آنحضرت کو خلاف گزرا حضرت علی کو بنی زبید کی گوشمالی کا حکم دیا۔ حضرت علی تشریف لے گئے۔ عمر معدی کرب بڑے تنومند مشہور قوت دار و شجاع تھے۔ فوج اسلام سے مقابلہ کو تیار ہو گئے مگر حضرت علی کو مقابل پاکر کھسک گئے۔ اُنکا قبیلہ بھی بھاگ کھڑا ہوا۔ حضرت علی کچھ آدمیوں کو گرفتار کر کے واپس تشریف لائے۔

اسلام یمن فتح مکہ کے بعد اہل یمن کی تلقین کو خالد ابن ولید تشریف لے گئے۔ بے نیل مقصود واپس آئے۔ اسوقت یمن کی تمام بستیوں میں

زیادہ تر قبیلہ ہمدان کے یہودی آباد تھے۔ جابجا تھوڑے بہت عیسائیوں کی بھی آبادی مخلوط تھی۔ مگر دونو فرقون مین فضلا اور کملا کا مجمع تھا۔ حصول علومات کے بڑے چرچے تھے۔ آنحضرت نے حضرت علی کو ۳۰۰ قابل اور لائق مہاجر و انصار کے ساتھ رمضان سنہ ۱۰ھ مین یمن روانہ فرمایا۔ اور ہدایت فرمائی کہ یہان تیغ تلوار کا محل نہین ہے زبان سے کام نکالنا۔ حضرت علی پہلے قبیلہ ہمدان کے تعلیم یافتہ سمجھدارون سے ملے۔ آپ کے گرد طالبان تحقیق اور اہل فہم کا مجمع ہوا۔ عیسائیون کے سربرآوردہ اور محقق عالم کعب الاحبار بھی شریک صحبت تھے۔ آپ نے اس جماعت کو نہایت فصیح و بلیغ خطبہ کے اسلام کی دعوت دی۔ کعب نہایت ادیب و نکتہ رس تھے آپکی فصاحت اور معانی خیز نکات پر لملوٹ ہو گئے۔ پہلے ہی جلسہ مین آپ نے حسن بیان کی تاثیر سے قبیلہ ہمدان کو مسخر کر لیا۔ کعب بھی خدا کی وحدانیت اور آنحضرت کی ہدایت کے مقر ہو گئے۔ اسلام کا چلن چل نکلا۔ پھر تو حضرت علی کے ساتھیون نے اطراف یمن مین پھیل کر تھوڑے ہی عرصہ مین تمام اہل یمن کو اپنے مواعظ سے مسلمان کر لیا۔ حضرت علی نے اس کامیابی کی تہنیت حضور رسالت مین لکھ بھیجی۔ آنحضرت نے جواب مین قبیلہ ہمدان اور کعب الاحبار پر سلام بھیجا۔ اور حضرت علی کو لکھا کہ مین ایک لاکھ چالیس ہزار حجاج سے حج کو جا رہا ہون تم بھی آ کر میرے ساتھ حج مین شریک ہو۔ حضرت علی

اُس وقت مکہ پہونچے جب کہ آپ حکم جاری فرما رہے تھے کہ جو ہدیٰ ساتھ نہ لایا ہو۔ احرام سے نکل جاے۔ مگر عزیز قریب ہدی مین شریک ہو سکتا ہے بشرطیکہ اُس کی نیت بھی واحد ہو۔ حضرت علی ہدی ساتھ نہ رکھتے تھے آنحضرت نے پوچھا کہ علی تم نے کیا نیت کی ہے۔ عرض کی آپ کی نیت کے تابع۔ آنحضرت نے اپنے ہدی مین علی کو شریک فرما لیا۔ حج سے فارغ ہو کر ڈیڑ لاکھ حجاج کے مجمع سے مدینہ کی جانب مراجعت فرمائے ۱۸ ذی الحجہ سنہ ۱۰ھ کو کہ سنہ عیسوی اُسوقت ۶۳۰ تھا دورشمسی کا نیا روز یعنی مالیہ مہینے کی ۱۲ تاریخ تھی دو گھڑی دن چڑھ چکا تھا آنحضرت مع قافلۂ حجاج حوالی جحفہ مین غدیرخم کے مقام پر پہونچے۔ دفعۃً ٹھہر گئے۔ نقیبون کو حکم دیا کہ مجمع جو آگے بڑھ گیا ہے اُسے روک کر پلٹاؤ۔ جو لوگ آرہے ہین وہ جلدی آگے بڑھ آئین۔ پڑاو صاف کیا گیا۔ خیمے برپا ہوے۔ تمام مجمع سمٹ آیا دوپہر کے قریب خاص تحویل آفتاب کے وقت آپنے ایک بلند مقام پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا کہ بارگاہ عزت کا فرمان ہے کہ پہونچا دو اُس حکم کو جو کچھ کہ تم پر تمھارے رب کی طرف سے ہے۔ ورنہ کوئی کام رسالت کا کیا ہی نہیں۔ ایہاالناس کیا مین تمھارا مولی ہون؟ سب نے عرض کیا

ﷺ قربانی کا جانور

بے شک آپ ہمارے مولا ہین۔ آنحضرت نے حضرت علی کا بازو تھام کر فرمایا
جس کا مین مولا ہون اُس کا مولا علی بھی ہے۔ خدایا دوست رکھنا اُس کو
جو دوست رکھے علی کو اور دشمن رکھ اُس کو جو دشمن ہو علی کا پھر دیگر محامد و
محاسنِ علی کو صراحت سے بیان فرمایا۔ تمام صحابہ نے اظہار مسرت مین علی
سے معانقہ کیا۔ آپس مین ایک دوسرے گلے ملے۔ حضرت عمر نے بھی
ہم تہنیت ادا کی کہ مبارک ہو تم کو اے فرزند ابوطالب۔ آج سے تم ہر مومن اور
مومنہ کے مولا ہوئے۔ آنحضرت کے حکم سے مخدرات عصمت نے حضرت علی کو
خیمون مین بلا کر مبارکباد دی۔ بنی ہاشم اور اکثر موافق صحابہ نے تو
خاص طور سے خوشی منائی جس کا رواج دسترخوان کے نام سے اب تک
مین تحویل آفتاب کے وقت اُن کے طرفدارون مین چلا آتا ہے۔ اسی روز
بھی ارشاد فرمایا کہ حق سبحانہ تعالی کا حکم ہے کہ آج کے دن دین اسلام
کامل ہوگیا۔ اب نزول وحی نہ ہوگا۔ نعمتین اتمام کو۔ ایام حیات اختتام کو
پہونچ گئے۔ مین تمہارے درمیان دو گرانقدر یادگارین چھوڑے جاتا ہون
یعنی کتاب اللہ سبحانہ کو اپنی عترت۔ ان سے تمسک رکھو گے تو
میرے بعد گمراہ نہ ہوگے لوگ سمجھ گئے کہ دین کی تکمیل ہو چکی۔ ولیعہد کا
تعین بھی ہوگیا۔ اب حیاتِ رسالت کا آخری دور ہے چلتے چلاتے یہ وصیت
ہے جب مدینہ پہونچے تو معلوم ہوا کہ آپ کے ایلچی زید بن حارثہ کو سلطان روم نے

بے وجہ قتل کر ڈالا ہے۔ سنہ ۱۱ھ ماہ صفر کے شروع مین آپنے اپنے دست مبارک
سے ایک علم تیار کیا۔ اور زید کے نوجوان صاحبزادے اُسامہ کو عطا فرمایا کہ
ردم جاؤ۔ اپنے باپ کا قصاص لو۔ تمام اعیان و اصحاب کو بجز ولیعہد اُسامہ
کی ماتحتی مین جانے کا حکم دیا۔ مگر طبع مبارک ناساز ہو چکی تھی۔ سُن گُن لینے والے
اتمام نعمت کا نوٹس سُن چکے تھے۔ اختتام حیات کا یقین ہو چکا تھا۔
گھڑی گھڑی کی خیر خبر ملتی رہتی تھی۔ کیونکہ صحابہ کبار کی بیٹیان گھر مین
خبر گیران تھین۔ حضرت ابوبکر کی جگر گوشہ جناب عائشہ۔ حضرت عمر کی نور دیدہ
حضرت حفصہ حضرت عثمان کی جانب سے ابوسفیان کی صاحبزادی اُم حبیبہ
خیریت رسان تھین۔ بمقتضاے مصلحت اس موقع پر ہٹنا مناسب نہ جانا۔
اور آخری نتائج کو دوسرے دن کے لئے چھوڑ دینا گوارہ نہین کیا۔ آنحضرت کو
اطلاع ہوئی اُسی تکلیف کے عالم مین سر مین پٹی باندھے حضرت علی و عباس
کے سہارے باہر تشریف لاے۔ منبر پر تشریف لے گئے۔ فرمایا۔ جو جیش اُسامہ
مین جانے سے تساہل اور تخالف کرے گا۔ وہ خدا کے نزدیک ملعون ہو گا۔
نافرمانون نے سمجھ رکھا تھا کہ فرمانرواے دارالامارت بہت جلد خالی ہوا چاہتی
ہے۔ تخت گاہ سے ولیعہد کے سوا سب ہٹائے جا رہے ہین۔ علالت
طول پکڑ چکی ہے۔ آزردہ خاطری کا اثر اب دو چار روز سے زیادہ نہین
رہ سکتا تھوڑی دیر کی بے بقا خفگی ہے برداشت کر لی نہ جانا تھے نہ گئے۔

خاص رحلت کے چار روز باقی تھے آپ نے فرمایا بلاؤ حبیب کو جناب عائشہ نے حضرت ابوبکر کو بلایا آنحضرت نے سر اٹھا کر دیکھا اور پھر سر تکیہ پر رکھ لیا جناب حفصہ نے حضرت عمر کو بلا بھیجا ان کو بھی دیکھکر آنکھ بند کر لی جناب عائشہ نے فرمایا مین سمجھ گئی سوا علی کے کسی کو نہین چاہتے۔ وہ کسی کام سے گئے ہوے تھے۔ آنحضرت نے موجودہ مجمع سے تکمیل ہدایت کو سامان کتابت مانگا' حضرت عمر نے منع کیا کہ بخار کی شدت مین ہذیان کی بات ہے کاغذ قلم دوات لانے کی ضرورت نہین ہے ہمارے لئے کتاب اللہ کافی ہے کوئی لانا چاہتا تھا' کوئی روکتا تھا باہمی اختلاف مین شور و غل مچا آنحضرت نے جھنجلا کر سب کو اپنے پاس سے اٹھا دیا۔

جب حضرت علی آئے تو اُن کو پاس بلا کر اپنی چادر مین لے لیا۔ اور کچھ باتین کین۔ جس کی خبر آج تک کانون کان کسی کو نہین ہے پھر سب کے ظاہر مین اپنے غسل و کفن و دفن اور ترتیب جیش اسامہ کے قرض ادا کرنے کی وصیت فرمائی۔ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ میرے بعد کی سختیون پر صبر کرنا۔ جب دیکھنا کہ لوگون نے دنیا اختیار کر لی ہے۔ تم عاقبت اختیار کر لینا۔

رحلت کے وقت حضرت علی کے سینہ سے سر لگا کر ۲۸ صفر سنہ ۱۱ھ کو یا بارھوین ربیع الاول تک کسی تاریخ مین اس کرۂ ہستی سے کوچ فرمایا۔ غمگسارون نے صدائے گریہ بلند کی۔ حضرت عمر باہر تشریف فرما تھے

ابنائے اسلام کی جماعت کو عظیم سانحہ اور تاریخ میں اتنا اختلاف عجیب اور کردہ تعجب

تلوار کھینچ لی اور رونے والون کو دھمکایا کہ جو مرنے کی فال بد منھ سے نکالے گا
اُسکو قتل کر ڈالون گا۔ حضرت ابوبکر اپنے مکان سُنح چلے گئے تھے وفات رسول
کی اطلاع ہوئی وہ بھی فوراً آموجود ہوے۔ دونو صاحب اُسی وقت اپنی جماعت
متفقہ سے سقیفہ بنی ساعدہ تشریف لیگئے۔ حضرت علی مع بنی ہاشم اور
بعض صحابہ صالحین تجہیز و تکفین مین مشغول ہوے اکثر مہاجرین و انصار اور مکہ
کے نومسلم سقیفہ مین جمع ہوے۔ ہواخواہان اسلام نے شورہ دیا کہ علی کو یا جس کو مناسب سمجھا جائے
جلد حکومت کا قائم مقام بنالیا جائے۔ حضرت علی کی جانب کوئی وہان ہان مین ہان
ملانے والا نہ تھا انصار نے کہا کہ ہم نے آنحضرت کی جان و مال سے نصرت
کی ہے۔ امارت کے ہم مستحق ہین اور سعد بن عبادہ اسکے لائق ہین۔ مہاجرین
نے اس سے بڑھکر استحقاق جتایا۔ کہ ہم آنحضرت کے ہم عشیرت ہین گھر بار
چھوڑ ساتھ آئے ہین۔ ہمارا حق تم سے فائق ہے۔ اور حضرت ابوبکر کو پیشوا تجویز کیا۔
حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو نامزد کیا۔ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کو ترجیح دی
اُنھون نے اپنی کمزوری کا عذر کیا۔ حضرت عمر نے ڈھارس دی کہ تم اپنی قوت
کے ساتھ میری طاقت کو بھی شامل سمجھو۔ اور فوراً ہاتھ گھسیٹ بیعت کرلی۔
مسند نبوی پر بٹھا کر خلیفہ نام رکھا امیر المومنین خطاب دیا۔ متفقہ جماعت
بیعت پر ٹوٹ پڑی پھر جو سنتا گیا وہ آتا گیا اور بیعت کرتا گیا۔ حصول خلافت
کے ترددات مین حضرات ابوبکر و عمر و عثمان و طلحہ و ابو عبیدہ جراح و عبدالرحمن

موت وغیرہ کو اتنی فرصت نہ ملی کہ آنحضرت کے جنازے کی مشایعت فرماتے
یا نماز مین شریک ہو سکتے۔

وصیت کے موافق حضرت علی نے بنی ہاشم کے ساتھ مین غسل دیا۔ تجہیز و تکفین کی،
نماز پڑھائی، دفن کر دیا، تین روز تک بنی ہاشم عزا نشین رہے۔
ادائے تعزیت کو بعض صحابہ نے تکلیف فرمائی۔ اور مسئلہ خلافت کے
تذکرے بھی چھیڑے مگر ہاشمیون کے غمزدہ مجمع نے کچھ اثر نہین لیا،
تیسرے روز حضرت علی عزاخانہ فاطمہ مین سوگوار بیٹھے تھے، آپ کے گرد بنی ہاشم
کا مجمع تھا جناب زبیر تشریف لائے دینی جوش مین ارشاد کیا کہ ہاشمیون کے
ہوتے بنی تیم کا کیا حق ہے کہ ابن قحافہ خلیفہ بن بیٹھے علی حق و قرابت اور
معلومات و شجاعت مین افضل الناس ہین تلوار کھینچ کر فرمایا کہ یہ تلوار اُسوقت
تک نیام مین نہ جائے گی۔ جب تک خلافت علی کو نہ دلائے گی۔ حضرت عمر
کو پرچہ گزرا۔ زبیر کو بلا بھیجا دربار خلافت مین پہونچتے ہی مت پلٹ گئی
ہاتھ بڑھا بیعت کر لی ایام عزا کے تین دن گزر چکے اصحاب مین سے بعض؛
اور بنی ہاشم مین سے کوئی بیعت کو حاضر نہوا خلیفہ گر حضرت عمر کو
اندیشہ ہوا سوچے کہ یہ ساری کارروائی علی کے خلاف ہاشمیون کی
عدم موجودگی مین ہوئی ہے ایسا نہو کہ بنی ہاشم سر اٹھائین حضرت
ابوبکر سے کہا کہ اُن کے سردار علی کو گرفتار کرا لو حضرت ابوبکر سیاست

کے نرم تھے۔ گرفتاری کا حکم تو نہیں دیا۔ مگر بلا بھیجا آپ کو جانے میں تامل ہوا حضرت عمرؓ نے اپنے منصوبوں میں خلل اراددن میں تساہل دیکھا چیدہ جماعت ساتھ لی خود حضرت علی کے لینے کو تشریف لیگئے درشتی سے دق الباب کیا سختی سے دروازہ کھٹکھٹایا حضرت علی قرآن مرتب فرماتے تھے باہر کرنے میں ذرا دیر لگی۔ دروازہ بند تھا، کھولنے کو جلانے کی لکڑیاں بھی منگالیں اس داروگیر میں جناب فاطمہ کو سخت صدمہ پہونچا حضرت علی کو باہر نکل آنا پڑا دربار خلافت میں حاضر کئے گئے یہاں اراکین سیاست، اور اہل شوریٰ کا مجمع تھا حضرت ابوبکر علی کی عظمت اور مراتب وقرابت سے واقف تھے بہت تعظیم سے ممتاز مقام پر بٹھایا، حضرت علی سے کہا ابوالحسن! تم کو اس لئے تکلیف دی ہے کہ تمام مہاجر و انصار نے متفق ہوکر بار خلافت مجھ پر ڈالا ہے اور میری بیعت منظور کرلی ہے۔ تم بھی اگر ان سے اتفاق کرلیتے تو بہتر ہوتا

آپ نے فرمایا تم نے میری عدم موجودگی میں لباس خلافت کو دعوائے قرابت سے اپنے جسم ناموزوں پر سج لیا، میرا حق غصب کرلیا ہے تمہیں انصاف سے کہو کہ قریب تر میں ہوں یا تم؟ ہاشمی جس میں کہ آنحضرت تھے میں ہوں کہ تم؟ میں حقیقی چچازاد بھائی، دینی برادر اکلوتی بیٹی شرعی وارثہ فاطمہ زہرا کا شوہر سابق الایمان صدیق اول ہوں میں نے آغوش رسالت میں تعلیم پائی۔

آغاز نبوت ہی میں آنحضرتؐ نے جماعت قریش سے مجھے اپنا وزیر بنایا ہجرت کی شب مکہ میں جان کی قربانی سے میں نے قائم مقامی کی مباہلہ کے روز میں چادر تطہیر میں محفوظ کیا گیا تبلیغ آیات دین کیلئے تمہارے مقابل میں میں مختص ہوا بعد بالاسلام میں بھی میرے رفعت کو کوئی نہیں پاتا جملہ فتوحات نبوی کا سہرا میرے سر رہا تمام غزوات میں فوج کا علمدار ہر معرکہ میں آنحضرت کا سینہ سپر ہمیشہ سب کا افسر رہا کبھی کسی کا ماتحت نہیں بنایا گیا بدر کے مشرکین میرے ہاتھ سے سزا کو پہونچے اُحد کے علمدار میری تلوار نے کاٹے "لافتیٰ الا علی لاسیف الا ذوالفقار" کی خصوصیت پائی آنحضرت کی زرہ آپکا عمامہ آپکی کمر کا پٹکا تلوار ذوالفقار مجھ پر مرحمت ہوئی خندق میں عمرو ابن عبد ود کو مارا جمیع کفر وجمیع اسلام کا فیصلہ میرے ہاتھ رہا خیبر میں یحبہ اللہ ورسولہ کا خلعت فاخرہ کرار غیر فرار کا خطاب مجھے عنایت ہوا وادی حنین میں میرے لیے ثبات نے اسلام کی آبرو رکھی دین کو یہ دن اسلام کو یہ نام میرے ہاتھوں نصیب ہوا میں افشا کا منصب اور آنحضرت کا رازدار ہوں غزوہ تبوک کے وقت ھارون بمنزلۂ موسیٰ بنکر آنحضرت کا جانشین رہا حجۃ الوداع میں غدیر خم کے مقام پر سب کا مولیٰ بنایا گیا میری ولیعہدی کی تکمیل پر دین کی نعمتوں کا خاتمہ ہوا نبی کی نیابت خلق اللہ کی امامت ہے جو خدا کی جانب سے ہر

مودۃ فی القربیٰ کا حکم خدا سے پا چکے ہو۔ عترت سے تمسک رکھنے کی ہدایت
رسول سے مل چکی ہے اپنے اختیار سے امام بننے یا بنا لینے کے لئے کہاں سے
بن آئے آنحضرتؐ نے مجھے تمام امانتوں کا امین کیا۔ اپنے غسل و کفن کا کفیل
بنایا نماز کی وصیت کی۔ دفن کی اجازت دی ولیعہدی کی۔ بنیاد
قائم مقامی کی بنا نیابت کے اطمینان پر جیش اُسامہ کا قرضہ ادا کرنے کی
ہدایت فرمائی قرض کا ولی فرض کا وصی کیا تمہارا کون سا حق ہے جس سے
تم خلیفہ بن بیٹھے تم میں جو خوبیاں ہیں وہ سب بفضلہ مجھ میں موجود ہیں
میرے جو اوصاف ہیں وہ تم میں سے کسی کو نصیب نہیں خلافت میرا حق ہوا
کہ تمہارا؟

دربار خلافت میں حضرت عمر زیادہ پیش پیش تھے فرمایا بیعت نہ کروگے
تو خدا کی قسم ہم تم کو قتل کر دینگے۔ آپ نے فرمایا کیا تم بندۂ خدا کو بے خطا
اور اخو رسول کو بے قصور قتل کروگے حضرت عمر نے کہا کہ بندۂ خدا تو ہم تم کو
جانتے ہیں مگر اخو رسول نہیں مانتے اس جواب پر حضرت علی کا چہرہ متغیر ہو گیا۔
فرمایا پناہ بخدا ایسے متکبروں سے جو روز جزا کا یقین نہیں رکھتے ابو عبیدہ جراح
نے کہا ابو الحسن! بے شک تمہیں مستحق خلافت ہو مگر اب تو تمام صحابہ متفق ہو کر
ابوبکر کی بیعت کر چکے ہیں تم بھی بیعت کر لیتے تو بہتر ہوتا آپ نے فرمایا!
ابو عبیدہ تم تو امت کے امین بنتے ہو خدارا حق بات کہو حضرت عمر سے

لہ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ (القرآن)
ٹہ انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی ...... الخ مسلم

جو حضرت ہمارے گھر اترا اسے چھین کر اپنے گھروں میں نہ لیجاؤ جبرئیل ہمارے گھر تک وحی ہمارے گھر آئی قرآن ہمارے گھر آیا باب مدینۃ العلم نبوی عالم علوم فقہ و دین و سنت ہم ہیں دین کے اسرار خلق خدا کے لئے مصالح ہم بہتر جانتے ہیں بشیر بھی شبیر تمہ ہیرتے بول اٹھے اے علی بخدا میں کے پہلے یہ باتیں اگر تم کرتے تو کسی کو کچھ عذر نہ ہوتا مگر انتخاب کے وقت تو تم گھر میں بیٹھے رہے جب خلافت نامزد ہو چکی تو استحقاق جتانے نکلے حضرت علی نے فرمایا بشیر! کیا میں بھی تم لوگوں کی طرح جسد رسول کو بے غسل و کفن چھوڑ دیتا؟ اور طلب خلافت کو سقیفہ دوڑا جاتا! اور پھر کیا جانتا تھا کہ تم لوگ اتنا جلد احکام الٰہی اور فرمان رسول کو بھلا دوگے اور جان بوجھ کر میرے حقوق سے انکار کروگے حضرت عمر نے جھنجلا کر حضرت ابو بکر سے کہا کہ تم کیوں نہیں حکم دیتے حضرت ابو بکر نے بات کو ٹال کر نہایت رادر سانیت سے کہا، ابو الحسن! اگر میں جانتا کہ تم میری خلافت سے مخالفت کروگے تو میں ہرگز اسے منظور ہی نہ کرتا لیکن اب سب بیعت کر چکے۔ تم بھی مان لیتے تو میری خطا صواب ہو جاتی۔ اس وقت اگر کچھ تامل ہو تو کیا مضائقہ حضرت علی نے بیعت نہیں کی اٹھ کر اپنے گھر چلے گئے اور خاموشی سے خانہ نشین ہو گئے۔

پھر کئی مرتبہ حضرت عمر نے گرفتاری کیلئے حضرت ابو بکر کو ابھارا، مگر وہ راضی نہوئے۔ اور کہا کہ فاطمہ کے ہوتے میں علی کو مجبور نہ کرونگا۔

فدک کا مقدمہ — اتبک اخراجات کے کفیل آنحضرت تھے۔ حضرت ابوبکر کے زمانے میں حضرت عمر کے ہاتھ اختیار رہا تو فدک کی آمدنی بند کردی معاش کا بار بھی پڑ گیا یہودیوں کے باغیچوں میں پانی دے کر آذوقہ فراہم کرتے رہے فدک ضبط ہوا تو جناب سیدہ نے حضرت ابوبکر کو مدعا علیہ بنا کر دربار صدیقی میں استغاثہ دائر کیا دو گواہ دئے حضرت علی اور ام ایمن قرابت کی وجہ سے عدالت نے شہادت کی وقعت نہیں مانی پھر پوری دو شہادتیں بھی نہیں ڈیڑھ شہادت قرار دی بحث میں جناب صدیقہ عائشہ کی زبانی حدیث پیش ہوئی کہ ہم انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہے۔ جو ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے جناب فاطمہ نے فرمایا خدا کے حکم اور قرآن کی رو سے تم سب کی اولادیں تمہاری وارث ہیں مگر جناب عائشہ صدیقہ کے زبانی اختراع سے فاطمہ اپنے باپ کا ورثہ نہیں پا سکتی۔ قرآن کے خلاف حدیث عبرت! اور صد ہزار عبرت!! مدعا علیہ نے اپنے اختیار حکومت سے اپنے حق میں ڈگری لے لی اور مدعیہ کا دعویٰ ڈسمس کر دیا۔

دو سے
دونو ورث
آگے

اب اور بھی قلت معاش کی پریشانیاں بڑھ گئیں حضرت ابوبکر بنت رسول کے حقوق سے باخبر تھے پھر کچھ سوچ سمجھ کر اپنے سیدھے سادھے پن میں جناب فاطمہ کو فدک کا وثیقہ لکھ کر دیدیا اتفاق سے حضرت عمر اس موقع پر پہونچ گئے پوچھا یہ کیسا کاغذ ہے۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا فاطمہ کو فدک کا میثاق نامہ

ہیں نے اپنی طرف سے لکھ دیا ہے حضرت عمر نے جناب فاطمہ سے چھین کر
بحاو ڈالا[1] فرمایا مسلمانوں کو نفقہ کہاں سے دو گے عرب ڈنکا مچا دیں گے۔

کچھ عرصہ بعد جناب فاطمہ نے فاروقی صدموں سے رحلت فرمائی تو حضرت
علی سخت محزون و مضمحل ہو گئے لوگوں نے بہت چاہا کہ فتنہ و فساد کے اہتمام
گا کر آپ کو حکومت کا ملزم قرار دیں مگر آپ کے بے لوث دامن پر دھبہ تک
نہ لگ سکا لوگوں نے بار ہا ابھارنا چاہا ابوسفیان نے آکر کہا ابوالحسن بنی ہاشم
کے ہوتے بنی تیم خلافت لے جائیں تم کہو تو ابھی مدینہ کو سواروں اور پیادوں
سے بھر دوں آپ نے فرمایا تم سے یہی امید ہے اسلام میں تم ہمیشہ کے فتنہ انگیز
ہو۔ قوم کی بھی جمائی اتحادی قوت کو توڑنا چاہتے ہو ہم دین کے
محافظ ہیں ہمارے صبر کا محل سکوت کا موقع ہے کیونکہ اسلام میں باد حوادث
چل رہی ہے فتنہ و فساد کے طوفان اٹھ رہے ہیں۔ ہر نااہل اپنے کو
اہل امارت سمجھ رہا ہے مسیلمہ دعائے نبوت پر آمادہ ہے جا بجا طوائف الملوکی
ہے سرحدوں پر بغاوت پھیل رہی ہے فرقہ میں تفرقہ مناسب نہیں ہے۔
مجھے آنحضرت کی وصیت ہے کہ جب دیکھنا لوگوں نے دنیا اختیار کر لی ہے
تو تم عاقبت اختیار کر لینا حضرت علی نے باہمی اختلاف میں شورش جماعت
میں تفرقہ گوارا نہیں کیا، احکام میں مداخلت، حکومت میں رخنہ حکم میں
درازدرازی کبھی نہیں چاہی جب تک حضرت ابوبکر مسند نشین رہے آپ

خاموش خانہ نشین رہے صرف دینی مسائل حل کر دیا کرتے کیونکہ آپ کے فدائے دوست دشمن کو تسلیم تھے حضرت ابوبکر نے سوا دو برس برائے نام خلافت کی انکی خلافت حکومت فاروقیہ کا ایک ضمیمہ تھی نظم و نسق سب حضرت عمرؓ کے ہاتھ رہا انھوں نے ہاشمیوں کے برخلاف بدر کے زخم رسیدہ بنی امیہ کو ممالک کا عہدہ دار اُحد کے عزیز مردہ آل عبدالدار کو افواج کا سردار بنایا مکہ کے نو مسلم قصاص اندیشوں کو دربار اسلام کی امیر الامرائی پر سرفراز فرمایا۔ خلافت اولی میں اوائل اوائل حضرت علی کے قتل کی بھی سازشیں رہیں مگر ان کی سیدھی روش آڑے آئی کامیابی نہوئی جب ان کی مقدس ہستی ہر طرح بے ضرر ثابت ہوئی تو حضرت عمر بھی دب بیٹھے، تھے بڑے مردم شناس جب خود سریر خلافت پر بیٹھے تو حضرت علی کو دانا دشمن جان کر اپنی مجالس شوریٰ میں بلا بلا کر بٹھانے لگے۔

محاربات اور دینیات میں رائے بھی لیتے رہے جانتے تھے کہ دینیات میں آنحضرت کے سکھائے پڑھائے ہیں جنگی مہمات کے خود مشکل کشا ہیں ان کی قیمتی رائے کو باریک نظر سے دیکھتے اچھی طرح ٹھوک بجا کر پرکھتے عزت سے مانتے خوش نتیجہ پاکر صلاح پر چلتے جب اس عالی ظرف بشر کے تقویٰ اور توکل کے پاکیزہ دامن پر دنیا دی ہوس کا دھبہ نہ دیکھا تو اموال غنیمت سے اصحاب بدر کے برابر حق بھی دینا شروع کر دیا حضرت علی حق مبادار

دے دیتے مگر خدا جانے کیا سمجھتے کہ بدل دیرو نشان فرما دیتے۔ پر صلاح دوستانہ

مشورے مخلصانہ رائے نیک نیتی سے دیا کرتے چنانچہ جنگ عراق عجم آپ ہی

کی مستحسن رائے سے ہوئی اور آپ ہی کے انتخاب سے نعمان بن مقرن اور حذیفہ

بن الیمان جہاد پر بھیجے گئے، مال غنیمت بھی اتنا ملا کہ مسلمان مالا مال ہو گئے

صرف ایک آتش کدہ سے اتنا جواہر ہاتھ لگا کہ جس کا خمس چار کروڑ کو فروخت ہوا

تھا حضرت شہربانو اسی جہاد میں داخل اسلام ہوئیں۔ فیروز مجوسی قاتل حضرت

عمر بھی اسی جنگ میں گرفتار ہو آیا تھا فتوحات فاروقیہ میں اسی فتح کا نام

فتح الفتوح ہے۔ فتح بھی ایسی فتح کہ پھر عجم کو عرب سے مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی

اسی طرح جب حضرت عمر بیت المقدس کی عقدہ کشائی کو تشریف لے چلے تو

مدینہ میں اپنی حکومت کا چارج حضرت علی کو دیتے گئے مگر احتیاط یہ فرمائی کہ

حکومت حضرت علی کے سپرد کی۔ اور حضرت علی کو اپنے سمجھے بوجھے لوگوں کی

نگرانی میں دیا فرماتے گئے کہ حکومت حضرت علی کے سپرد ہے حضرت علی

تمہارے حوالے ہیں اور تمہیں خدا کو سونپتا ہوں دور فاروقیہ میں عدیم الفرصت

رہنے کے لئے فتاوی کا دشوار کام اور الجھے رہنے کو قضا کا کثیر الشغلہ منصب بھی

حضرت علی کے سپرد رہا۔

یوں تو بنی امیہ اور آل عبد الدار شہنشاہیت سے بنی ہاشم کے مقابل اور

مخالف تھے مگر بدر و احد کی شکستوں سے زور ٹوٹ گیا تھا البتہ دلوں پر

ذوالفقار علی کے جرکے موجود تھے قتل اعزا کے زخم آئے تھے غم وغصہ سے جلے بھُنے قصاص کی آگ انتقام کی چنگاریاں سینوں میں دبائے خون کے پیاسے تھے دبے رہتے تو آئندہ خونریزیاں اس حد تک نہ پہونچتیں حضرت عمر نے حکومت پر قابو پاتے ہی پہلے ہاشمیوں کا زور توڑ دیا نظام مملکت سے آل ہاشم کے تعلقات اُٹھا دئے دربار میں اُن کے بہی خواہوں کو دھنسنے نہیں دیا دفاتر اور مالی وملکی محکمے بنی ہاشم سے محفوظ رکھے افواج کی جانب تو پرچھائیں بھی نہ پڑنے پائی برخلاف اسکے بنی اُمیہ کی دبی دبائی قوت کو اُبھارا۔ زیاد بن ابو سفیان کو اپنا میر منشی بنایا یزید ومعاویہ پسران ابو سفیان کو شام کا گورنر کیا۔ اُن کے حلیف اور بنی ہاشم کے قدیم معاند آل عبد الدار کو افواج کی سرداریاں ملک کی امارتیں تفویض فرمائیں چلتے چلاتے بنی امیہ کے میر خاندان حضرت عثمان کو ترکیبوں سے خلیفہ بنا گئے۔

حقیقت میں خلافت کے بانی اور خلیفہ گر حضرت عمر تھے سقیفہ میں خلافت انھیں نے اپنے دست مبارک سے قائم فرمائی ابوبکر کو خلیفہ بنایا آپ بنے حضرت عثمان کو بناتے گئے آخری وقت وصیت فرمائی کہ خلافت ان چھ آدمیوں میں منحصر رکھنا۔ علیؑ، زبیر، طلحہ، سعد وقاص عبد الرحمن عوف، عثمان، علی کے مزاج میں مزاح ہے اور خلافت کے بیحد حریص ہیں اپنی جان کی قسم تم اُن کو خلیفہ نہ بناؤ گے اگر

بنا دیں گے تو یقین مانو چاہے تم خوش ہو یا ناخوش وہ تم کو امر حق پر چلائے
بغیر نہ رہیں گے پھر جس شخص کو خلافت کی اتنی ہوس ہو اُس کو یہ منصب
دینا بھی مناسب نہیں ہے زبیر کریہ الاخلاق ہیں طلحہ متکبر اور رکیک الطبع
ہیں سعد اچھے سپہدار ہیں مگر اس کام کے لائق نہیں ہیں عبدالرحمن
نیک ہیں مگر کمزور ہیں ہاں عثمان اس لائق ہیں مگر ڈر ہے کہ آل معیط
کو مسلمانوں پر مسلط نہ کر دیں وصیت میں خلافت کے لائق ہونے کے لئے حضرت
علی کا نام بھی برائے نام گنا دیا ناکارہ بھی سمجھا دیا اور حضرت عثمان کے
خالہ زاد بھائی عبدالرحمن عوف کو خلیفہ بنانے کا دوہرا اختیار دے گئے اور
اپنے بھائی صہیب کو وصیت فرمائی کہ جو شخص اس انتخاب سے اختلاف کرے
اُس کو قتل کر ڈالنا۔

۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ کو جب خنجر فیروزی سے حضرت عمر کا خاتمہ ہو گیا تو
عبدالرحمن عوف نے حضرت عمر کی بنائی ہوئی اسکیم سے شوریٰ کی مجلس مرتب کی
امیدواران خلافت انتخاب کے واسطے جمع ہوئے جناب صہیب حسب وصیت
سروں پر تلواریں لے کر کھڑے ہو گئے سب نے عبدالرحمن عوف کو چیرمین بنایا۔
انھوں نے پہلے حضرت علی سے پوچھا کہ تم کو خلفاء گزشتہ کے رویہ پر چلنا
منظور ہے؟ حضرت علی نے صاف انکار کر دیا فرمایا کہ خدا کے احکام
اور فرمان رسول کی متابعت کروں گا۔

حضرت عثمان سے پوچھا اُنھوں نے حضرات ابوبکر و عمر کی پیروی کا اقرار کرلیا عبدالرحمٰن نے ہاتھ بڑھاکر بیعت کی منتظر ہاتھ بیعت کو بڑھنے لگے حضرت علی نے بیعت کا طرزِ عمل دیکھ کر فرمایا یہ آج پہلا دن نہیں ہے جو تم لوگوں نے مل کر اہلبیت رسول پر غلبہ کیا ہے خیرا صبر بہتر ہے۔ اے عبدالرحمٰن خدا کی قسم تم نے عثمان کی بیعت اس لئے کی ہے کہ امر خلافت بنی امیہ کی جانب پھر جائے، یہ کہتے ہوئے باہر نکل آئے، مقداد نے کہا اے ایکا کرنے والو! تم نے جس سے دین کی دولت دنیا کی ثروت دونوں پائیں امر خلافت کو اُسکی عترت سے پھیر کر کدھر لئے جا رہے ہو، جس طرح تم اسکے اہل سے چھین کر غیر اہل کو دے رہے ہو یقین رکھو کہ خدا تم سے لے کر تمھارے غیر کو دیدے گا۔ اے عبدالرحمٰن تم نے علی کو ترک کیا حالانکہ اُن سے بڑھ کر نہ کوئی اعلم ہے نہ اقضیٰ بالعدل نہ اُن سے زیادہ کوئی ذی حق عبدالرحمٰن نے کہا آپ لوگ اس کا کچھ خیال نہ فرمائیں۔

خلافتِ سوم حضرت عثمان کے خلیفہ ہوتے ہی بنی امیہ کی بن آئی، بھو کے قرابت داروں نے آکر اُن کو چاروں طرف سے گھیر لیا، تھے یہ بھی بہت سیر چشم بیت المال کے توڑوں کا منہ کھول دیا اور بنی امیہ کے گھر بھر دیے، اپنے چچازاد بھائی حکم بن عاص مردود بارگاہ رسالت کو بلاکر اپنے ظل حمایت میں پناہ دی، بیت المال سے سو ہزار دینار عنایت کئے، اُنکے

فرزند مروان بن حکم راندہ درگاہ نبوی کو اپنے قرب و قرابت سے سرفراز فرمایا دامادی کا خلعت عطا کیا پایۂ تخت کا مشیر احکام کا میر منشی دربار کا وزیر بنایا جواہرات کسریٰ اسلام کے بیت المال سے نکلوا کر ان کی بیوی (اپنی بیٹی) کو پہنا دئے (حق فاطمہ) فدک کا خالصہ جاگیر میں دیا امیر الامرائی کے منصب جلیل پر ممتاز ہوئے مزید براں خمس غنائم افریقہ ۵ لاکھ دینار نقد عنایت ہوئے خلافت کی مُہر حکومت کا قلمدان سپرد ہوا اندر باہر سیاہ سفید کے مالک ہو گئے

حضرت عثمان کی کمزوری سے مروان کی قوت روز بروز زور پکڑتی گئی ان کے بھائی حارث بن حکم کو (حق العباد) بازار مہزوں کی معافی ملی دوکانداران مدینہ سے دہیکی دلوائی دربار نبوت کے جہنمی لقب ولید بن عقبہ اپنے مادری بھائی دائم الخمر کو عمار یاسر کی جگہ کوفہ کا حاکم کیا۔ واجب القتل عبد اللہ ابن ابی سرح اپنے رضاعی بھائی کو افریقہ کا گورنر بنایا عبد اللہ ابن عامر اپنے خالہ زاد بھائی کو بصرے کی حکومت دی عبد اللہ ابن اسید اپنے بھتیجے کو تین لاکھ درہم عنایت کئے عبد اللہ بن خالد اپنے چچا زاد بھائی کو ایک لاکھ دینار عطا فرمائے صوبوں کی امارت پر بنی امیہ دردربار میں بنی امیہ کاروبار میں بنی امیہ جدھر دیکھو اُدھر بنی امیہ سردربار بنی امیہ کے سردار ابو سفیان نے پکار کر کہا ہاں! اے بنی امیہ!! لینا ہاتھوں ہاتھ اس بادشاہی کو

قسم ہے نہ حساب ہے نہ عذاب نہ حشر ہے نہ قیامت نہ بہشت ہے نہ دوزخ
نہ وحی آئی نہ فرشتہ محض بنی ہاشم کا بنایا ہوا گورکھ دھندا ہے ملک گیری
کی چال دین کی آڑ میں دنیا حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اس نثرخوانی کا صلہ
دربار خلافت سے ۲۲ ہزار نقد ملا۔ اُن کے فرزند عالی مقام کو ملک شام کا
نیا فرمان عطا ہوا۔

حضرت علی سے نئی مخالفتوں کی پہلی بسم اللہ

شجاع مسجد میں حضرت عمر کو خنجر مار کر نمازیوں کی صفوں کو چیرتا پھاڑتا بھاگا
جس نے روکا اُس کو خنجر مارا ۱۴ آدمی گھائل ہوے ۶ کو جان سے مارا
ایک شخص نے چالاکی سے اپنا کمل شجاع پر ڈال دیا شجاع نے خود کو کمل میں
الجھا پایا اپنا کام آپ تمام کرلیا خلیفہ اول کے صاحبزادے عبد الرحمن نے شجاع
کا خنجر اُٹھا لیا عبیداللہ بن عمر کو دکھا کر کہا یہ خنجر کل میں نے ہرمزان کے ہاتھ
میں دیکھا تھا جب کہ وہ جھنیہ کے گھر جارہا تھا عبیداللہ انتقام خون پدر
میں مدہوش تھے سرہنگی کا بھی جوش تھا غصّہ میں آپ سے باہر ہو گئے
آؤ دیکھا نہ تاؤ ہرمزان اور جھنیہ کو اُن کے گھروں میں گھس کر مار ڈالا
حضرت عثمان جب سریر خلافت پر جلوہ فرما ہوے تو ہرمزان اور جھنیہ کے
ورثاء نے استغاثہ دائر کیا۔ حضرت عمر کا اصل قاتل ابو لولو شجاع نرسی تھا،

وہ آپ خودکشی کر چکا تھا، ہرمزان اور جبینیہ پر شبہ ہی شبہ میں شجاعت آزمائی
ہوگئی دعوی دائر ہونے سے حضرت عثمان سخت متردد ہوئے۔ اِدھر خلیفہ زادے
کا قدم درمیان اُدھر جبینیہ اور ہرمزان کا خون ناحق جانبین سے طرفداروں کا
اژدحام صحابہ سے رائے لی وہ بھی جانب داری سے خالی نہ تھے خلیفہ زادے
کا پاس لازمی بے گناہوں کے خون کا قصاص واجبی کریں تو کیا کریں
حضرت علی سے فتویٰ لیا آپنے ہرمزان کا خون عبیداللہ پر عائد کیا اِس
بے لاگ فیصلہ پر جماعت فاروقیہ برہم ہوگئی حضرت عثمان کو بھی بہت بار ہوا
مگر اپنے پاس سے خوں بہا دیا اور محسن زادے کی جان چھڑائی عبیداللہ بن عمر
حضرت علی سے کشیدہ ہوکر معاویہ سے جا ملے اور صفین میں باغیوں کے ساتھ لڑنے
لگے ان کے بڑے بھائی عبداللہ بن عمر تمام عمر حضرت علی کی بیعت سے دستکش
رہے آخر وقت یزید قاتل حسین کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر انجام بخیر کیا

ابوذر کی مخالفت آنحضرت کے جلیل القدر صحابی ابو ذر غفاری جو نہایت متقی اور
صادق القول تھے۔ پہلے تو ادھر سے اُدھر شہر بدر ہوا کئے پھر سیاست کے لئے
معاویہ کے پاس شام بھیجدئے گئے ان کو دربار معاویہ کی پابندی معاویہ کو
ان کی زبان کی آزادی بہت کھلی یہ خاندان رسالت کے طرفدار تھے،
مسجدوں میں بیٹھ کر علی کے حقوق و فضائل کا تذکرہ کیا کرتے۔ معاویہ کو یہ گزرا
حضرت عثمان کو شکایت لکھ بھیجی کہ ابوذر کی وجہ سے شام میں نظام حکومت کو

ضرر پہونچ رہا ہے آپ نے حکم دیا کہ بلا قیام و مقام حضور میں بھیجدو معاویہ نے اُنھیں اونٹ
کھرّے پالان بدخو ساربان کی حراست میں مدینہ روانہ کیا ضعیفی کا عالم دن
رات کی جاگ اونٹ کی کوڈھبی چال پالان کی زحمت سے رانوں کی
چربی نکل آئی ساربان کی ترش روئی سے دل میں زخم پڑ گئے حاضر دربار ہوے
تو سخت کلامی سے نمک چھڑکا گیا ابوذر نے کہا سچ فرمایا ہے آنحضرت نے
کہ جب اولاد ابو العاص بن امیہ گنتی میں دنوں کے برابر ہو جائیں گے'
دینِ خدا میں خیانت کرینگے بندگان خدا کو چاکر بنائینگے اُن کے مال
سے اپنے گھر بھر لیں گے خدا کی پناہ اُن سے حضرت عثمان نے حضار
مجلس سے پوچھا کہ تم لوگوں نے یہ حدیث آنحضرت سے سُنی ہو سب نے ابوذر کو
جھٹلا دیا دربار کی ہوا گھوم گئی جو جانتے تھے وہ بھی مکر گئے حضرت علی
تشریف لائے اُن سے بھی دریافت کیا گیا آپ نے فرمایا میں نے آنحضرت
کی زبان مبارک سے خود تو نہیں سُنا مگر ابوذر کہتے ہیں تو ضرور سچ ہے
کیونکہ آنحضرت سے یہ ضرور سُنا ہے کہ ابوذر زمانے بھر کا سچا ہے، حضرت
عثمان نے کہا یہ پیر کذاب فساد کے لئے فتنے برپا کرتا ہے اس کو شہر
سے نکال دینا چاہیئے حضرت علی نے فرمایا کہ بوڑھے ابوذر کو نہ ستاؤ
اگر غلط کہتا ہے اس کا وبال اُسکے سر اگر سچ کہتا ہے تو بات
سامنے آئے گی اور ہو کر رہے گی حضرت عثمان کو غصہ آگیا فرمایا تمہارے

منہ میں خاک حضرت علی نے ارشاد کیا کیسے بے انصاف ہو معاویہ کی حکایت
پر رسول خدا کے دوست کو برا بھلا کہتے ہو بہانے پر بگڑتے ہو تمھارے منہ
میں خود خاک عثمان نے علی کو تو کچھ جواب نہ دیا مگر ابوذر سے فرمایا میرے
شہر سے نکل جاؤ حضور خلافت سے ابوذر کو جلا وطنی اور صحرائے ربذہ میں
حبس دوام کا حکم ملا اُن کے وداع کرنے کی عام ممانعت ہوئی ابوذر مروان کی
حراست میں مدینے سے نکالے جانے لگے تو حضرت علی مع بنی ہاشم ملنے کو
تشریف لیگئے مروان نے بے ادبی سے روکا آپنے جھڑک دیا کہ دور ہو
جہنمی اور اسکے اونٹ کو ایک چابک رسید کیا مروان حضور خلافت میں اگر
ہتک حرمت کے فریادی ہوے شام کو حضرت علی ملنے آئے تو
حضرت عثمان نے جھلائے ہوئے لہجہ میں شکایت کی کہ تم نے میرا حکم روکا مروان
کے اونٹ کو مارا اُس کو جہنمی بنایا۔ آپ نے فرمایا میں نے تمھارا
حکم نہیں روکا، بلکہ مروان نے مجھے روکا، میں نے اُسے دُتکار دیا،
پھر تمھارا حکم اگر امر حق کے خلاف ہو تو کیا میں اُس کا بھی اتباع کروں. میں نے
مروان کے اونٹ کو تازیانہ مارا ہے، زیادہ بریں نیست میرا اونٹ باہر موجود ہے
وہ بھی میرے اونٹ کو ایک چابک مارلے، ہاں جابجا منہ سے نکالے گا تو
کرارے جواب دونگا اور اُس سے بڑھ کر تم کو کہونگا جو جھوٹ بھی نہ ہوگا.
حضرت عثمان غصہ سے لال ہوکر گھر میں چلے گئے، دوسرے روز درباریوں سے شکایت فرمائی کہ

جلی ہیں کے عیب گیردن کے مددگار ہیں۔

مزید مخالفت حضرت عثمان کے مادری بھائی ولید بن عقبہ بن ابی معیط کوفے میں گورنر تھے شراب پی کر نشہ میں نماز پڑھائی۔ بزرگان کوفہ نے دربار خلافت میں شکایت بھیجی سب کے سب طلب ہوئے گواہ گزرے ثبوت پہونچا۔ جرم ثابت ہوگیا حضرت علی سے فتوی لیا گیا۔ آپ نے بلا رورعایت سزا کا فتوی دیا ولید اور اُنکا قبیلہ آل معیط آزردہ ہوگیا حضرت عثمان کو بھی گران گزرا

حضرت عثمان نے اپنے ذوی القربیٰ کا بہت خیال کیا۔ بیت المال سے اُن کو مالا مال کردیا لوگوں نے اعتراض کیا تو فرمایا کہ یہ تو مال دنیا ہے اگر بہشت کی کُنجیاں میرے ہاتھ اختیار ہوتیں تو میں بنی امیہ کو دیدیتا اُن کی ناک خدا خاک پر رگڑے جن کو ناگوار ہو۔ اِس عطا کو خطا بتانے پر آنحضرت کے جلیل القدر صحابی عمار یاسر کی بُری گت بنائی گرا کر اُن کے انثیین اپنے پیروں سے روندڈالے۔ بنی امیہ کے خلاف حدیث بیان کرنے پر جنتی ابو ذر غفاری کو جلا وطن کیا۔ کھری بات پر مالک اشتر کو پہلے ادھر اُدھر شہر بدر کیا۔ پھر رگ گردن نرم کرنیکے لئے معاویہ کی حراست میں دے دیا حفاظت قرآن پر علم قرآن کے رکن اعظم عبد اللہ ابن مسعود کی پسلیاں توڑیں معزز کعب بن جبیدہ کو کوڑوں سے پٹوایا بنی امیہ کی بے عنوانیوں سے اکثر

اصحاب رسول نے مجالس عثمانیہ مین جانا ایک قلم چھوڑ دیا، ممبران شوریٰ نے
معاملات ملکی کے صلاح و مشورے سے ہاتھ کھینچ لیا، مسجد نبوی کی صحبت دربار
خلافت کی شرکت ترک کر دی۔

حضرت عثمان زید بن ثابت کے مشورے سے قرآن مرتب فرما چکے تو ادھر ادھر کے
لکھے ہوے قرآن جلا ڈالے اس پر بعض صحابہ برہم ہو گئے شکایت سنتے سنتے
اُن کے خلیفہ گر عبد الرحمن عوف بھی اکتا گئے ملنا جلنا قطعاً چھوڑ دیا سعد
وقاص بھی کھنچ گئے سعید عامل کوفہ نے حکومت کے زعم مین ان کے بھتیجے
ہاشم بن عتبہ کا گھر جلا ڈالا سعد نے حضرت عثمان سے شکایت کی سعید کی
کی خاطر سے حضرت عثمان نے بات کو ٹالنا چاہا سعد نے جھنجھلا کر سعید کا
گھر مدینہ مین جلا دیا اور غصے سے آگ ہو کر گھر میں بیٹھ رہے عمال کی
بداعمالیوں سے رعایا تلملا اٹھی ہر طرف سے چیخ پکار ہر چہار جانب سے فریادیں
کانے لگیں سعید بن العاص کے غرور و نخوت عبد اللہ عامر کے ناگوار طرز عمل
اور عبد اللہ ابن ابی سرح کے ظلم و جور سے عاجز آ کر مصر. بصرے کوفے کے
باشندوں نے پایۂ تخت خلافت کو آگھیرا مصر کی معزولی سے جھنجھلا کر عمر عاص
نے حضرت عثمان کی بہن ام کلثوم کو طلاق دیدی اور مصریون سے ساز کر لیا
اسی زمانے میں شام کے گورنر معاویہ حضرت عثمان سے ملنے آئے دار الخلافت
کو پُر آشوب خلیفۂ عصر کو نرغہ میں گھرا پایا ٹال کر شام کو چلتے بڑے

باغیوں کے جتھے کئی دن تک شہر میں گھومتے رہے جمعہ کے روز سب کے سب مسجد
میں گھس آئے اور عمر عاص کو سرغنہ بنا کر عمال کے دست جور کے فریادی ہوئے
حضرت عثمان نے معذرت کر لی اصلاح کا وعدہ کیا اُن کی شورش کم ہو گئی،
مسلمانوں کا ناراض گروہ حضرت عثمان کی عذر خواہی پر کسی قدر پسیجا اُنکے
منتخب لوگ مکان پر ملنے آئے مروان ہر وقت کے دربان تھے باریاب نہونے
بدکلامی اور ترش روئی سے پیش آئے وہ لوگ اور زیادہ ناراض ہو کر اُلٹے پاؤں
پلٹے اور پہلے سے زیادہ اُدہم اُٹھایا حضرت عائشہ کا درماہا کچھ کم کر دیا تھا
اسلئے وہ بہت ناراض تھین اُن کے والد کے مرتبہ قرآن صدیقی کو دیگر
قرآنون کے ساتھ جلوا دیا، اسپر اور برافروختہ ہو گئیں غصہ میں حکم لگا کر
دکہ قتل کر دو اس کا نعثل کو) حج کو تشریف لے گئین حضرت زبیر نے کونے والون
کو اشارہ کر دیا عمر عاص نے مصریون کو اُبھار دیا، طلحہ مدینے کے بلوائیون
کے ساتھ ہوے. سب نے متفق ہو کر دار الخلافت کو گھیر لیا جب یورش زیادہ
ہوئی تو حضرت عثمان نے معاویہ کو امداد کے واسطے لکھا اُنھین نے سماعت کی
حضرت علی کو بُلا کر اعانت چاہی آپنے حضرت عثمان سے مروان اور عبداللہ
ابی سرح کی معزولی اور بد اعمال عمالونکی موقوفی کا اقرار لیا باہر آ کر باغیون کو
سمجھایا شورش دھیمی پڑی بلوہ فرو ہوا حضرت علی کے مشورے سے مروان
اور عبداللہ بن ابی سرح معزول ہوے اور محمد بن ابا بکر کو مصر کی گورنری کا

فرمان ملا۔ اس انتظام سے مصر والے بہت خوش ہو گئے کوفے اور بصرے والوں کو بھی امید پڑی مدینہ والے بھی مطمئن ہوے شہر میں امن وامان ہو گیا۔ گھروں کے دروازے کھل گئے کاروبار جاری ہوے عمر عاص امارت مصر سے مایوس ہو کر فلسطین چلے گئے۔

محمد بن ابا بکر فرمان لے کر فلسطین بجاے مصر روانہ ہوئے۔ غضب یہ ہوا کہ حضرت عثمان نے حضرت علی سے اقرار مدار کے بعد مروان کی معزولی مسترد کردی بدستور مہر قلمدان حکم الحکام مروان کے ہاتھ اختیار رہا، جس سے بلاے عظیم کا سامنا ہو گیا مروان نے عبد اللہ ابن ابی سرح والی مصر کو حضرت عثمان کی طرف سے فرمان لکھا کہ مصر کے باغیوں نے پایہ تخت خلافت میں آ کر بلوا مچایا تھا۔ ہم نے اُن کو ٹالنے کے لئے تمہاری معزولی اور محمد بن ابا بکر کو ماموری کا فرمان لکھ دیا ہے۔ جس وقت محمد بن ابا بکر معزولی کا فرمان تم کو دیں قبول نہ کرنا ان کو ذبح کرنا اُن کے ساتھیوں کو بانواع عقوبت قتل کرا ڈالنا اور بدستور امارت پر برقرار رہنا۔

فرمان کو حضرت عثمان کی مہر سے مزین کیا اُن کے غلام مُرّہ کو انھیں کے خاصے کی سواری کا اونٹ دے کر ڈبل چال (دوہری منزل) کی تاکید سے مصر روانہ کیا۔ اتفاق سے تیسری منزل میں مصر والوں نے غلام کو راہ کتراے جاتے دیکھ لیا۔ پکڑ بلایا غلام کو جانتے تھے اونٹ کو پہچانتے تھے غلام سے

پوچھا کہاں جا رہا ہے! کیا کام ہے؟ غلام نے کہا مصر جا رہا ہوں کام بتانے کا حکم نہیں ہے محمد بن ابابکر کا ماتھا ٹھنکا غلام کی تلاشی لی پانی کی چھاگل میں سربند شیشی کے اندر فرمان تھا نکال کر پڑھا گیا تو سنکر سناٹے آ گئے، سب کے سب غصہ میں آگ بگولا ہو کر پلٹے غلام کو بھی پکڑتے لائے راہ میں کوفے والے بھی جاتے مل گئے مصریوں کے ساتھ ہو لئے مدینہ پہونچ کر صحابہ کو مطلع کیا۔ شہر میں ہلڑ مچ گیا سب مجتمع ہو کر حضور خلافت میں آئے فرمان پیش کیا واقعہ دوہرایا، حضرت عثمان نے کہا بے شک غلام میرا، اونٹ میرا مُہر میری مگر لکھا مروان کا ہے۔ اور بخدا میرے حکم سے نہیں لکھا ہے اُن لوگوں نے مروان کو مانگا حضرت عثمان نے دینا منظور نہیں کیا نہ اُن سے باز پرس فرمائی اقرار کے بعد مروان کی معزولی مسترد کر دینے پر حضرت علی سے بھی سخت کلامی ہو گئی وہ مجلس عثمان سے آزردہ خاطر ہو کر اُدھر آئے اور عہد کیا کہ اب کسی معاملہ میں دخل نہ دینگے بلوائیوں نے گھر گھیر لیا آمد و رفت رو کدی پانی بند ہو گیا حضرت علی نے سُنا تو حسنین کے ہمراہ مشکیں بھجوا دیں طلحہ نے بلوائیوں کو اُبھارا بنی تیم کو ساتھ لے کر عثمان کے کوٹھے پر چڑھ آئے حضرت عثمان نے حضرت علی کو لکھا کہ میرا قتل ہی منظور ہے تو تم خود کر ڈالو کہ علے ہو یہ موقع نہ دو کہ پسر حضرمیہ (طلحہ) میرا خون بہائے حضرت علی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ بنی ہاشم ساتھ ہوئے۔ بنی تیم نے سُنا کہ علی آ رہے ہیں۔ سب کے سب طلحہ کو چھوڑ

راہی ہوے طلحہ اکیلے رہ گئے تو کوٹھے سے اتر کر حضرت عثمان سے معذرت کی
بات رفع دفع ہو گئی حضرت علی واپس تشریف لے گئے۔ تیسرے روز پھر اُدھم مچا
تو حضرت علی نے حسنین کو حضرت عثمان کی امداد اور حفاظت کو بھیجا حضرت
عثمان نے صاحبزادوں کو سمجھا کر واپس کر دیا۔

بلوائی جب فریادی آے تھے تو اپنے اپنے عاملوں کے شاکی تھے فرمان
سے برہم ہو کر مروان کے متلاشی ہوے مروان کو حضرت عثمان نے بچایا اور
چھپایا تو حضرت عثمان کی جان کے خواہاں ہو گئے مصر سے کچھ اور حمایتی آن
پہونچے کوفے سے امداد آ گئی مالک اشتر بھی ایک ہزار سوار لے کر آ دھمکے

۱۸ ذی الحجہ کو سات آدمی دیوار پھاند کر محلسرائے عثمانی میں گھس آے
پہلے مالک اشتر نے مروان ہی کو تاکا وہ بھاگ کر عورتوں میں چھپ گیا۔
پھر حضرت عثمان کی جانب بڑھے اُن کو تنہا پایا بمقتضاے شجاعت و
شرافت ہاتھ نہ اُٹھایا حیاسے آنکھ نیچی کر لی مُنہ پھیر کر ہٹ آئے

محمد بن ابا بکر نے حضرت عثمان تک پہونچ کر پہلے بے ادبانہ ریش مبارک
پر ہاتھ ڈالا۔ کچھ دو بدو گستاخانہ گفتگو کی پھر سنان کی نوک سے کان پر
ٹھوکا دیا کہ آپ کے گوش مبارک سے خون نکل آیا۔

کنانہ بن بشر نے تلوار اُٹھائی، غافقی مصری عبدالرحمن قیصرہ اور
انھیں لوگوں میں سے کسی نے خاتمہ کر دیا ہنگامے میں واللہ اعلم کس کی تلوار

کام کرگئی نائلہ حضرت عثمان کی بی بی نے بچانے کے لئے ہاتھ اٹھایا اُنکی بھی
دو انگلیاں شہید ہوگئیں، مروان۔ سعید۔ ولید اور اکثر غلام گھر میں موجود تھے
کوئی آڑے نہ آیا بلوائی کیواڑ جلا کر گھر مین گھس آئے لاش نکالکر باہر ڈالدی
لوٹیروں نے گھر کا مال لوٹا اُٹھائی گیروں نے اسباب سمیٹا طلحہ نے بیت المال
کا صفایا کیا غداروں نے تین روز تک لاش اُٹھنے نہ دی کتون نے میت
کی دُرگت بنائی حضرت علی نے سُنا تو اس ممانعت کو روکا۔
چوتھے روز جانوروں کی نوچی کھسوٹی لاش تین دن کی بگڑی میت بُری گت
سے اُٹھائی گئی مسلمانون نے اپنی قبرستان میں دفن نہ ہونے دی مجبوراً
حش کوکب کی خاک میں بے غسل ونماز چھپادئے گئے پانچ روز تک اسلام
بے خلافت اور مسجد نبوی بے امامت رہی حضرت عثمان کے قتل ہوتے ہی
لوگوں نے حضرت علی سے بیعت پر اصرار کیا۔ آپنے دین مین دنیا کا لگاؤ دیکھا
انکار فرمایا بصرے والوں نے طلحہ کو تجویز کیا کوفے کے عوام زبیر بن عوام پر
ریجھے مدینے کے باشندے سعد بن وقاص کی جانب مائل ہوئے۔ مگر انصار
و مہاجر مصر کا گروہ کوفے کے اکابر حضرت علی کی بیعت پر اڑے رہے۔
ایسی یورش کی کہ کشمکش میں آپ کی ردا پھٹ گئی، نعلین ٹوٹ گئیں ہجوم
میں حضرات حسنین کچل گئے، حتی کہ خلو خلافت کے لئے جو نتیجے عثمان کے ہوئے
وہی سامان انکار خلافت میں علی کے واسطے نظر آنے لگے بعض جوش جہالت

میں کہہ اُٹھے کہ خلافت کا خلو آپ کے تعین کے واسطے ہم نے کیا ہے، آپ نے سرکشوں کی سخت گیری سے مجبور ہو کر فرمایا، اگر تم مجھکو اپنے اوپر حکمران بنانا چاہتے ہو تو میں تمہارا محکوم بن کر نہ رہوں گا۔ اور بغیر طلحہ اور زبیر کی بیعت کے خلافت کی آفت کو اپنے سر نہ لونگا ان لوگوں نے طلحہ اور زبیر کو ابھارا یہ دونو خود خلافت کے حریص تھے۔ مگر ملک کی بدنظمیاں حکومت میں طوائف الملوکی مصریوں کے اودھم مدینہ کے غدر سے خائف ہو کر تائب ہو بیٹھے تھے۔

۱۰ ذی الحجہ ۳۵ ہجری جمعہ کے روز مسجد میں سب کا مجمع ہوا حضرت علی کو بھی لوگ گھیر لائے بیعت کی التجا کی آپ نے فرمایا معاف رکھو مجھے خلافت کی حاجت نہیں ہے طلحہ اور زبیر تم میں موجود ہیں اُنکی بیعت کر لو میں بھی راضی ہوں طلحہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ خلافت کے لئے تم زیادہ موزوں ہو، طلحہ نے کہا ابوالحسن! تمہارے ہوتے معاذ اللہ مجھے کیا حق ہے۔ اور آگے بڑھ کر ہاتھ تھام لیا زبیر نے بھی ہاتھ بڑھایا مگر آپ خلافت کی قباحت کو خوب سمجھے ہوئے تھے راضی نہ ہوئے طلحہ اور زبیر نے بہت اصرار کیا، الفائے عہد اور استقلال پر دونوں نے شدید قسمیں کھائیں اور بیعت میں سبقت کی مصر والے انہماک سے ٹوٹ پڑے، تمام مہاجر و انصار و اصحاب نے بیعت کی۔ مگر

---

[۱] حسن اتفاق سے ۱۰ ذی الحجہ ۳۵ ھ وہی تاریخ وہی مہینہ تھا جب کہ آنحضرت نے غدیر خم کے مقام پر ۲۵ برس پہلے حضرت علی کو ولیعہد بنایا تھا۔

سعد وقاص نے کہا میں اُس وقت بیعت کرونگا جب غیر حاضر بھی بیعت کرچکینگے اور ضمانت دے کر مخالفت سے مطمئن کردیا،

عبداللہ بن عمر بھی دست کش رہے لوگوں نے اُن کو گھیرا اور ضمانت چاہی حضرت علی نے فرمایا جانے دو انکا میں خود ضامن ہوں یہ سوتے جاگتے یکساں ہیں،

گروہ معتزلہ جو دورِ عثمانیہ میں وصول صدقات پر متصرف تھا روپوش رہا، بعض اصحاب نے بھی بغلیں جھانکیں مروان سعید ولید منہ چرائے بھاگتے پھرے غرضکہ خاندان فاروقیہ اور گروہ عثمانیہ اور آل عبدالدار نے بیعت نہیں کی، بنی امیہ کی میدانی مدینہ سے شام کو اسی دن سے چلنا شروع ہو گئی مروان سعید ولید ہنوز موجود تھے حضرت علی نے طلب فرمایا بیعت سے تخالف کی وجہ پوچھی ولید نے کہا ابوالحسن! کس دل سے تمھیں دوست رکھیں کس امید پر تمھاری بیعت کریں بدر میں ہمارے بزرگوں کو مارا اُحد میں ہمارے سرگروہوں کا قلع قمع کیا۔ دلوں میں گھاؤ۔ کلیجوں پر داغ ہیں۔ مجھے سزا دلائی، مروان کو موقوف۔ سعید کو معزول کرایا، تمام بنی امیہ کے حق میں جو کچھ کیا اچھا نہ کیا، عثمان کو نرغۂ اعدا میں گھرا چھوڑا، گھر میں کشیدہ بیٹھے رہے۔ مدد نہ کی، ہمارے سینے کینے سے لبریز ہیں، کیونکر دل صاف کریں، مگر آپ کو جیسی بجیں بابا سہم کر بیعت کرلی حضرت علی نے انکی مخالفانہ اقوال کے چرچے سنے۔ دلوں میں

معافی نہ پائی، بلا کر فرمایا، تمہارے دل اگر خوش نہیں ہین تو جہاں خوشی ہو
جاؤ میں مانع نہیں ہوں

خلافت ہوتے ہی پیچیدہ معاملات پیش آنے لگے، مدینہ کی ایک جماعت
مصر و کوفہ والوں سے خون عثمان کا قصاص لینے اُٹھی آپ نے فساد برپا ہوتے
دیکھا سمجھا بوجھا کر بٹھا دیا فرمایا تم لوگ اپنے اپنے ٹھکانوں بیٹھو۔ وارثان
عثمان کو مدعی بناؤ اُن سب نے کہنا مان لیا استغاثہ دائر ہوا نائلہ اور مروان
کو گواہ دیا۔ نائلہ نے دو شخص قاتل بتائے نام و نشان نہ بتا سکیں مروان
بیعت سے منہ چرا کے بھاگے بھاگے پھرا کئے شہادت مین پیش نہیں ہوئے
آپ نے قاتلون کی گرفتاری کو تحقیقات کی تکمیل پر موقوف رکھا، اور
متعلقون کو ہدایت فرمائی کہ پہلے پسران عثمان میری بیعت کریں۔ مجھے
اپنا امیر مانین پھر مجھ سے انصاف کے طالب ہون اس کے بعد بیت المال
کے جائزہ پر توجہ فرمائی، بیت المال مین حضرت عثمان کی سیر چشمی اور مروان کی
دست اندازیون نے چھوڑا ہی کیا تھا رہا سہا غدر کی لوٹ مین طلحہ نے کھو دیا
ان دست بردیون سے بچا کھچا خازن نے لا کر سامنے رکھ دیا۔ آپ نے مسلمانوں
کو جمع کیا، فرمایا۔ مہاجرین و انصار کا دعوے ہے کہ حُب رسول اور دین کی
امداد میں ہم سب سے افضل اور اشرف ہین بے شک صحیح خیال ہے۔ مگر جبکہ
بیت المال کا تھوڑا اصلہ مال غنیمت سے ملتا ہے اور بہت کچھ دربار عثمان سے

فرداے قیامت کو ملے گا۔ خصوصًا پرہیزگارون کے لئے تو بہتر اجر ہے۔
دنیاے ناپائدار اُس کا محل جزا نہین ہے، یہان جس نے دعوت اسلام قبول کی
اور کلمۂ شہادتین پڑھ کر مسلمان ہوا۔ وہ اسلام کے جملہ حقوق اور حدود کا مستحق
ٹھہرا بیت المال کا مال تمام مسلمانون کا حق ہے۔ سب پر یکسان تقسیم ہوگا۔
کسی کو کسی پر ترجیح نہین ہے، محتاج ہو یا غنی۔ عربی ہو یا عجمی۔ غلام ہو یا
آزاد۔ پہلے کبھی ملا ہو یا نہ ملا ہو۔ اس تقسیم سے محروم نہ رہنے کا تم
مین سے جو لوگ دولت کے حریص، دنیا کے خواہان۔ ہوس مین آلودہ۔
نمائش میں غرق آسائش میں مدہوش آرام کے طالب قصرہاے نفیس، فرشہاے
پرتکلف، پردہاے رنگین، زرق برق پوشاک نہرہاے مصفا سرسبز و
شاداب درختون میں دل خوش ہیں۔ اور مرکبہاے تند و تیز پر سوار ہوتے
ہیں۔ خدمت کو خوبصورت باندیاں زرین کمر غلام رئیسانہ ٹھاٹھ، ابراز
کروفر سامان عیش و راحت ادعاے حکومت ذرائع شان و شوکت رکھتے
ہیں کل جب وہ ممنوعات سے روکے جائیں اور حقوق واجب کے لئے بلائے
جائیں تو علی کو نام نہ رکھیں کہ ہمارے مراتب و فضائل سابقہ کا لحاظ نہیں کیا
یہ فرما کر ضروریات ملکی کے لئے کچھ حصہ نکال لیا باقی مال سب پر تقسیم کر دیا۔
ہر ایک اپنی قسمت کے تین تین درم لیکر انصاف کا مشکور ہوا۔ مگر سعید ولید
مردان جو سالہا سال سے آئین رسول و مساوات بین الاسلام کو بھول چکے تھے

اور تفریق المدارج کے عادی ہو گئے تھے یکساں تقسیم میں اپنا خسارہ سمجھے۔ مدینہ بھر
میں طرح طرح کی چہ میگوئیاں چھانٹتے پھرے۔ آپکو اطلاع ملی، خاطر اقدس کو ملال
ہو چکا۔ مگر تحمل فرمایا۔

۱ محرم ۳۶ھ جمعہ کی جماعت میں ممالک کے امرا۔ صوبوں کے عامل۔
اصحاب نبی۔ قرابت داران رسول کا مجمع تھا مخاطبہ فرمایا کہ ایمان والو۔ ہزارہا
مخلوق الٰہی پر فرماں روا بنائے جاؤ گے خدا کو کسی حال نہ بھولنا۔ توحید کا
اظہار۔ شرکت کا انسداد۔ فرمان الٰہی کی تعمیل۔ ارشاد رسالت کی تکمیل کرنا
ابنائے زمانہ کو مراسم جاہلیت سے روکنا۔ آئین اسلام پر خود چلنا دوسروں کو چلانا،
اصول شریعت کو مقدم احکام الٰہی کو رہنما، عقل کو پیش رو، سچائی کو ہم دم
نیکی کو دستور العمل بنانا قول و فعل میں مطابقت رکھنا، اپنے مراتب پر مغرور
نہ ہو جانا کمزوروں کی خدمت گزاری پر مامور رہو۔ اپنی کارگزاریوں پر نازاں نہ ہونا
کہ تدبیر تقدیر (اتفاقات) کی ماتحت ہے، ملک سے باخبر مفسدوں سے ہوشیار
رہنا سرداران قبیلہ کی عزت کرنا، ذی کمال اور اہل الرائے سے اپنی مجالس کو
رونق دینا سفیروں سے اخلاق۔ مہمانوں کی تکریم۔ نکوکار و خیر اندیشوں سے
محبت، ذی فہم اور اہل عقل سے صحبت صاحبان اثر سے ربط ضبط
رہبری جرگوں سے میل ملاپ رکھنا ملکی کاروبار کو مشورے سے کرنا نظام
حکومت سے رعایا کو راضی، ماتحتوں کو خوش بدعملی سے قلمرو کو محفوظ رکھنا۔

جہلا سے میل جول بے وقوفوں سے خلا ملا نہ کرنا کمینوں کو منہ نہ لگانا ،
نااہلوں کو سر نہ چڑھانا بازار یا بازاریوں میں نہ بیٹھنا ذاتی اغراض،
نفسانی خواہشوں کو روکے تھامے رہنا اوقات کو ضائع وقت کو رائگان
نہ کرنا عیش و عشرت میں مدہوش لہو لعب میں مستغرق بداعمالیوں میں
غلطاں پیچاں نہ ہو جانا امرا، عامل۔ صاحبان خراج۔ مالگان عشور۔ صاحبان
احداث۔ قضات افسران افواج کو لازم ہے کہ عمال کے طرز عمل پر رکھیں، ماتحتوں
کے بھروسے کام کو بالکل نہ چھوڑ دیں۔ موقع محل سے دیکھتے بھالتے رہیں۔
لغزشوں میں سنبھالیں۔ مگر ذرا ذرا سے کام میں خوردہ گیری، بات بات
میں نکتہ چینی، کام کرنے والوں کو سخت گیری سے عاجز کارگزاروں کو
اعتراضوں سے بددل۔ عملے کو چھان بنان سے پریشان۔ خوش کرداروں کو
تند مزاجی سے ناخوش نہ کریں۔ معمولی قصور پر چشم نمائی۔ سہو اور خطا سے
درگزر بھول چوک سے چشم پوشی کریں۔ خطاے عمد پر نیت کے اندازے
سے سزا دیں سزا دیتے وقت مجرم کی جسمانی قوت اور مالی حیثیت کا اندازہ کر لیں
غصہ میں اعتدال، خوشنودی میں میانہ روی اختیار کریں رعایاے
مراعات مزارعین کی تقاوی سے امداد۔ آبپاشی کی فراوانی۔ زراعت
کی توسیع۔ باغات کی سرسبزی۔ رعایا کی خوشحالی، باشندوں کے آرام
کا بندوبست رکھیں خراج کی تشخیص جزیہ کا تعین بازاروں کی دیکھی،

نیک نیتی سے لگائیں بفورہ محاصل سے زائد نہ لیں بے موقع سختی یا زیادہ ستانی ہرگز نہ کریں،

جن عہدہ داروں کو فیصلے، تقرر، معتوفی، بحالی، ارتقا، باندھنے، معافی دینے، بخشش کرنے کے اختیارات دیے جائیں۔ اُن کو صفائے نیت اور غیر جانب داری کی بہت ضرورت ہے انصاف کے وقت اپنا۔ بیگانہ امیر غریب۔ شریف، رذیل، سب کو برابر جانیں، مستغیثوں کی درخواست بے روک ٹوک لیں، ستم رسیدوں کی فریاد توجہ سے سنیں۔ حق دار کا حق۔ ظلم کی داد اختیار سے دیں، اثر سے دلائیں، ظالم کی خبر لیں، مظلوم کی حمایت کریں اہل حاجت کو نہ جھڑکیں، یتیموں کی خبر گیری بیواؤں کی دست گیری محتاج پر رحم۔ مصیبت زدہ کی دلداری بیمار کی اعادت ناامیدوں کی دلجوئی کریں مایوس کو تسلی دلاسا دیں۔ بیکسوں کے پرسان حال رہیں، ضرورت مندوں سے سلوک ہوں مگر اصراف بیجا کا خیال رکھیں عطائے بے محل سے بیت المال کو خالی قوم کو کاہل کاہلوں کو طماع مفت خوروں کو مجہول تندرستوں کو گدائی کا عادی نہ بنائیں مجبور لاچار اپاہجوں پر خیرات کریں خدمت کا معاوضہ دیں حسن خدمت پر انعام بخشش روا رکھیں نیک کاموں میں شرکت۔ دینی باتوں میں اعانت کریں رفاہ عام میں مدد دیں تعلیم میں امداد کریں واعظوں کے معین۔ علماء کے کفیل حال رہیں امکان ہو تو

سائل کا سوال رد نہ کریں۔ مگر ضرورت کی حقیقت سوال کا اندازہ مدنظر رکھیں

دیندار امیروں! سلطنتوں کے پیام ایلچیوں کے مقاصد سفیروں کی رائے ماتحتوں کی عرضداشت واقعہ نگاروں کی اطلاع پرچہ نویسوں کی خبر کان دھر سننا عمل کرنا تو سمجھ بوجھ لینا یقین لانا تو تحقیق کر لینا واقعات سے خود باخبر مجھ کو خبر دیتے رہنا صاحبان امر کو لازم ہے کہ قلمرو میں برابر دورہ کریں ماتحتوں کی نگرانی ظلم و تشدد زیادتی کا انسداد رکھیں سفر میں یکبار چلیں بیگار میں مزدور اونٹ، گھوڑے، خچر، باربرداری کے مرکب اجرت پہ رضامندی سے لیں کسی چشمہ یا چاہ سے پانی لیں تو مالک پر سبقت نہ کریں رسد لیں تو قیمت دے کر لیں ملک کو رونق معلومات کو ترقی، نوآبادیات اور درسگاہوں کو بڑھاتے رہیں محتاجوں کے لئے لنگر خانے مسافروں کے لئے مہمان سرائیں قافلوں کی گذرگاہوں پر چوکیاں کوچہ و بازار پلوں گھاٹوں اور پُرخطر راہوں پر پہرہ رکھیں سوداگروں اور مسافروں کی حفاظت کے لئے آبادیوں کے عائد پر واردات کی ذمہ داری کا بار ڈالیں، چور چکار، اچکے، اٹھائی گیروں کے لئے طلایہ کا بندوبست رہے لاوارث مال اگر کم ہے تو کسی معتبر کی سپردگی میں، زیادہ ہو تو بیت المال میں امانت کریں بیت المال کا حساب صاف کاغذات مرتب، محافظوں کی نگرانی رکھیں مفتوحہ قوم نے ملک گیری کے وقت اگر تم سے مجادلہ

کیا ہو تو ملک داری کے وقت اُس کا بدلہ نہ لینا وہ تلوار کا وقت تھا اب اخلاق کا موقع، حسن سلوک کا محل ہے رعایا کی آبادی میں کشادگی افواج کی چھاؤنیوں میں حفظان صحت کا بہت لحاظ ہے اُنکی ضرورتوں سے غافل ہو جانا فوجی گھوڑوں کی نگرانی باربرداری کے بے زبانوں کی دیکھ بھال خود کرنا، لاپروائی نہ کرنا، خدا سے ڈرنا امید رکھتا ہوں کہ احکام کی تعمیل اصول کی پابندی عادتوں کی خوش نمائی خصائل کی خوبیوں سے تم عامہ خلائق کو خوش مجھے مسرور رکھو گے تم جس قدر استقلال، توجہ، محنت، انصاف رحم، حلم، صداقت، صفائی قلب، تقوی، تواضع، اخلاق، انکسار کرو گے خیر و برکت کے حدود میں بہ آسانی پہونچو گے، میری ہدایت تم کو نصیحت اور حکومت کے لئے قانون ہے، عنداللہ میں جواب دہ، تم ذمہ دار ہو۔

حضرت علی ملکی انتظام فرمانے لگے تو طلحہ اور زبیر نے بصرے اور کوفے کی امارت کیلئے التجا کی آپنے کچھ جواب نہیں دیا جعدہ اپنے بھانجے کو خراسان کی امارت کا فرمان دیا اور ناحیہ کی امارت عبدالرحمن بن ابزی کو عنایت کی فارس میں زیاد بن سمیہ کو بحال رکھا، کیونکہ وہاں کی رعایا انکو سیاست میں نوشیرواں عادل مانتی تھی، بصرے کی گورنری سے عبداللہ عامر معزول ہوئے ان کی جگہ عثمان بن حنیف بھیجے گئے۔ رعایا نے ان کی اطاعت

قبول کرلی، کچھ لوگ طلحہ کے انتظار میں مذبذب رہے مگر رخنہ انداز نہیں ہوسے۔ بحرین کی حکومت عبیدابن عباس کو دی تہامہ کا تاج امارت سماطہ بن عباس کو بخشا عون بن عباس کو اہل یمامہ کا مقتدا کیا حرم محترم کا منصب سقایہ اور چاہ زمزم کی حفاظت قثم بن عباس کو عطا فرمائی یمن بن یعلی بن منیہ کا عزل اور عبداللہ ابن عباس کا تعین فرمایا یعلی نے اپنی معزولی کی خبر پائی چارسو اونٹوں پر بیت المال کا خزانہ لاد کھانہ پہلے ہی سے نکل بھاگے عبداللہ بن عباس پہونچے تو باشندگان یمن نے گرم جوشی سے انکا خیر مقدم کیا مصر سے عبداللہ ابن ابی سرح کو معزول کیا اور قیس بن سعد بن عبادہ کو تعینات فرمایا مصریوں نے ان کی امارت تسلیم کرلی فرقہ عثمانیہ البتہ متامل رہا قیس نے مصلحتاً اُن کو اُنکی حالت پر چھوڑا کچھ مزاحم نہیں ہوے کوفے میں ابوموسی اشعری کی امارت تھی عمارہ ابن شہاب بھیجے گئے راستے سے مخالفت کی خبر پاکر لوٹ آے اور اطلاع دی کہ شام فساد کا گھر ہے اور کوفہ اُسکا پھاٹک ہے پھاٹک پر باغیوں کا پہرہ ہے۔ شام میں معاویہ ابن ابی سفیان کا دور دورہ تھا سہیل ابن حنیف انصاری بھیجے گئے راہ میں معلوم ہوا کہ شام والے معاویہ کے سوا اور کو نہیں چاہتے، کامیابی نہ دیکھی، منزل تبوک سے واپس آئے، مغیرہ نے عرض کی کہ شام کا فرمان معاویہ کو بھیجدیا جاے، شاید اس سلوک سے

دو صلاحیت پر آجائے۔ فرمایا۔ ہاں صلاح نیک دی، مگر فرمان عزت،
وماکنت متخذ المضلین عضداً معاویہ پر مراعات کو مانع ہے،
عاملوں کی واپسی سے کوفے اور شام کی مخالفت کا اندازہ ہو گیا ہنوز کوئی
انتظام ان سرکش صوبوں کا تجویز نہ ہوا تھا کہ طلحہ اور زبیر نے اپنی استدعا کو
پھر چھیڑا، آپ نے فرمایا جب آپ ایسے لوگوں کو ادھر ادھر بھیجدونگا
تو انتظام ملکت میں مشورے کس سے لوں گا۔ اس جواب سے دونوں کا دل
ٹوٹا، حکومتوں سے مایوسی ہوئی زیارت کعبہ کے بہانے مکہ جانے کی
اجازت چاہی آپ نے فرمایا، حج کا موقع گزر گیا، اب تمہارا مقصود زیارت
کعبہ نہیں ہو سکتا، معلوم ہو گیا بیعت توڑنا چاہتے ہو اپنے فعل کے مختار ہو
طلحہ اور زبیر ہم صلاح ہو کر حضرت عائشہ کی جانب مکہ روانہ ہوئے۔ ادھر
حضرت عائشہ حج سے فارغ ہو کر مدینہ واپس ہو رہی تھیں کہ راستہ میں محمد بن
اسلمہ جاتے ملے اُن سے مدینہ کے حالات پوچھے انھوں نے کہا عثمان
مارے گئے، حضرت عائشہ کی باچھیں کھل گئیں، فرمایا الحمد للہ الذی
قتلہ پھر پوچھا خلافت کا کیا حشر ہوا ابن اسلمہ نے کہا علی خلیفہ ہوئے،
سنتے ہی رخ بدل گئے، فرمایا کاش آسمان پھٹ پڑا ہوتا کہ میں ایسی دلسوز
خبر نہ سنتی، اور یہ برے دن دیکھنے میں نہ آتے واللہ ایک دن عثمان کا
علی کی تمام عمر سے بہتر تھا پھیرو، پھیرو، اونٹ کو پھیرو میں مدینہ ہرگز

نہ جاؤنگی علی کی خلافت کے لئے عثمان کو قتل کیا گیا ہے تین ضرور اس
خون ناحق کا قصاص لونگی اُلٹے پیروں مکہ واپس گئیں دو چار دن بعد طلحہ
اور زبیر مکہ پہونچے تو حضرت عائشہ کو علی سے عناد مین بامراد پایا سب سے
زیادہ اپنے صاحبزادے عبداللہ ابن زبیر کو سرگرم انتقام دیکھا بات بن پڑی
اتفاق دیکھئے یعلی بن منیہ بھی یمن کے خزانے سے لدے پھندے مکہ
پہونچ گئے طلحہ اور زبیر نے ان کو جا گھیرا جنگی مصارف کے لئے مالی امداد
مانگی یہ یمن کی معزولی سے جلے بھنے، دل میں دشمنی کی گرہ گرہ مین مفت
کا مال تھا بے دردی سے اُٹھانے لٹانے کو تیار ہوگئے تین لاکھ نقد،
ایک ہزار اونٹ اور ایک خاصے کی سواری کا ناقہ عسکر نام حضرت عائشہ
کو نذر دیا۔ تاریخ اسلام مین (جنگ جمل اسی اونٹ سے نامزد ہے)۔

عثمانی گورنر عبداللہ عامر بھی بصرے سے کچھ لے دے کر نکلے تھے، وہ
بھی حضرت عائشہ سے آملے اور بصرے چلنے پر سب کو آمادہ کرلیا، حضرت
زبیر جنگی معاملات مین بہت تجربہ کار تھے سامان حرب اور ترتیب افواج
مین مشغول ہوے۔ طلحہ مکہ والون کو بہکانے نکلے حضرت عائشہ نے بھی حاجیون
کو مشتعل کیا، عبداللہ بن عمر ام المومنین حفصہ اور جناب ام سلمہ یہ سب حج کو
آئے تھے اور اس وقت تک مکہ مین موجود تھے، طلحہ اور زبیر نے عبداللہ بن
عمر و قصاص کے بہانے اُبھارنا چاہا انھین نے جواب دیا اے خواجگان مجھے

فریب نہ دو، جیسا لومڑی نے خرگوش کو پھسلا کر سوراخ سے نکالا اور شیر کے
منہ میں دیدیا، میں تمہارے بہکانے سے کاہے شیر کے منہ میں ہرگز نہ جاؤنگا
حضرت عائشہ نے حضرت حفصہ کو بہلا پھسلا کر راضی کر لیا لیکن عبداللہ بن
جب گھر میں آئے حضرت عائشہ کی تشریف آوری بھرے ساتھ چلنے
باہم اقرار مدار سنا، بہن پر بہت خفا ہوئے، اور اُن کو اِس ارادے سے
جبراً باز رکھا جناب عائشہ، حضرت ام سلمہ سے بھی ملنے آئیں ام سلمہ مطلب
سمجھ گئیں فرمایا اے بنت ابوبکر آج کیا جاتی دنیا دیکھی جو تکلیف فرمائی،
حضرت عائشہ نے تالیف قلوب کے لہجے میں فرمایا آپ آنحضرت کی وہ باعظمت
بی بی ہیں جنکو بمقابلہ اوروں کے ہجرت کا بھی شرف ہے علی کی خلافت
کے لئے امیر المومنین عثمان کا ناحق خون کیا گیا ہے میرا ارادہ اُسکے قصاص
لینے کا ہے، چاہتی ہوں کہ آپ بھی میرا ساتھ دیں حضرت ام سلمہ نے فرمایا
عائشہ! ابھی کل کی بات ہے کہ مدینہ میں تم عثمان کو کافر اور نعثل بتاتی تھیں
اُن کے قتل کا فتوے لگا کر حج کو آئیں تھیں آج کیا مہربانی ہے کہ تم
اُن کو امیر المومنین اور مظلوم کہہ رہی ہو اور قصاص کی بھی طلبگار ہو تمہارا
اُنکا کیا تعلق تم بنی تیم وہ بنی کلاب مگر یہ کہ علی کی خلافت سے عداوت
کی جلن دل میں پورانی کھولن ہے خدا کی قسم تم خوب جانتی ہو کہ علی کو
صورت، سیرت، قرابت میں آنحضرت سے یگانگت ہے اے عائشہ!

ناحق علی سے لڑائی نہ ٹھانو میرا کہنا مانو مسلمانوں میں باہم کشت و خون نہ کراؤ
اپنے چچازاد بھائی طلحہ اپنے بہنوئی زبیر اپنے بھانجے عبداللہ ابن زبیر کے
ورغلانے میں نہ آؤ اُن کے فریب سے جو یقین مانو وہ تم کو اس فعل کے وبال
سے نہ بچا سکیں گے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہاتھوں تمھاری خرابی کے لچھن ہیں
کیا تمھیں یاد نہیں آنحضرت کا ارشاد کہ اے حمیرہ ایسا نہو کہ علی کی عداوت میں
باغیوں کی شریک ہو اور حواب کے کتے تجھ پر بھونکیں۔ کیا بھلا دیا یہ
فرمان کہ گھر میں بیٹھی رہو، باہر نہ نکلو، لوگوں پر ظاہر نہو، حضرت عائشہ نے
نادم ہوکر تسلیم کیا، حضرت ام سلمہ نے فرمایا، کیا بھول گئیں حجۃ الوداع میں
غدیرخم کے مقام پر آپ کا فرمانا کہ جس کا میں مولا ہوں اُسکا مولا علی بھی ہے۔
خدایا دوست رکھ اُس کو جو دوست رکھے علی کو اور دشمن ہو اُسکا جو دشمن ہو علی کا
مجھے تو یہاں تک ارشاد یاد ہے کہ علی میری زندگی میں اور میرے بعد میرا
خلیفہ ہے، ابن زبیر دروازے سے لگے کھڑے سُن رہے تھے چلا کر بولے
ہم نے تو نہیں سنا، حضرت ام سلمہ نے فرمایا، تو نے نہیں سُنا تو نہ سُن، تیری خالہ
نے تو سُنا ہے، پوچھ لے، حضرت عائشہ نے کہا ہاں سچ ہے اس گفتگو سے
حضرت عائشہ بہت پشیمان ہوئیں، اور عزیمت کو فسخ کردیا اپنے مقام پر
واپس آئیں تو عبداللہ ابن زبیر بہت روے پیٹے، کہا خالہ اگر تم ساتھ نہ چلوگی
تو میں سر و پا برہنہ جنگل کو نکل جاؤں گا اور اپنی جان دے دونگا، گر

حضرت عائشہ نے نہ مانا سامان جنگ ہو چکا تھا، زبیر لشکر لئے تیار تھے، فقط
کوچ کی دیر تھی. حضرت عائشہ راضی نہ ہوئیں تو ابن زبیر نے حیلہ بنایا روٹھ کر
نکلے اوجھل ہو گئے ساتھ کے ارباب مکر نے ہلڑ مچادیا کہ ابن زبیر اکیلے
پاپیادہ بے زادراہ بصرے چلے گئے طلحہ اور زبیر نے آکر حضرت عائشہ کو
سمجھایا کہ عبداللہ زبیر کو روکا نہ جائے گا تو راہ میں تنہا ہلاکت کا خطرہ ہے حضرت
عائشہ لاولد تھیں، عبداللہ زبیر حقیقی بھانجے اور منہ بولے فرزند تھے دم ہوش
جاتی تھیں الفت میں وارفتہ ہو کر چل کھڑی ہوئیں دوسری ہی منزل
میں ابن زبیر سامنے آموجود ہوئے کچھ دور چل کر حضرت عائشہ نے
زید بن صوحان کو بصرے خط لکھا کہ اے فرزند صوحان تمھارے باپ قوم
میں سردار تھے تم بھی اپنے باپ کے قدم بقدم ہو اور خدا کے فضل
سے قوم پر سردار ہو یقیناً تم نے امیرالمومنین عثمان کا واقعہ جانکاہ سنا
ہوگا، ہم خون عثمان کا قصاص لینے آرہے ہیں تم بھی تیار رہو.
لوگوں کو علی کی شرکت سے روکے تھامے رہنا. ہمارا انتظار کرنا.
زید نے جواب میں لکھا کہ اے عائشہ خدا نے ایک بات کا تم کو حکم دیا
ہے اور ایک بات کا ہم کو تمھیں حکم ہے کہ گھر میں بیٹھی رہو ہمیں حکم
ہے کہ مخالفین سے اُس وقت تک قتال کریں کہ فتنہ فرو ہو جائے
تعجب ہے کہ جس بات کا تم کو حکم ہے اُس کو تم نے ترک کیا اور جس امر کا

ہم کو حکم ہے اُس سے ہم کو روکنا چاہتی ہو راہ میں مروان۔ مغیرہ سعید ولید بھی لشکر عائشہ سے آملے یوں تو طلحہ اور مروان میں سخت عداوت تھی مگر حضرت علی کی مخالفت مین موافقت ہو گئی، حضرت ام سلمہ نے ساری سرگزشت حضرت علی کو لکھ بھیجی عائشہ سے اپنی ملاقات باہم گفتگو اُنکا ارادہ عثمان کے خون کا علی سے قصاص طلحہ اور زبیر کے جنگی منصوبے عائشہ کی جانب عام رجوعات فوج کی کثرت، یعلی بن منیہ کی درمے، قدمے شرکت ابن زبیر کی ہٹ اور فطرتی چال، عبداللہ عامر کے ساتھ بصرے کو مع لشکر روانگی سب مشرح لکھی، یہ بھی لکھا کہ میں اس سفر میں ضرور تمھارے ساتھ چلتی، مگر حکم سے معذور ہوں اپنے عوض اپنے لختِ جگر عمر کو خدمت کے لئے بھیجتی ہوں، خدا تمھارا مددگار رہے۔

ام الفضل زوجہ عباس نے بھی مکہ کے تمام واقعات اور جناب عائشہ کے مفصل حالات سے حضرت علی کو اطلاع دی اور اپنے فرزندوں کو رکاب میں حاضر رہنے کی تاکید فرمائی۔ حضرت عائشہ کا لشکر چلتے چلتے چشمۂ حواب پر پہونچا۔ سواروں کی آہٹ پاکر بنی عامر کی آبادی کے کتے بھونکنے لگے، میدان کی خاموشی، رات کا سناٹا، کتوں کی آواز صاف حضرت عائشہ کے کانوں تک آنے لگی۔ جب کُتے بھونکتے ہوئے

اونٹ کے ساتھ ساتھ ہوے۔ تو حضرت عائشہ نے پوچھا یہ کون مقام ہے دلیل ساتھ تھا۔ بولا حواب' حضرت عائشہ کو حدیث یاد آگئی' مضطرب ہو کر فرمایا' بلٹاؤ' بلٹاؤ' میں ہرگز آگے نہ بڑھونگی یہ چشمۂ حواب ہے یہاں کے کتے مجھ پر بھونک رہے ہیں' اپنے اونٹ کو مار کر بٹھا دیا دہنے بائیں طلحہ و زبیر پیچھے ابن زبیر ساتھ تھے' کہا خدا کی قسم یہ حواب نہیں ہے دلیل جھوٹا ہے دلیل سے تکرار ہونے لگی ہشت مشت تک نوبت پہونچی ساتھ کے مکاروں نے قسمیں کھائیں' بات کہتے کہتے پچاس جھوٹی گواہیاں پیش ہوگئیں' اتنے جھوٹوں کے آگے سچا دلیل ذلیل ہو گیا (مورخین لکھتے ہیں کہ اسلام میں سب سے پہلے جھوٹی شہادت یہی ہوئی ہے) گواہوں سے حضرت عائشہ کی دلجمعی ہوگئی' آخر ربیع الثانی ۳۶ھ تک بصرے پہونچ کر باب المصریہ پر لشکر خیمہ زن ہوا۔ عبداللہ بن عامر اور طلحہ نے تھوڑی فوج سے شہر پر حملہ کر دیا۔ عثمان بن حنیف انصاری مدافعت کو مقابل ہوے۔ مگر لڑائی کی نوبت نہیں آئی' چال سے گرفتار کر لئے گئے اُن کی داڑھی مونچھوں کے بال اُکھاڑ لئے سر مونڈ شہر سے نکال دیا' دار الامارت اور بیت المال پر قبضہ کر لیا پھر حضرت علی کے طرفدار قبیلہ بنی عبد القیس کے ستر آدمیوں کو ڈھونڈھ ڈھونڈ کر تہ تیغ کیا

جنگ جمل

افواہًا سنا جاتا تھا۔ مگر جناب ام سلمہ اور ام الفضل کے

خطوط سے تصدیق ہوگئی کہ حضرت عائشہ اور طلحہ و زبیر نے خروج کیا ہے۔
حضرت علی نے صحابہ کو جمع کیا۔ خطوں کے مضمون سُنائے، اصحاب کی
استمزاج لیکر فوج کو تیاری کا حکم دیا، مدینہ کا چارج فضل بن عباس کو دیا
گورنران ممالک کو اپنی روانگی کی اطلاعیں دیں چارہزار اہل مدینہ
ہمراہ ہوئے، عبداللہ عباس بھی اپنے نائب کو یمن کا چارج دے کر
آن پہونچے رایت لشکر اپنے صاحبزادے محمد حنفیہ کو عنایت کیا، میمنہ میسرہ
پر حسنین، سواروں پر عمار یاسر پیادوں پر محمد بن ابوبکر کو سردار بنایا
قلب میں خود تشریف فرما ہوئے۔ مقدمۃ الجیش عبداللہ عباس بنائے گئے
شروع ربیع الثانی ۳۶ھ میں مدینہ سے ہمیشہ کے لئے وداع ہوئے
ایسی ساعت گھر چھوڑا کہ پھر کر آنا نصیب نہوا، کوکب ہمایوں کوچ
مقام کرتا ہوا ذیقار پہونچ کر خیمہ زن ہوا، یہاں سید التابعین اویس قرنی
نہایت ضعیف و نحیف زاد راہ پیٹھ پر باندھے، پانی کی چھاگل گلے میں
لٹکائے پا پیادہ حاضر ہوئے، اور بیعت کا شرف حاصل کیا بصرے
زید بن صوحان اور کوفے کے بعض اہل عقیدت حضرت علی کی خدمت میں یہاں
حاضر ہوگئے، باقی لوگ ابوموسیٰ کی وجہ سے رُکے تھمے رہے قعقاع بن عمرو
بصرے میں بہت صاحب اثر تھے، فیمابین اصلاح کی غرض سے پہلے حضرت عائشہ
کے پاس گئے، پوچھا آپ مدینہ چھوڑ کر کیوں تشریف لائی ہیں فرمایا

خون عثمان کا قصاص اور مسلمانوں کی اصلاح مقصود ہے، یہ جواب سنکر
طلحہ اور زبیر سے ملے، یہاں بھی وہی جواب پایا، قعقاع نے کہا دونوں
باہم ایک دوسرے کی ضد میں، جب قصاص لیا جائیگا تو ایک کے دس
اور دس کے سو طرفدار کھڑے ہو جائیں گے، خونریزی ہوگی یا اصلاح وہاں سے
حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوے عرض کی، آپنے کیوں تکلیف فرمائی ہے
فرمایا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں میں باہم خونریزی نہو قعقاع نے یہ سنکر
مع ایک ہزار سواروں کے حضرت علی سے بیعت کرلی، حضرت علی نے
عبداللہ عباس اور زید بن صوحان کو حضرت عائشہ اور طلحہ و زبیر کے پاس
سمجھانے کو بھیجا اور تینوں کو خط میں لکھا کہ اے عائشہ تمھارا گمان ہے کہ مسلمانوں
میں اصلاح کرنے نکلی ہو، جو کر رہی ہو یہ اصلاح نہیں ہے فساد اور افساد ہے
بھلا بتاؤ تم کو لشکر کشی سے کیا واسطہ، جنگ و جدال تمھارا کام نہیں ہے
طلحہ اور زبیر کے بہکانے میں نہ آؤ، خدا سے ڈرو، اُس کا حکم مانو، واپس جاؤ
گھر میں بیٹھو تم کو خانہ نشینی کی تاکید باہر نکلنے کی ممانعت لوگوں پر ظاہر
ہونا ممنوع ہے اے طلحہ و زبیر میں خلافت کا حاجتمند نہ تھا مصر والے
ہر چند مُصر ہوے، میں نے منظور نہیں کیا، تم نے اُن کے ساتھ اگر مجھے
خلافت کے لئے مجبور کیا اپنی رغبت سے بیعت میں سبقت
کی تمام عہد اور استقلال بیعت پر شدید قسمیں کھائیں، خدا کو

درمیان دیا، اب بلا وجہ نکث بیعت کر رہے ہو، اور نا واقفوں کے سامنے عثمان کے قتل کا بہتان مجھ پر لگاتے پھرتے ہو۔ حالانکہ اے طلحہ بصرے والوں کے ہمراہ تم نے یورش کی بنی تیم کے ساتھ قتل عثمان کے ارادے تم اُن کے کوٹھے پر چڑھ آئے اس غدر میں تم نے بیت المال میں تصرف کیا، اے زبیر! تم نے کوفے والوں کو شہ دی، مدینہ والوں کو اُبھارا، اے عائشہ تم نے قتل عثمان کا فتوی لگایا، یہ سب تمہارا کیا دھرا ہے، اپنا عیب مجھے لگا رہے ہو۔ ناحق مسلمانوں کا خون آپس میں کرانا چاہتے ہو زمانہ بھر کو مجھ سے لڑنے کی ترغیب دے رہے ہو، ہزارہا مسلمانوں کو شبہ اور مغالطہ میں ڈال رکھا ہے، خدا سے ڈرو، ہمارے تمہارے قرآن درمیان ہے اُس کے احکام پر عمل کریں، مسلمانوں کو باہم خونریزی سے روکیں، ہزارہا بچوں کو یتیم صدہا عورتوں کو بیوہ ہونے سے بچائیں، حضرت عائشہ نہ عبداللہ بن عباس کے سمجھانے کو خطرے میں لائیں، نہ علی کی تحریر کا کسی نے جواب دیا عبداللہ عباس اور زید بن صوحان بے نیل مرام واپس آئے، جب حضرت علی (مقام زاویہ) بصرے کی سرحد پر پہونچے، تو سامان حرب و ضرب اور تیس ہزار کا جم غفیر حضرت عائشہ کے ساتھ دیکھا جنگ کا یقین ہوگیا، اپنے ساتھیوں کی تعداد بہت کم پائی ابو موسی اشعری کو کوفے کی امدادی فوج کے واسطے نامہ لکھا، ابو موسی پہلے ہی سے حضرت عائشہ کیلئے

کو نہاں تھے، مگر لوگوں کو جمع کر کے حضرت علی کا پیام بھی سنا دیا اور کہا کہ
دونوں خواہانِ مملکت ہیں۔ علی اور طلحہ جس کسی کو دنیا مطلوب ہو وہ
وہ جہاں جائے، لیکن جو عافیت چاہتا ہو وہ عافیت سے گھر میں بیٹھا رہے۔ البتہ حضرت عثمان
عنہ برحق تھے وہ بے شک امداد کے مستحق تھے۔ زندگی میں اُن کی نصرت
لازم تھی۔ اب اُن کے خون کا قصاص واجب ہے، چنانچہ حضرت عائشہ
نے اسی مقصد سے بصرے تک تکلیف فرمائی ہے یہ سُن کر نہ کسی نے حضرت علی
کے پیام کی جانب اعتنا کی۔ نہ ابو موسیٰ نے نامہ کا جواب دیا، آپ نے عبداللہ
بن عباس کو بھیجا، وہ بھی ناکام پھرے، آخر کار اپنے فرزند امام حسن کو
عمار یاسر کے ہمراہ روانہ فرمایا۔ عمار یاسر زمانہ فاروق میں یہاں گورنر
رہ چکے تھے صاحبان اثر سے باخبر تھے۔ کوفے پہونچ کر خاص خاص لوگوں
سے ملے۔ مسجد میں عام مجمع ہوا امام حسن نے نہایت باثر الفاظ اور فصیح
لہجہ میں اپنی جانب دعوت دی۔ نو ہزار جنگی جوانوں نے اطاعت قبول
کی۔ مالک اشتر بھی امام حسن کے ساتھ گئے تھے مجمع کو امام حسن کا مطیع دیکھا
مسجد سے اُٹھ کر تھوڑے ہمراہیوں سے دارالامارت میں چلے آئے، ابو موسیٰ
کے آدمیوں کو باہر نکال دیا۔ اُنکا ذاتی اسباب بجنسہ اٹھوا دیا ابو موسیٰ
نے سُنا تو سناٹے آگئے، چپ چاپ دوسرے روز شام کی سرحد میں
چلے گئے، کوفے والے علی کی نصرت کو بصرے روانہ ہوئے، جنکے پاس

راحلہ تھا وہ خشکی کی راہ گئے، جن کے پاس سواری نہ تھی وہ دریا اتر کر بصرے جا پہونچے کوفہ کی امداد سے سب ملا کر انیس ہزار کا مجمع ہوگیا، آپ نے زاویہ سے کوچ فرمایا، اور ریگستانی راستہ سے باشان جبروتی بصرے میں داخلہ ہوا راہ میں دو رویہ تماشائی خلقت کا اژدہام تھا منذر بن جارود جمعی کا بیان ہے کہ مقدمۃ الجیش عبد اللہ عباس تھے، یہ نہایت خوبصورت تھے، سواری کا گھوڑا بھی بہت شاندار تھا، سفید لباس، سیاہ عمامہ، ہاتھ میں نشان جلو میں اکثر اصحاب رسول، پیچھے سواران یمن کے پرے، پھر قطار در قطار اونٹوں پر خیمے بار تھے ان کے بعد ایک ہزار سواروں کا رسالہ نکلا جنکی ٹوپیاں سفید اور زرد تھیں سر کر پا تک سلاح آہن میں غرق آگے آگے ایک مرد بزرگ سبز گھوڑے پر سوار، سفید ٹوپی، گلے میں شمشیر حمائل، ہاتھ میں نیزہ میں نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں لوگوں نے بتایا یہ ابو ایوب انصاری ہیں اور ساتھ والے سب انصار رسول ہیں ان کے پیچھے ایک اور بزرگ تشریف لائے زرد عمامہ سفید لباس کمر میں تلوار پہلو میں ترکش ہاتھ میں نیزہ کاندھے پر کمان کمیت گھوڑا زیر ران پیچھے ایک ہزار سوار لوگوں نے کہا یہ خزیمہ ابن ثابت انصاری ملقب بہ ذوالشہادتین ہیں جنکی گواہی اسلام میں دو شہادتوں کے برابر ہے پھر ایک بہت بوڑھے

سیاہ فام بالاقامت۔ لاغر اندام نورانی داڑھی، سفید کپڑے کالا عمامہ
دوش پر کمان ہاتھ میں سفید پھریرے کا نشان گلے میں تلوار حمائل
کلام شریف نہایت خوش الحانی سے پڑھتے سفید گھوڑے پر نکلے پیچھے
اکثر بوڑھے جنکی پیشانیوں پر سجدوں کے گھٹے تھے، لوگوں نے بتایا یہی
عمار یاسر ہیں اور ساتھ والے بدر واحد کے بوڑھے سپاہی اور صحابی ہیں
اُن کے بعد ابو قتادہ بن ربعی سیاہ گھوڑے پر نکلے، متین صورت زرد عمامہ
سفید قبا، تلوار گلے میں ڈالے کمان کاندھے پر رکھے رکاب میں ایک ہزار
کماندار پھر قیس ابن سعد بن عبادہ انصاری آئے، بشاش چہرہ،
زنانہ رو، بلند پیشانی دورکابے گھوڑے پر سوار سفید لباس،
زرد عمامہ، ہاتھ میں برچھا، پیچھے صدہا برچھیت جوش شجاعت میں
بڑھے جاتے نکل گئے پھر ایک رسالہ آیا، جس کا علمدار ایک خوشرو جوان
تھا لوگوں نے بتایا یہ عبید اللہ ابن عباس ہیں پھر ایک اور حسین
جوان کے ساتھ رسالہ نکلا جو قثم بن عباس تھے، صبح سے دن چڑھے تک
ہزارہا فوجی سپاہی اور سامان جنگ نکلتا رہا پھر ایک اوسط عمر بڑے
قد و قامت کے شخص نکلے جن کا رنگ دھوپ سے سونلا یا ہوا تھا مگر
بشرے سے فرزانگی، چہرے سے شجاعت مترشح تھی، سج دھج سپاہیانہ
انداز میں بانکپن تیوروں پر بل ایک آنکھ زخم رسیدہ، اُن کے پیچھے

اکثر نوخیز جوان اُچھلتے کودتے گھوڑوں پر سوار کچھ جنگ آزما پیدل
ساتھ معلوم ہوا کہ یہ مالک اشتر اور اُنکا قبیلہ ہے سب کے آخر میں عربی خوش خرام
پر ایک جوان نکلا موزوں قد پاکیزہ رو اوسط اندام جسم پر زرہ،
بکتر چار آئینہ مرصع کمر بند میں تلوار لٹکتی انتہائے ادب سے سر جھکائے
ہاتھ میں علم، علم کا پرچم ہوا سے لہراتا پھریرے کے نیچے کوئی پچاس ساٹھ
برس کی عمر کے ایک بزرگ گردن خم نظر نیچی روئے مبارک پر تقدس
صورت پر انتہا کا رعب چہرہ دلکش پیشانی بلند غلافی آنکھ رنگ گندمی
چوڑا چکلا سینہ، نہایت قوی اور زبردست بازو، آہستہ خرام مرکب پر سوار
ڈاب میں صرف تلوار پہلو میں دو حسین اور خوش قامت جوان بری بکری
گھوڑوں پر سوار ہاتھوں میں نیزے تلواریں زیب کمر پیچھے جوانان
خورشید رو سر سے پا تک دریائے آہن میں غرق، ترکی و تازی گھوڑوں پر
سوار نکلے سب نے کہا یہی بزرگوار علی بن ابی طالب ہیں آگے کا علمدار
ان کا صاحبزادہ محمد حنیفہ ہے پہلوؤں کے دونوں جوان فاطمہ بنت رسول
کے نور عین حسنین ہیں، پیچھے جانے والے سب جوانان ہاشمی و مطلبی ہیں
اُن کے بعد صدہا اونٹوں پر خیمے، اور رسد کا سامان خچروں پر اسباب اور
منجنیقیں کوتل گھوڑے دیگر فوجی ضروریات کا دن بھر تانتا بندھا رہا،
اس لشکر نے حضرت عائشہ کی فوج کے مقابل پہونچ کر پڑاؤ ڈالا حضرت علی نے

آپ نے رفقائے فرمایا کہ لڑائی میں کثرت، دولت، شجاعت، نصرت، ان
چاروں سے مقابلہ دشوار ہوا کرتا ہے، اس ہنگامے میں اتفاق سے چاروں
دشواریاں میرے سامنے ہیں۔ عائشہ کی جانب کثرت، یعلی بن منیہ کی دولت
زبیر کی شجاعت، طلحہ کی نصرت، مگر ان سب کا مجھے ذرا بھی ڈر نہیں، اگر
ہے تو مسلمانوں کی جماعت سے مقابلہ کا صدمہ ہے، ایمان والو! مقابل
ہونا تو صلح کو پیش نظر رکھنا، سبقت ہرگز ہرگز نہ کرنا،

۱۰ر جمادی الثانی ۳۶ھ صبح کے وقت دونو فوجیں تیار ہو کر مقابل آئیں
حضرت علی بے ہتھیار خیمہ سے برآمد ہوئے، سر پر سیاہ عمامہ، رسول کا
پیراہن زیب تن ردائے رسالت دوش مبارک پر ڈالے آنحضرت کے مرکب
دلدل پر سوار ہوئے، حضرت عائشہ کے لشکر کی جانب تشریف لے چلے،
بنی ہاشم اور اکثر رفقا نے ہمراہ چلنا چاہا آپ نے روک دیا، اُن لوگوں
نے عرض کی کہ بے ہتھیار تشریف لے جانا مناسب نہیں، آپ نے فرمایا
کچھ اندیشہ نہیں ہے لشکر عائشہ کی قریب پہنچ کر زبیر کو آواز دی حضرت
عائشہ نے سُنا کہ علی زبیر کو بلا رہے ہیں، چلا کر رونے لگیں غضب ہوا
اسماء بیوہ ہوئی، لوگوں نے کہا گھبرائیے نہیں، علی ہتھیار باندھ کر
نہیں آئے ہیں، زبیر سامنے آئے، فرمایا زبیر! یاد کرو تم اور آنحضرت
عمرو بن عوف کے مکان سے آ رہے تھے میں مدینہ کی بازار میں بیٹھا تھا،

آنحضرت نے اچانک مجھپر سلام کیا اور ہنسے، میں نے مسکرا کر سلام کا جواب دیا، تم نے کہا، علی سلام میں سبقت کیوں نہ کی، کچھ غرور ہو گیا ہے، آنحضرت نے فرمایا خاموش، علی متکبر نہیں ہے اے زبیر خدا سے ڈرو، اُس دن کو جب تم علی پر لشکر کشی کروگے، اور ظالم ہوگے. زبیر نے سر نیچا کرلیا، آپ نے فرمایا زبیر تمکو خدا کی قسم سچ بتانا، تم سے آنحضرت نے پوچھا تھا کہ زبیر تم علی کو دوست رکھتے ہو، تم نے کہا کیوں نہیں دوست رکھنا وہ تو میرا ماموں زاد بھائی ہے، آنحضرت نے فرمایا اے زبیر ایک دن ہوگا کہ تم علی پر چڑھائی کروگے اور اُس روز ظالم ہوگے، زبیر نے کہا بے شک صحیح ہے. یاد ہوتا تو ہرگز ایسا نہ کرتا، بخدا یاد آگیا اب باز آتا ہوں، زبیر آبدیدہ ہوکر واپس گئے، حضرت علی نے طلحہ کو بلا کر فرمایا طلحہ میں اور تم ایک خدا کا بندہ ایک رسول کا پیرو ایک ساتھ میں نے تم نے آنحضرت کے پیچھے. رسول خدا سے وحدہ لاشریک کو سجدہ کیا ہے میرا خون تم پر، تمہارا خون مجھپر حرام ہے بھلا بتاؤ میں نے کس کا خون کیا ہے جو میرا خون حلال مان کر مجھ پر لشکر کشی کی ہے طلحہ نے کہا آپ گھر میں بیٹھے رہے عثمان کو قتل ہو جانے دیا، حضرت علی نے فرمایا طلحہ آؤ ہم تم دونوں ہاتھ اُٹھا کر دعا کریں کہ بارالٰہا جو قتل عثمان سے شاد ہوا ہو اور جس نے قتل عثمان میں کچھ بھی شرکت کی ہو اُس پر لعنت نازل کر طلحہ خاموش ہو گئے آپ نے فرمایا

بڑا عیب ہے کہ تم نے بنی تیم کو ساتھ لیکر عثمان پر یورش کی۔ قتل کے ارادے
ان کے مکان کی چھت پر چڑھ آئے بیت المال میں ہاتھ گھنگولا، سب سے اول
میری بیعت میں سبقت کی، اور سب سے پہلے توڑ بھی ڈالی اپنی بیبیوں کو
پردہ میں بٹھا آئے، ناموس محمد کو اونٹ پر چڑھا کر ہزاروں کے مجمع میں پھرے
پھرانے لائے ہو، قبیلہ بنی قیس کے ،، بیگناہوں کو قتل کر ڈالا۔ نہ رسول
کی حرمت رکھی نہ خدا سے شرم کی، نہ اسلام کا پاس کیا طلحہ نے سر جھکا لیا،
سامنے سے ہٹ گئے حضرت علی نے حضرت عائشہ کی فوج سے مخاطب ہو کر
فرمایا مسلمانوں میں مسلمان ہوں اور مسلمان کا خون مسلمان پر حرام ہے،
میں نے کس کا خون کیا ہے جو تم لوگ مجھپر تلواریں تولے، نیزے سنبھالے
برچھے کھڑے ہو آپ کے رعب سے کسی کو زبان کھولنے کا یارا نہوا،
حضرت علی پلٹے اور اپنی فوج کو بھی پلٹا لائے، حضرت عائشہ نے
دیکھا کر علی کا لشکر پلٹ رہا ہے، وہ بھی اپنے خیمہ میں واپس گئیں،
فوج بھی اپنے اپنے ٹھکانوں پر چلی آئی زبیر حضرت علی کے ارشاد کا
اثر لے کر لشکر میں واپس آئے، حضرت عائشہ سے سب حال بیان کیا
جنگ سے اپنی دست برداری ظاہر کی، ان کے صاحبزادے عبداللہ بن
زبیر موجود تھے، باپ پر بہت برہم ہوئے، فرمایا بڑے شرم کی بات
ہے تم نے قوم کو انتقام پر ابھارا، مسلمانوں کو جوش دلایا، زوجۂ رسول کو

قصاص خون عثمان پر آمادہ کیا، چاروں طرف سے جنگ آزماؤں کو سمیٹا
بصرے تک لائے، اپنے لئے بیعت لی، قبیلہ بنی عبد القیس کی خونریزی کی
دنیا جانتی ہے کہ سب تمہارا کیا دھرا ہے، جب دونوں لشکر مقابل ہوگئے تو
رسول کا فرمان یاد آیا، دل میں خدا کا خوف سمایا جنگ سے دست کش
ہوگئے، ہرگز کوئی نہ مانے کہ خدا سے ڈر کر ہاتھ کھینچ لیا ہے یہی جانینگے
کہ ذوالفقار علی میں موت کی صورت دکھائی دی بھاگ کھڑے ہوئے، اس
ننگ وعار کا بھلا کہاں ٹھکانا ہے۔ زبیر نے کہا۔ او شوم بخت مجھے غیرت
دلاتا ہے، میرے پائے ثبات میں افواج کے سامنے کبھی لغزش نہیں ہوئی
مگر اس وقت علی کے روبرو دل میں دھڑکن ہاتھوں میں رعشہ، پاؤں میں تھرتھری تھی
سر جھکانے کے سوا کچھ جواب نہ بن پڑا اب میں نے قسم کھائی ہے کہ علی سے
جنگ نہ کرونگا لوگوں نے کہا کہ قسم کی تو کوئی ایسی مشکل نہیں ہے کفارہ دیدو
مگر جنگ سے منہ پھیرنا رسوائی کا باعث ہوگا۔ زبیر مجبور ہوکر راضی ہوگئے،
اور مکحول اپنے غلام کو قسم کے کفارے میں آزاد کیا، دوسرے روز زبیر فوج
کو تیاری کا حکم دیا، خود صلاح جنگ سے آراستہ ہوئے، نقارۂ رزمی بجا
تو حضرت علی نے بھی لشکر کو مقابل ہونے کا حکم دیا۔ مگر سمجھا دیا کہ زبیر
کا قاتل جہنمی ہوگا، ہرگز ہرگز کوئی مزاحم یا مقابل نہو۔ زبیر صف سے نکلکر
حضرت علی کی فوج پر حملہ آور ہوئے نیزہ ہلاتے صفوں کو چیرتے پھاڑتے

اس پار سے اُس پار نکل گئے۔ پھر اُدھر سے ادھر چلے آے، نہ کوئی مزاحم ہوا نہ کسی کو زخم ہو پایا، بیٹے سے کہا دیکھا میرا حملہ، انھیں نے کہا کہ یہ کیا حملہ تھا۔ ہاتھ ہلاتے گئے، جھلاتے چلے آئے، معلوم ہو گیا، وقت پر پیٹھ دکھانا چاہتے ہو، زبیر نے کہا، رسول کا ارشاد یاد آگیا ہے اب جان بوجھ کر دوزخ میں نہ جاؤں گا یہ کہا اور گھوڑے کو ایڑ دی، کچھ لوگ پیچھے دوڑے تھک کر رہ گئے مگر قضا فضا میں سر پر منڈلا رہی تھی وادی السباع اڑائے گئی۔ یہاں بنی تمیم آباد تھے وہ غیر جانب دار تھے، آخر نتیجہ کے منتظر تھے زبیر سے لشکروں کا حال پوچھا، انھیں نے کہا دونوں لشکر مقابل ہیں۔ میں چھوڑ کر چلا آیا ہوں، عمر بن جرموز ان کے دوست تھے ان کے مہمان ہوے، کھانا کھایا۔ دودھ کا ایک پیالہ نوش کیا، وضو کیا نماز پڑھی۔ سو گئے۔ ابن جرموز سوچا کہ یہی بانی فساد ہیں انکا خاتمہ کر دو علی خوش ہو جائیں گے، اور جھگڑا ابھی چک جاے گا، سوتے میں سر کاٹ لیا، اور حضرت علی کی خدمت میں آکر انکا سر، تلوار، انگوٹھی نذر دی، حضرت علی کو نہایت صدمہ ہوا، روے اور فرمایا کہ میں نے رسول خدا سے سُنا ہے کہ زبیر کا قاتل جہنمی ہو گا، عمر بن جرموز بہت پچتایا، حضرت علی بار بار زبیر کی تلوار اُٹھاتے اُلٹ پلٹ کر دیکھتے، روتے اور فرماتے تھے کہ یہی وہ تلوار ہے، جس نے صدہا دشمنوں کو رسول خدا کے سامنے سے دفع کیا ہے: دو نو

فوجیں مقابل ہوئیں، تو حضرت عائشہ کی طرف سے سبقت ہوئی۔ فوج نے
تیر برسانا شروع کردئے، حضرت علی نے اپنے لشکر کو حملہ کی اجازت نہیں
دی، یہانتک کہ میسرہ سے عبداللہ بن بدیل ورقہ خزاعی نے اپنے بھائی کی
لاش تیروں سے چھدی ہوئی لاکر حضرت علی کیخدمت میں پیش کی ابھی وہ لاش
ملاحظہ ہو ہی رہی تھی کہ دوسری لاش آئی، آپ نے فرمایا کون ہے جو اہل جمل
تک قرآن لیکر جاوے اوران نافہم باغیوں کو فرمان الٰہی پر توجہ دلائے، ایک
جوان پارسا، مسلم بن عبداللہ نے عرض کی میں حاضر ہوں، آپ نے فرمایا اگر
یہ لوگ تمھارے ہاتھ قلم کردیں اور تم کو قتل کرڈالیں، عرض کی فی سبیل اللہ
منظور ہے، حضرت عائشہ اس وقت قلب لشکر میں عسکر نام اونٹ پر بحیثیت
جرنیل تشریف فرما تھیں، مسلم قرآن لے کر جمل کے پاس پہونچے، قرآن کھولا
دونوں ہاتھوں پر لیا ہاتھ دراز کئے اور کہا کہ اے قوم میں تم سب کو احکام
خداوندی کی جانب دعوت دینے آیا ہوں طلحہ نے کہا جھوٹ کہتا ہے،
یہ ابن ابی طالب کا عذر ہے کاٹ دو اسکے ہاتھ، حضرت عائشہ کے ایک غلام طلحہ نامی نے مسلم کے ہاتھ پر
تلوار ماری، دوسرے نے پشت پر نیزہ مارا ہاتھ کٹ گئے، قرآن گرگیا،
مسلم شہید ہو گئے، حضرت علی نے اپنے اصحاب سے فرمایا، میں نے ابتک
کتنی ہی جانوں کا نقصان برداشت کیا، لیکن مسلمانون کے مقابل
دست بقبضہ ہونا گوارا نہین کیا، مگر کیا کروں کہ حاسدوں کا حسد ظالموں کا

ظلم، عہد شکنوں کی جسارتیں بڑھتی جا رہی ہے، میرے ساتھ کے مسلمانو!
مسلمانوں ہی سے تمھارا مقابلہ ہے، اِس بات کا بہت لحاظ رکھنا کہ جو تمھیں
مارنے کا ارادہ کرے اُسی کو مارنا، مارنا تو ناک کان کسی کے نہ کاٹنا، بزدلانہ
پامال ہرگز نہ کرنا، قیدیوں اور مجبور زخمیوں پر ہاتھ نہ اُٹھانا، بھاگتوں کا
تعاقب نہ کرنا، جوش میں نعرے، کامیابی پر شور وغل نہ مچانا، کسی کا مال و اسباب
نہ لوٹنا، البتہ ہتھیار لے لینا، گرے پڑے اسلحہ اُٹھا لینا، فتح پانا تو عورتوں کو اسیر
بچوں کو گرفتار نہ کرنا، کسی بندہ خدا کو اپنا بردہ نہ بنانا، اسلام کا خیال
ایمان کا پاس کرنا، خدا سے ڈرنا،

یہ فرما کر اپنے صاحبزادے محمد حنفیہ کو جہاد کی اجازت دی،
محمد حنفیہ نے سر تسلیم خم کیا، علم لیکر آگے بڑھے، مگر فوج
مخالف کے قریب پہونچ کر تھم گئے، حضرت علی گھوڑا بڑھا کر فرزند کے قریب
پہونچے، فرمایا حملہ کیوں نہیں کرتے عرض کی بابا سبقت کا انتظار ہے، آپ نے
فرمایا تیروں سے سبقت ہو چکی، اصحاب کی جانیں جا چکیں، اب کا ہے کا
تامل، مگر بات کہتے کہتے تیروں کی باڑھ آ گئی، محمد حنفیہ نے تلوار
میان سے لی عنان شبدیز کو حرکت دی، ماتحت فوج نے باگیں اُٹھا دیں،
دشمنوں پر جا پڑے۔ اُنکے بعد خود حضرت علی نے حملہ فرمایا، پھر مالک اشتر
غضبناک شیر کی صورت حملہ آور ہوے۔ مالک کے بعد دوسرے افسر بڑھتے گئے

یہانتک کہ دونو فوجیں خلط ملط ہوگئیں، تلواروں سے تلواریں کھنکنے لگیں، نیزوں سے نیزے گتھنے لگے، سواروں سے سوار، پیدلوں سے پیدل لڑنے لگے خوب گھمسان کی جنگ ہوئی، تھوڑی دیر میں طرفین کی ہزاروں لاشیں خاک و خون میں لوٹنے لگیں ہنگامہ نبرد میں گرد و غبار کیوجہ سے اپنے پرائے کی پہچان باقی نہ رہی اس چپقلش میں حضرت علیؓ کے ، نامی سردار شہید ہوگئے افسران جمل بھی اکثر کام آئے اصحاب جمل سے عبد اللہ میثری میدان میں آکر پکارا، کہاں ہیں باعث فتنہ و فساد علی، آپ نے سنا، فرمایا موجود ہوں، کیا چاہتا ہے، اُس نے تلوار کھینچ کر حملہ کیا، آپ نے تلوار ماری اس کا سر اُڑ گیا، فرمایا "کیوں! علی کو کیسا پایا" اس کا بھائی عمر ابن میثری صف سے نکلا، اور حضرت علی کے ایک بہادر سپاہی کو ایک ہی وار میں ختم کردیا، التمیم بن السدوسی ایک منتخب شجاع مقابل ہوئے، وہ بھی شہید ہوگئے، پھر مشہور نبرد آزما عبد اللہ بن الصوحان مقابلہ کو نکلے، اُن کو بھی اس نے شہید کر ڈالا، عمر میثری نے پھر مقابل چاہا، مگر اسکی دست برد اور شجاعت دیکھ کر کسی کو مقابلہ کی جرأت نہوئی، تھوڑی دیر ادھر سے ادھر گھوڑا کوداتا، خودستائی کرتا رہا، عمار یاسر حضرت علی کے بوڑھے صحابی وہاں سے کسی قدر قریب تھے۔ یاوہ گوئی کی آواز کانوں تک پہونچی گھوڑا بڑھا کر سامنے آئے، کہا کہاں تک تفاخر کرے گا، آ، مجھ بوڑھے سے دو دو ہاتھ لڑلے وہ سوکھا قہقہہ لگا کر مقابل آیا، تلواریں کھنچ گئیں، دیر تک رد و بدل ہوا کی،

وہ عمار کے وار سے زخمی ہو کر زمین پر آرہا، عمار گھوڑے سے اُترے، عمر کی
ٹانگ کھینچتے حضرت علی کے سامنے لائے۔ آپ نے گردن مارنے کا حکم دیا،
اس نے کہا، امیر المومنین مجھے نہ ماریئے زخم سے جانبر ہو جاؤں گا تو اسی طرح
آپ کے بھی کام آؤنگا، آپ نے فرمایا، اے دشمن خدا تو نے میرے تین بہادر جوان
کو جو خلافت و دلاوری میں اپنے ہمتا نہ رکھتے تھے شہید کر ڈالا ہے، کیونکر تجھے
چھوڑ دوں، اس نے کہا، امیر المومنین ایک راز کی بات ہے اور آپ کے
فائدے کی ہے، قریب آکر سن لیجئے، آپ نے فرمایا تو متمرد ہے مجھے آنحضرت
نے فرمایا ہے کہ مرد متمرد سے احتراز رکھنا، عمر نے کہا، بخدا اگر تم میرے پاس
آجاتے تو دانتوں سے کان یا ناک ضرور کاٹ لیتا۔ آپ نے اسکی عداوت پر
سخت تعجب کیا، اور اپنے ہاتھ سے سر اڑا دیا، عبداللہ بن خلف خزاعی
کہ بصرے میں صاحب خانہ عائشہ تھے حضرت علی کو پکارا کہ ہے کچھ دم داعیہ
آپ نے فرمایا عبداللہ مجھے مقابلہ کو بلاتا ہے بھلا میرے مقابلہ سے تجھے
کیا فائدہ ہوگا۔ کیا مجھے جانتا نہیں ہے، اُس نے کہا، اے پسر ابو طالب
تاکے غرور و نخوت! مقابل آؤ۔ تو حقیقت کھل جائے، آپکو
اس کی صلادت اور شقاوت پر بڑا تعجب ہوا، مرکب کو چھیڑ کر سامنے آئے
عبداللہ نے وار کیا، آپ نے خالی دیا، جھکائی دے کر تلوار ماری کہ آدھا
بھرا اور دہنا شانہ عبداللہ کا اڑ گیا، طلحہ تھوڑی بلندی پر کھڑے فوج کو

لڑ رہے تھے، مروان نے دیکھا، قتل عثمان کے باعث اور اس فساد کے بانی یہی ذات شریف ہیں، کینہ دیرینہ دل میں موجود تھا، اپنے تیر کی زد پر پایا غلام سے کہا تو آڑ کرے، کہ مجھے کوئی نہ دیکھے، تیر نشانہ پر پہونچ جائے گا تو کوئی کیا جانے گا کہ کس نے مارا ایک زہر کا بجھا ہوا تیر ترکش سے نکال کر نشانہ تاکا تیر کمان سے چھوٹا، قضا کا پیغام بنا طلحہ کی ران پر جا بیٹھا اور ہڈی تک چھید دی، زہر کے اثر سے طلحہ بے چین ہو گئے، سایہ کی تلاش پیاس کے اضطراب میں پسینہ پونچھتے اِدھر سے اُدھر تلملاتے پھرا کئے، سایہ کہیں نہ ملا، غلام نے تیر ران سے کھینچا، خون جاری ہوا، خون نکلتا گیا، ضعف بڑھتا گیا، روح مضمحل ہوتی گئی، طلحہ کلمات یاس اور پریشانی، ہائے افسوس وائے نادانی، اپنی سمجھ اور اپنی ماں کو بُرا کہتے بصد ندامت تڑپ تڑپ کر رحلت فرمائے ملک فنا ہوئے، طلحہ کے صاحبزادے بھی مارے گئے، عبداللہ ابن زبیر مالک اشتر کے ہاتھ سے زخمی ہو کر گنجان صفوں میں چھپ گئے، وادی سبع سے زبیر کی سُنائی آ چکی، طلحہ تیر قضا کے نشانہ بن چکے، ان دونو سپہ سالاروں کا خاتمہ ہو گیا۔ عمر ابن اشرف لشکر جمل کا مایہ ناز مارا گیا، اکثر مشاہیر جمل کو محمد ابن ابا بکر، عمار یاسر، مالک اشتر نے تہ تیغ کیا، جناب عائشہ کو گھبراہٹ میں کرامت سوجھی، تھوڑے سنگ ریزے منگائے شاہت الوجوہ کہکر حضرت علی کے لشکر پر پھینکے، زن کے ہاتھ کی قوت سے آگے نہ جا سکے،

اپنے ہی حد میں رہ گئے۔ اہل جمل نے ہمتیں ہار دیں، پیر اکھڑ گئے، پیچھے ہٹ کر
حضرت عائشہ کی پناہ میں سمٹ آئے، اونٹ کو جھرمٹ میں لے لیا، حضرت علی
کے افسروں نے جمالوں کو ایک ہی جا مجتمع پایا، چاروں طرف سے گھیر لیا،
آپ نے دشمن کے گھرے ہوئے اسلامی مجمع کو قتل ہوتے دیکھا، حکم دیا کہ بصرے
کی جانب کا راستہ کھول دو، جو بھاگے اسے جانے دو۔ صرف ہتھیار رکھوالو۔
اس حکم سے بھاگتوں کو راستہ مل گیا۔ بڑے بڑے بانکے ترچھے دلاور سورما،
ہتھیار چھوڑ چھوڑ بھاگنا شروع ہوئے، مگر قبیلہ ضبہ کے ضدی بادیہ نشین
جن کو حضرت عائشہ کی ساربانی کا شرف حاصل تھا ناقہ کی مہار تھامے، اونٹ
کے گرد حلقہ گھیرے لڑتے رہے جب ستر آدمی ایک ہی جگہ قتل ہو گئے تو حضرت
علی نے حکم دیا، یہ جہلا ہیں۔ جوش عقیدت میں جانیں دے رہے ہیں۔ ان کو نہ
مارو، بلکہ اونٹ کوپے کر دو۔ عبدالرحمن بن صرۃ التنوخی یا مالک اشتر نے اونٹ کی
کونچیں کاٹ دیں، اونٹ گرا، ساربان بھاگے، آپ کے حکم سے عماری سنبھال لی گئی
محمد بن ابابکر کے اہتمام میں حضرت عائشہ باحترام تمام جائے قیام پر پہونچا دی گئیں،
عبداللہ بن زبیر، مروان، ولید بن عقبہ، عبداللہ عامر اور اکثر بنی امیہ گرفتار
کرلئے گئے، حضرت علی نے عورتوں اور بچوں کی گرفتاری کو منع کیا، ہتھیار
چھین لینے کی اجازت دی، مال اسباب اور گھروں کے لوٹنے کی ممانعت فرمائی
یہ حکم حضرت علی کی فوج کے اکثر لوگوں کو نہایت شاق گزرا، دلوں میں لئے رہے،

زبان سے نہ کہہ سکے، طرفین کے دس ہزار مسلمان مارے گئے، حضرت علی نے سب کو
دفن کرا دیا، بعد فراغ دفن اپنے خیمہ میں تشریف لائے، عبد اللہ ابن عباس
کو بلا کر حکم دیا کہ عائشہ کے پاس جاؤ، سمجھاؤ کہ ذرا مدینہ سوار ہو جا دیں،
حضرت عائشہ کو اپنے چچا زاد بھائی طلحہ کے مرنے کا رنج، اپنے بہنوی زبیر کے
قتل کا الم، ہار کا قلق، سب سے زیادہ اپنے منہ بولے فرزند ابن زبیر کی گرفتاری
کا صدمہ تھا، بنی بات بگڑنے کی ندامت میں رنجیدہ خاطر اور متفکر بیٹھی تھیں
کہ عبد اللہ عباس نے اندر آنے کی اجازت چاہی، انھیں نے ملنے سے انکار
کیا، عبد اللہ عباس بے اجازت اندر چلے آئے، مونڈھے تلے اوپر
رکھے تھے، ایک مونڈھا گھسیٹ سامنے بیٹھ گئے، حضرت عائشہ جھنجلا کر
بولیں، تم کیوں بلا اجازت گھر میں گھس آئے عبد اللہ عباس نے کہا، تم
قابل احترام رہتیں تو میں بھی اجازت کی پابندی کرتا، تم خلاف حکم باہر
نکلیں میں بلا اجازت اندر چلا آیا حضرت عائشہ نے فرمایا اے بنی ہاشم
تمہاری صورتوں سے مجھے نفرت ہے، تمہارے ہم سایہ سے پناہ مانگتی ہوں،
عبد اللہ عباس بولے یہ تمہاری ناشکری ہے، تم کو جو عزت ہے وہ بنی ہاشم
سے ہے۔ تم نے دین اور دنیا دونوں ہم سے پائے، اے دختر ام رومانؓ!
تم کو اسلام ہم سے ملا، تیم اور عدی کے نسب سے تم ام المومنین نہیں کہلائیں
ہماری وجہ سے کہلائیں، تمہارے باپ ابو بکر بن قحافہ تھے، ہماری وجہ سے

سن کہلائے، یہ جماعت بھی جو تمہارے گرد جمع ہو گئی تھی، زوجۂ رسول
ہونے کی وجہ سے تھی، حضرت عائشہ نے کہا مگر علی تو تم کو اپنا ہم برابر نہیں
جانتے، عبداللہ عباس نے کہا ان کی برابری میں خود نہیں رکھتا۔ میں ان کی
امامت میں ہوں وہ مجھ سے زیادہ رسول خدا سے نزدیک ہیں، میراث و علم
میں اولا ہیں آنحضرت کے حقیقی چچا کے بیٹے ہیں، ان کی بیٹی کے شوہر
انکے فرزندوں کے باپ، ان کے وصی، انکے علم کے مبشر ہیں، ان کے میدان
کے بارز ان کے قوت بازو ان کے ربیعہ، ان کے جائز جانشین ہیں تم کو
حکم دے رہے ہیں کہ مدینہ جاؤ۔ حضرت عائشہ نے عبداللہ عباس کا کہنا نہ مانا
وہ لوٹ کر چلے آئے، پھر حضرت علی خود تشریف لیگئے۔ حضرت عائشہ کے پاس
ام عبداللہ خزاعی اور دیگر مقتولین بصرہ کی عورتیں موجود تھیں شور و غل
مچانے لگیں کہ اے عورتوں کے بیوہ کرنے والے اے قاتل وارثان فرزندان
آپ نے عائشہ سے کہا حمیرہ! انھیں منع کرو، ورنہ یہ خاموش کر دی جائینگی
وہ عورتیں یہ سن کر خود چپ ہو گئیں، آپ حضرت عائشہ کو مدینہ روانہ ہو جانیکی
ہدایت فرما کر چلے آئے۔ حضرت عائشہ نے عبداللہ ابن زبیر کی رہائی کی استدعا
کی آپ نے رہا فرما دیا مروان کی سفارش امام حسن نے کی وہ بھی چھوڑ دیے
گئے، یہاں تک کہ سب قیدی آزاد کر دئے گئے، مروان، ولید، عبداللہ عامر،
وغیرہ چھوٹ کر معاویہ کے پاس شام پہونچ گئے، آپ نے حضرت عائشہ کے

زبان سے نہ کہہ سکے، طرفین کے دس ہزار مسلمان مارے گئے، حضرت علی نے سب کو
دفن کرا دیا، بعد فراغ دفن اپنے خیمہ میں تشریف لائے، عبد اللہ ابن عباس
کو بلا کر حکم دیا کہ عائشہ کے پاس جاؤ، سمجھاؤ کہ فوراً مدینہ سوار ہو جا دیں،
حضرت عائشہ کو اپنے چچا زاد بھائی طلحہ کے مرنے کا رنج، اپنے بہنوئی زبیر کے
قتل کا الم، ہار کا قلق، سب سے زیادہ اپنے منہ بولے فرزند ابن زبیر کی گرفتاری
کا صدمہ تھا، بنی بات بگڑنے کی ندامت میں رنجیدہ خاطر اور متفکر بیٹھی تھیں
کہ عبد اللہ عباس نے اندر آنے کی اجازت چاہی، اُنھیں نے ملنے سے انکار
کیا، عبد اللہ عباس بے اجازت اندر چلے آئے، مونڈھے تلے اوپر
رکھے تھے، ایک مونڈھا گھسیٹ سامنے بیٹھ گئے، حضرت عائشہ جھنجھلا کر
بولیں، تم کیوں بلا اجازت گھر میں گھس آئے عبد اللہ عباس نے کہا: تم
قابل احترام رہتیں تو میں بھی اجازت کی پابندی کرتا، تم خلاف حکم باہر
نکلیں میں بلا اجازت اندر چلا آیا حضرت عائشہ نے فرمایا اے بنی ہاشم
تمھاری صورتوں سے مجھے نفرت ہے، تمھارے ہم سایہ سے پناہ مانگتی ہوں،
عبد اللہ عباس بولے یہ تمھاری ناشکری ہے، تم کو جو عزت ہے وہ بنی ہاشم
سے ہے۔ تم نے دین اور دنیا دونوں ہم سے پائے، اے دختر اُم رومانی!
تم کو اسلام ہم سے ملا، تیم اور عدی کے نسب سے تم ام المومنین نہیں کہلائیں،
ہماری وجہ سے کہلائیں، تمھارے باپ ابوبکر بن قحافہ تھے، ہماری وجہ سے

صدیق کہلائے، یہ جماعت بھی جو تمہارے گرد جمع ہو گئی تھی، زوجۂ رسول ہونے کی وجہ سے تھی، حضرت عائشہ نے کہا مگر علی تو تم کو اپنا ہم برابر نہیں جانتے، عبداللہ عباس نے کہا اُن کی برابری میں خود نہیں رکھتا۔ میں اُن کی اطاعت میں ہوں وہ مجھ سے زیادہ رسول خدا سے نزدیک ہیں، میراث و علم میں اولاتر ہیں آنحضرت کے حقیقی چچا کے بیٹے ہیں، اُن کی بیٹی کے شوہر اُنکے فرزندوں کے باپ، اُن کے وصی، اُنکے علم کے مبشر ہیں، اُن کے میدان کے مبارز اُن کے قوت بازو اُن کے ولیعہد، اُن کے جائز جانشین ہیں تمکو حکم دے رہے ہیں کہ مدینہ جاؤ۔ حضرت عائشہ نے عبداللہ عباس کا کہنا نہ مانا وہ اُٹھ کر چلے آئے، پھر حضرت علی خود تشریف لیگئے۔ حضرت عائشہ کے پاس بیوہ عبداللہ خزاعی اور دیگر مقتولین بصرہ کی عورتیں موجود تھیں شور و غل مچانے لگیں کہ اے عورتوں کے بیوہ کرنے والے اے قاتل وارثانِ فرزندان آپ نے عائشہ سے کہا حمیرہ! انھیں منع کرو، ورنہ یہ خاموش کردی جائینگی وہ عورتیں یہ سن کر خود چپ ہو گئیں، آپ حضرت عائشہ کو مدینہ روانہ ہو جانیکی ہدایت فرما کر چلے آئے۔ حضرت عائشہ نے عبداللہ ابن زبیر کی رہائی کی استدعا کی آپ نے رہا فرما دیا مروان کی سفارش امام حسن نے کی وہ بھی چھوڑ دئے گئے، یہاں تک کہ سب قیدی آزاد کر دئے گئے مروان، ولید، عبداللہ عامر، وغیرہ چھوٹ کر معاویہ کے پاس شام پہونچ گئے، آپ نے حضرت عائشہ کے

جانے میں تساہل پایا امام حسن کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ اگر مدینہ نہ جاؤگی تو میں وہی کرونگا، جس کا اختیار مجھے آنحضرت دے گئے ہیں اور نہیں معلوم ہے امام حسن تشریف لے گئے حضرت عائشہ کنگھی کر رہی تھیں، ایک گیسو گوندھ چکی تھیں دوسرا باقی تھا، امام حسن نے پیام سنایا، کھلے بالوں کھڑی ہوگئیں اور راحلہ تیار کرنے کا حکم دیا، عورتوں نے پوچھا، بی بی! عبداللہ عباس آئے تم نے کہنا نہ مانا، حضرت علی خود آئے مدینہ جانے کی تاکید فرما گئے تم ابتک نہیں گئیں آج اس لڑکے کے کہنے سے اتنی جلد آمادہ ہوگئیں خیر تو ہے، فرمایا آنحضرت علی کو اپنی ازواج کی طلاق کا اختیار دے گئے ہیں حسن کی زبانی وہی علی نے کہلا بھیجا ہے اب میں نہیں ٹھہر سکتی حضرت علی نے چند سپاہی اور ان کے بھائی کو ساتھ کیا بارہ ہزار درہم زادراہ دئے اور چند عورتیں ہتھیار بند مردانے لباس میں محمل کے گرد و پیش رہنے کو ہمراہ کیں، حضرت عائشہ کو مردوں کی حراست میں جانا نہایت شاق گزرا، راستہ میں اس برتاؤ کا شکوہ کیا، گرد کے سپاہیوں نے ظاہر کیا کہ ہم عورتیں ہیں جو حفاظت کے لئے تمہارے گرد و پیش ہیں، حضرت عائشہ نے بہت خوش ہو کر حضرت علی کے اس احترامی برتاؤ کا شکریہ ادا کیا۔

حضرت علی نے بصرہ پر تسلط پایا دارالامارۃ میں داخل ہوے، بیت المال کا جائزہ لیا، ملکی ضروریات سے زائد رقم کو مسلمانوں پر تقسیم کر دیا

بصرے کی مسجد میں تشریف لائے، اہل بصرہ کا مجمع ہوا، آپ نے فرمایا:
اے بصرہ والو! اے منقلب اور غرق شدہ۔ نشیبی زمین کے رہنے والو تمھارا
پانی شور۔ تمھاری زمین نشیب کی وجہ سے متعفن، تم رحمت الٰہی سے دور ہو
تم کئی مرتبہ گرد سے پانی میں غرق ہو چکے ہو۔ اور خدا جانے ابھی کے مرتبہ اور
غرق ہو گے۔ اے زن ناقص العقل کے طرفدارو! حیوان لایعقل کے مددگارو!
تمہارا دین نفاق سے مملو۔ تمھارا اخلاق قبیح، تمھارے باطن میں یقین کو
دخل نہیں ہے، تم خدائے لاشریک پر دل سے ایمان لاؤ۔ حاضر۔ ناظر۔ سمیع
بصیر مانو، میرے ابن عم محمد رسول اللہ کو ہادی برحق جانو، اُن کی پاک ہدایت
اور احکام خداوندی پر کاربند ہو اطاعت کرو خدا کی اور اطاعت کرو رسول اور
صاحبان امر کی تاکہ بدی سے نجات پانے والوں میں تمھارا شمار ہو۔ پھر دونو جانب
کے مقتولوں کا گرا پڑا اسباب مسجد میں سجایا گیا، ہتھیاروں کو بیت المال
میں داخل کرنے کا حکم دیا، باقی اسباب کی بابت اجازت دی کہ ورثا پہچانکر
لے لیں۔ لاوارث مال کو فوج پر تقسیم کر دیا، بصرے کی حکومت عبد اللہ بن
عباس کو تفویض فرمائی، زیاد بن سمیہ کو اُنکا مشیر بنایا اور مدینہ کے عزم
سے تیار ہوئے، مگر شام کی متوحش خبریں سُن کر فسخ عزیمت فرمائی، کیونکہ
مدینہ جانا، وہاں سے پھر شام کے انتظام کو آنا، دوہری مسافت اور وقت
تنگ دیکھا آخر رجب ۳۶ھ میں کوفہ کی جانب مراجعت فرما ہوئے، کوفہ

پہونچ کر پہلے یمن۔ مصر، عراق، فارس، تمام ممالک محروسہ کا انتظام فرمایا، اور جزائر عرب کی بغاوت فرد کرنے کے لئے مالک اشتر کو تھوڑا لشکر دے کر جہاد کی اجازت دی، خود شام کی جانب توجہ فرما ہوے پہلے جریر ابن عبداللہ بجلی کو فہمائشی خط دیکر معاویہ کے پاس بھیجا، معاویہ نے مہینوں حیلے، حوالے میں ٹالا، پھر جریر کو بے جواب واپس کر دیا، اور اپنے قاصد کے ہاتھوں سادہ کاغذ جواب میں بھیجدیا۔ جریر اہل شام کا جوش، معاویہ کے ارادے، قصاص کے منصوبے، شام کی عام رعایا کے خیالات نوٹ کرتے لائے، سب حضرت علی سے عرض کردئے، آپ نے اصبغ۔ ابوالاسود، اور طرماح کو باری باری بھیجا، سفیران علی مہینوں دوڑتے رہے اور اپنے فصیح و بلیغ تقریروں سے معاویہ اور اہل شام کو سمجھاتے رہے، لیکن نہ معاویہ نے کچھ سماعت کی، نہ اہل شام پر معاویہ کی وجہ سے، یہ لوگ اپنا اثر ڈالنے پائے حضرت علی کے تخت نشین ہوتے ہی بنی امیہ کے قافلے، آل عبداللہ کے کاروان مخالفوں کے جتھے، منافقوں کے گروہ جوق جوق مدینے سے کھسکنے لگے، سب سے پہلے خلیفہ زادے عبیداللہ ابن عمر۔ پھر نعمان ابن بشیر نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیاں، عثمان کا خون بھرا پیراہن لیکر شام پہونچے، عوام کو مشتعل کیا معاویہ کو سمجھایا کہ ہنوز علی کی فوجی قوت، امدادی جماعت کافی نہیں ہے۔ تمہاری کامیابی کا یہی موقع ہے۔ معاویہ نے انگلیاں منبر پر

رکھوادیں، خون بھرا پیراہن محراب مسجد میں لٹکوا دیا اور حضرت علی پر خون عثمان کا اتہام لگایا۔ ناواقف شامیوں کو عجیب عجیب عنوان سے قصاص پر ابھارا طرح طرح کے افترائے طوفان، بہتان، باندھ کر مخالفت پر توجہ دلائی بدگوئی اور تبرا کو رواج دیا، سرحدی جرگوں کو اغوا کیا ماتحت قبیلوں کو ورغلانا، افواج کو جنگ پر ترغیب دی، تمام شامیوں کو خون عثمان کا انتقام اور علی سے عوض لینے پر آمادہ کر لیا۔ اہل شام نے مسلمان تھے حضرت عمر کی بدولت آنکھ کھول کر یزید معاویہ اور بنی امیہ کے سوا کسی اور کو دیکھا ہی نہ تھا شام میں جو کچھ اقتدار تھا وہ بنی امیہ کا تھا وہی رسول کے عزیز قریب، وہی وارث وہی جائز جانشین سمجھے جاتے تھے۔ معاویہ نے ممانعت کر دی تھی کہ علی اور حسنین کا نام کوئی رسول اللہ کے ساتھ زبان پر نہ لائے۔ معاویہ کو خلیفہ زادے عبید اللہ کے پہونچنے سے بہت تقویت ہو گئی اہل شام میں اعتبار بھی بڑھ گیا تمام اکابر مدینہ کو طلب کے لئے خطوط لکھے، سعید ابن عثمان، بسر ابن ارطاط، خدیج ابو حذیفہ، ابو ہریرہ، ابو امامہ باہلی وغیرہ صحابہ کے پہونچنے سے شامیوں کے خیالات بد سے بدتر ہو گئے معاویہ نے صلاح مشورہ کے لئے عمر عاص کو فلسطین سے بڑی آؤ بھگت کے ساتھ بلا بھیجا، ایک دن خاص صحبت میں اپنی دقتوں کا اظہار کیا کہ مجھے ایک ہی وقت میں تین مشکلوں کا سامنا ہے، محمد بن حذیفہ قید خانہ

توڑ کر نکل بھاگا، اور مصر میں سازش شروع کر دی ہے، دوسرے قیصر روم بھی شام کے ارادے سے لشکر عظیم لیکر نکلا ہے۔ تیسرے علی خلیفہ ہوے ہیں، وہ بشبہا یشت کے دشمن ہیں، میری امارت پر ضرور حسد کرینگے، عمر عاص کو اپنا رنگ جمانا، معاویہ کے عناد کا اندازہ لینا تھا۔ کہا محمد حذیفہ کا معاملہ چنداں اہم نہیں ہے فوج سے گرفتار کرالو، قیصر روم کو تحفہ تحائف بھیجکر تجدید صلح میں الجھاؤ، البتہ علی کا معاملہ سخت ہے، تم اُن کے برابر والوں میں نہیں سمجھے جا سکتے، اُن کے فضائل و خصائل اور مراتب کا پایہ بہت بلند ہے۔ معاویہ نے کہا عثمان کو بے گناہ قتل کیا، وہ مرتبہ جاتا رہا عمر عاص نے اُنگلی دانتوں میں دبا کر کہا کہ ہا! ایسا نہ کہو، نہ عثمان بے گناہ تھے، نہ علی کا ہاتھ اُن کے خون میں آلودہ ہے یہ بالکل جھوٹ محض افترا ہے علی عالم میں بے مثل اور کمالات میں بے نظیر ہیں رسول کے جائز جانشین، اُن کے ابن عم اُنکی بیٹی کے شوہر ان کے فرزندوں کے باپ اُنکے وصی ہیں رسول فرما گئے ہیں کہ جس کا میں مولا ہوں اُس کے مولا علی بھی ہیں، اُنکا دوست خدا ورسول کا دوست اُنکا دشمن خدا و رسول کا دشمن ہے، جو قاتلان عثمان ہیں وہ ابتک مشتبہ ہیں۔ نام کسی نے بتایا نہیں، شناخت کوئی کرتا نہیں یوں تو بلوے میں بصرے، کوفے، مدینہ والے سبھی شریک تھے مگر مصر والے زیادہ پیش پیش تھے۔ جو ادھر اُدھر دونوں طرف موجود ہیں

معاویہ نے عمر عاص کا زانو دبایا۔ اور اس تذکرہ کو تخلیہ پر اٹھا رکھا، تخلیہ کی صحبت سے عمر عاص معاویہ کے ہم ساز وہم آواز نکلے، کافی اطمینان ہو گیا کہ بنی امیہ کے دلوں میں پورانے زخم آلے ہیں انتقام کو تیار ہیں، اہل شام مددگار ہیں، جاہل جماعت بھی اچھی خاصی تعداد میں ساتھ ہے نو مسلم شامی واقعات سے بیخبر آل ہاشم سے ناواقف ہیں وہ یزید و معاویہ کے سوا کسی اور کو جانتے ہی نہیں، لاکھوں کا مجمع امداد کو حاضر ہے، جماعت کی کرامت سے خلافت معاویہ کو ملیگی تو مصر کی حکومت نئے سرے سے ہاتھ لگے گی، وعدہ وعید پر سلطنت کے وزیر معاویہ کے مشیر تدبیر بنے اور اپنی فطرتی چالوں سے مدد دینا شروع کر دی، حضرت علی ادھر جنگ جمل میں الجھے رہے، معاویہ اور عمر عاص کو موقع ملا بہانہ گڑھتے اور جنگ کا انتظام کرتے رہے، جنگ جمل کے قیدی چھوٹے تو مروان ولید، اور اکثر بنی امیہ عبداللہ عامر، مغیرہ ابن شعبہ یعلی بن منیہ وغیرہ معاویہ کے پاس شام جا پہونچے، شامیوں کو اور برافروختہ کر دیا شرجیل ابن سمط الکندی شام میں بہت ذی اثر اور دور فاروقیہ میں افواج میسرہ کے مشہور افسر تھے، سارے عرب میں انکی بہادری کی دھاک تھی تمام شام میں شجاعت کے ڈنکے بجے تھے بڑے بڑے قبیلے مطیع تھے، معاویہ کو ان کی قوت اپنے کام میں لانے کی ضرورت ہوئی، عمر عاص کی صلاح سے زید سعید، بسر ارطاطہ وغیرہ ایسے دس بیس مقتدر لسان چالاک صحابیوں کو مہینوں

باری باری مختلف حیلوں سے شرجیل کی صحبت میں بھیجا، وہ لوگ باتوں باتو
میں بے لوث بنکر سناتے رہے کہ علی نے خلافت کے لئے خلیفہ عثمان کو بے گنا
قتل کرا دیا، اور خلافت پر قبضہ کرلیا ہے اتفاق سے شرجیل کسی ضرورت
معاویہ کے دربار میں آے معاویہ نے بہت تعظیم و تکریم سے اپنے پہلو میں بٹھایا،
ادھر اُدھر کی باتوں میں خلافت کا تذکرہ چھیڑا شرجیل نے کہا مجھے اکابر مدین
عمائد دمشق معارف کوفہ، اشراف مکہ سے تحقق ہو چکا ہے کہ مظلوم خلیفہ کی
شہادت علی کی سعی و کوشش سے ہوئی ہے اگر تم اُن کی بیعت کرو گے تو میں
تمھارا ساتھ نہ دونگا، اور اپنے ماتحت قبیلوں کو بیعت سے روکوں گا معاو
نے کہا، بھلا یہ کہاں ممکن ہے کہ میں آپ ایسے بزرگوں کی رائے بغیر کوئی کا
کروں، میں خود اس معاملہ میں آپکا ہم خیال ہوں، بلکہ تمام اہل شام قصاص
لینے کو تیار جنگ پر آمادہ ہیں

جریر کے خالی واپس آنے پر حضرت علی نے معاویہ کو لکھا، اے معاویہ! عام
مسلمانوں کی موافقت کر، پھر وارثان عثمان کو میرے روبرو لا اور خون عثمان
کا دعویٰ کرا تاکہ مطابق کتاب خدا اُس کا فیصلہ کیا جاوے، اگر تو نے
میرے ہدایت پر خیال نہ کیا، تو مجھے خدا سے امداد لیکر تجھ سے جنگ وجدال
کے لئے آنا پڑے گا معاویہ نے جواب میں لکھا کہ اے علی ہم تم بنی عبد مناف
ہیں، ایک ماں کا دودھ ایک ہی چاہ سے پانی پیا ہے، ہم میں تم میں کسی کو

ترجیح نہیں ہے، پہلے ہم سب متفق تھے، قلوب خیانت سے پاک، نفوس حسد
سے بری تھے، یہاں تک کہ اے علی! تم نے عثمان پر حسد کیا، اور لوگوں کو ابھارا
عثمان کو قتل کرادیا، گھر میں گھسے بیٹھے مطلب کا انتظار کرتے رہے، عثمان
شہید ہوے، تمھاری مراد برآئی، خلافت پر قبضہ کیا، بزرگان اسلام سے
جبر یہ بیعت لی، شیخ المسلمین طلحہ و زبیر کو قتل کرادیا، ام المومنین حضرت عائشہ
کو اجلاف عرب کے ہاتھوں ذلیل کیا قاتلان عثمان کو اپنی رفاقت میں
لے کر، حمایت میں دلیر کر رکھا ہے، اب میں مہاجر و انصار کے ساتھ
شمشیرہاے شامی وسنانہاے خطائی تمھاری طرف آتا ہوں، اور قاتلان عثمان کو
لے لیتا ہوں، حضرت علی نے جواب میں لکھا، یہ سچ ہے کہ ہم تم بنی عبد مناف
ہیں، ایک ہی ماں کا دودھ ایک ہی چاہ کا پانی پیا ہے، مگر فی ما بین یوں
تفرقہ ہوگیا کہ ہم خداے واحد پر ایمان لاے، محمد کی رسالت کو تسلیم کیا، تو
مشرک تھا، منافق رہا، تیرے یہاں بتوں کی خدائی ہمارے یہاں خانہ کعبہ
کی خدمت زمزم کی سقائی رہی، ہمارے گھر رب العزت نے وحی نازل فرمائی،
شکوۂ نبوت ہم میں ہے، شجرۂ ملعونہ تم میں، محمد سا امین ہم میں ہے مسلیمہ سا
کذاب ابو سفیان سا خائن تم میں شیبۃ الحمد عبد المطلب ہم میں ہے کذاب
کا باپ تم میں، ہاشم بن عبد مناف ہم میں امیہ ننگ اخلاف تم میں،
جعفر طیار فی الجنان سید الشہدا حمزہ اسد اللہ ہم میں، سگ سلاف ابن عبد العزیٰ

تم میں سیدۃ النساء العالمین فاطمہ زہرا ہم میں حمالۃ الحطب ام جمیلہ (معاویہ کی پھوپھی) اور ہندہ جگر خوارہ (معاویہ کی ماں) تم میں۔۔ سرداران جوانان بہشت حسنین ہم میں عقبہ بن ابی معیط تم میں۔ اے ابن صخر یہ بھی ابنائے زمانہ کی دون پرستی ہے کہ تجھکو میرا مقابل بنا دیا، اے معاویہ میں نے عثمان پر حسد نہیں کیا، بلکہ تو میری خلافت اور امامت پر جل بھن رہا ہے۔ قتل عثمان پر میں نے کسی کو ترغیب نہیں دی، بلکہ تیرے شیخ الاسلام طلحہ و زبیر اور تیرے مشیر کار عمرعاص مکار نے اُبھارا اے پسر ہندہ میں مدعی خلافت رہا، مگر خلافتوں میں در انداز نہیں ہوا میں مستحق امامت ہوں مگر خلافت کی ہوس نہیں رکھتا، تو نہ استحقاق خلافت رکھتا ہے نہ امامت کی قابلیت، محض ناواقف شامیوں کی قوت پر کینۂ دیرینہ نکالنا اور اقتدار دنیا بڑھانا چاہتا ہے، صرف ہوائے نفس اور حبِ جاہ طمعِ دنیا میں برسرِ پرخاش ہے، مہاجر و انصار اور مصر کے گروہ نے خلافت کے لئے مجھے مجبور کیا، طلحہ اور زبیر نے خود ہی شدید قسمیں کھا کر بیعت میں سبقت کی خود ہی عہد شکنی میں عجلت کی، کور بختی سے اپنی جانیں آپ ہلاکت میں ڈالیں، زبیر کی مہمان داری تیرے ساتھی عمر جرموز نے کی، طلحہ کی جان تیرے بھتیجے مروان نے لی، عائشہ خود ہی خلاف حکم گھر سے نکلیں، اونٹ پر چڑھ کر بصرے تک تشہیر ہوئیں! اے ابن جگر خوارہ ٹٹول اپنے دل کو دیکھ اپنے دہنے بائیں، خون عثمان کے بانی تیرے پہلوؤں میں مصاحب ہیں

تعجب ہے کہ تو مجھے شمشیر دشان سے دھمکاتا ہے، تو نے کس سے سنا اور کب دیکھا
کہ پسران عبد المطلب تلوار سے ڈر گئے ہوں، کیا بدر واحد، خندق وخیبر کے
واقعات بھول گیا۔ میں وہی علی ہوں جس نے تیرے اسلاف کو ٹھکانے لگایا ہے
ذرا آنکھ کھول۔ دیکھ اپنے بھائی حنظلہ۔ اپنے ماموں ولید۔ اپنے چچا شیبہ اپنے
جد عتبہ کو جو میدان بدر میں اپنے خون میں پڑے لوٹ رہے ہیں، وہی تلوار
ذو الفقار میرے ہاتھ میں ہے، وہی قوت دست وبازو میں موجود ہے،
خدا کے فضل سے وہی قوی دل رکھتا ہوں، کچھ بھی غیرت رکھتا ہو تو اکیلا
نکل آ، میں تو سمجھ لوں، تو نے مار لیا دنیا تیری ہے میں نے تجھے مارا
مسلمانوں کو رنج ومصیبت سے نجات مل جائے گی، اے معاویہ! مسلمانوں کا
خون ناحق اپنے سر نہ لے، صدہا گھر ویران ہزارہا عورتوں کو بیوہ بچوں کو
یتیم نہ کر، خدا سے ڈر جانبین سے خطوط کا سلسلہ پیک وپیغام سفیروں
کی تک ودو قاصدوں کی دوڑ دھوپ، ایلچیوں کا آنا جانا، مہینوں
جاری رہا۔ معاویہ نے مکروہ الفاظ سخت کلامی سوء ادبی، گستاخی
اتہام، بے ہودہ سرائی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا حضرت علی نے بھی تحمل و
نمائش کی حد کر دی، دندان شکن جواب بھی دئے اور لاجواب دئے مگر
افسوس بات بڑھنا تھی بڑھتی گئی مسلمانوں کے خون بہنا تھے بہے، اور
ہزار افسوس کہ صدیوں تک بہتے رہے۔ مورخین لکھتے ہیں ایک کوفی کا باشندہ

کسی ضرورت سے شام آیا، ایک شامی نے اُس کے اونٹ کو پکڑا اور کہا کہ یہ میری اونٹنی ہے، قصہ نے طول کھینچا معاملہ معاویہ کے حضور میں پیش ہوا، شامی کے بیسوں گواہ ہو گئے، معاویہ نے اونٹ شامی کو دلا دیا، کوفی نے کہا، جج صاحب ذرا ملاحظہ تو فرما لیجئے کہ یہ اونٹ ہے یا اونٹنی، معاویہ نے کہا حکم ہو چکا، اب کچھ نہیں ہو سکتا، شامی اونٹ لیکر چلتا پڑا کوفی منہ لٹکائے واپس چلا، معاویہ نے کوفی کو بلا کر اونٹ سے دوچند قیمت دی، اور کہا کوفے جانا تو اپنا قضیہ علی کو سنا دینا، اور میری طرف سے کہدینا کہ ایسے سوالاکھ اُجڈ تمھارے مقابلہ کو لاؤنگا، جو اونٹ اور اونٹنی میں فرق نہیں کر سکتے، معاویہ نے حضرت علی کو جنگ جمل میں اُلجھا پایا، شام میں اپنی خلافت کا اعلان کر دیا اور جزائر عرب میں ضحاک ابن قیس نے پہونچ کر معاویہ کے لئے بیعت لی، اور شہر حران کو اپنا دارالریاست بنایا۔

حضرت علی نے جنگ جمل سے فراغت پائی تو مالک اشتر کو تھوڑی فوج دیکر ضحاک کی سرکوبی کو روانہ فرمایا، ضحاک شکست کھا کر قلعہ بند ہو گیا، مالک نے قلعہ حرّان کا محاصرہ کر لیا، ضحاک نے معاویہ کو فریاد نامہ لکھا، معاویہ نے خالد ابن ولید کے بیٹے عبدالرحمن کو ضحاک کی امداد کو بھیجا، مالک اشتر نے کمک کو آتے سُنا، آگے بڑھ کر راستہ ہی میں عبدالرحمن کو ٹوک لیا

سخت خونریزی ہوئی۔ عبدالرحمن شکست کھا کر بھاگ گیا، ضحاک نے امدادی فوج کو بھاگتے سُنا تو قلعہ چھوڑ چلتا پڑا مالک نے پلٹ کر قلعہ حران پر قبضہ کرلیا، وہاں کے باشندوں سے علی کی بعیت لی، یہیں سے جنگ صفین کا سلسلہ چھڑ گیا،

حضرت علی نے عرصہ تک اس معاملہ میں رفاہ واصلاح کی راہ دیکھی۔ مگر جب یہ خبر پائی کہ معاویہ شرجیل کی قوت سے ایک لاکھ فوج لیکر دمشق سے باہر نکل آے ہیں، لشکر کو تیاری کے لے نخیلہ میں جمع ہونے کا حکم دیا، ۸۰ ہزار کا مجمع ہو چکا تو عقبہ بن عمر ایک معمر صحابی کو کوفہ کا منتظم کیا، اور لشکر کو کئی حصوں میں مرتب فرمایا، اور ہر حصہ پر اُن کے نمایندوں کو افسر بنایا۔ ۱۲ ہزار کی جماعت کو مقدمۃ الجیش کیا اور زیاد ابن نصر اور شریح ابن ہانی کو اُن کا امیر مقرر کیا، ہدایت فرمائی کہ تم دونوں جدا جدا اپنے لشکر کے افسر ہو۔ جہاں پر ایک ہو جاؤ تو شریح کو دونوں لشکروں کا افسر مانو، ظلم وتعدی سے نفرت رکھنا ہر وقت ہر حالت میں خدا سے ڈرتے رہنا۔ اپنی ثروت پر غرہ، اپنی کارگزاریوں پر ناز اپنی قوت پر گھمنڈ نہ کرنا، اتفاقات زمانہ کے لئے مستعد رہنا، آفات ارضی وسماوی میں حواس باختہ نہو جانا، اپنے ماتحت ۱۲ ہزار بندگان خدا کے تمامی امور کی خبر رکھنا، ان کی محافظت ان کی راحت ان کا آرام تمہارے

ہاتھ ہے شفقت سے ان کی خدمت تمھارے ذمہ ہے۔ اہل عقل سے صلاح لینا، ناواقفوں کو تعلیم دینا، آگے کا لشکر فوج کی سپر، سب کا نگہبان، جسم پر آنکھیں، محافظہ طلایہ ہے۔ اہل طلایہ کا فرض ہے کہ دریافت حال کو ادھر اُدھر دیکھتے چلیں، چاروں طرف کی خبر لیتے رہیں آگے پیچھے دہنے بائیں، بلندیوں، پستیوں، جھاڑیوں، جنگلوں، پہاڑوں گھاٹیوں، کھنڈروں، کمیں گاہوں، درختوں کی آڑوں میں غنیم کا سراغ لگاتے چلنا، رات کو قیام، دن کو سفر کرنا، کوچ میں ساتھ قیام میں پاس ہر حالت میں متفق رہنا، سونا تو برچھیوں کے حلقہ میں محفوظ ہونا شب خون کی حفاظت کو باری باری ہوشیار رہنا دشمن سے سامنا پڑ جائے تو کسی بلندی یا دریا کے موڑ کو پس پشت لینا، یا پہاڑ کی آڑ پکڑ لینا تاکہ دشمن ایک ہی جانب سے حملہ کر سکے اور تم پسپا ہونے پر بھی بلند ہو کر زبردست رہو اور بھاگ جانے کی بے عزتی سے بھی محفوظ رہ سکو۔

یقین مانو کہ موت ایک دن آنی ہے راتوں کو بقدر ضرورت آرام لینا زیادہ آرام کو حرام سمجھنا، کچھ رات رہے سے اُٹھنا، خدا کو ضرور یاد رکھنا اپنے قاصد میرے پاس بھیجتے رہنا بڑھو اور خدا کا نام لیکر بڑھو فی حفظ اللہ میں بھی تمھارے پیچھے آرہا ہوں تمام لشکر آگے پیچھے روانہ ہوا۔

حضرت علی مع لشکر ظفر پیکر کربلا، ساباطہ، مدائن ہوتے ہوئے راہ میں کسریٰ
پرویز، نوشیروان عادل کے پورانے نشان وحشت ناک منظر، ڈراونے
ویرانے، گری پڑی عمارتیں، ٹوٹے پھوٹے قلعے۔ سنسان قبرستان، خاموش
آتشکدے، شاہی عمارتوں کے کھنڈر امراؤ وزراء کے منہدم مکانات،
اُجڑے باغ سوکھی نہریں پھٹے گنبد گرے منارے، لٹی بہار مٹی رونق
چشم عبرت سے دیکھتے زبان سے آیۂ فاعتبروا یا اولی الابصار پڑھتے
بہرسیر میں رونق افزا ہوئے اس مقام پر مدائن کے رہنے والے بارہ سو
سپاہی عدی بن حاتم طائی کی تحریک سے حاضر خدمت ہوئے بہرسیر سے
چل کر شہر انبار میں مقام ہوا یہاں کے عجموں نے آپ کے استقبال اور
مہمانی کا سامان کیا گھوڑوں پر سوار ہو کر استقبال کو آئے جب قریب
پہونچے وہاں کے دستور کے موافق گھوڑوں سے اُتر پڑے اپنے اپنے
گھوڑے نذر دئے لشکر کے لئے کھانا جانوروں کے لئے دانہ سوکھی گھاس
ہرا چارہ حاضر کیا آپ نے اس شرط سے منظور فرمایا کہ تمھارے خراج میں
تمھارا عامل اسکی مناسب قیمت مجرا دے شہر انبار میں دو دن قیام رہا
ضروری رسد کا سامان قیمت سے مہیا ہوا، کیونکہ یہاں سے جنگل کا رستہ
طے کرنا تھا، سات روز بعد اقطار میں کوکب ہمایوں کا داخلہ ہوا اس
مقام پر مسجد بنانے کا حکم دیا، یہاں سے کوچ فرما کر شہر رقہ میں نزول اجلال ہوا

یہ شہر شام کے ممالک محروسہ میں شامل تھا، باشندے امیر شام کے مطیع تھے اور عثمانی فرقہ بھی جنگ جمل سے بھاگ کر یہیں مقیم تھا سماک ابن مخرمہ اسدی اُنکا سردار تھا یہاں دریاے فرات اُترنے کو کشتیوں کی ضرورت ہوئی ان لوگوں نے دینے سے انکار کیا اور اپنی کشتیاں دہنے بائیں ہٹا دیں، حضرت علی نے درگزر فرمایا اور منبج کے پل سے اُتر گئے مگر مالک اشتر نے تلوار کے گھاٹ اُتارنے پر دھمکایا اور کشتیاں منگا کر اُترے منزل رقبا پر زیاد و شریح کا لشکر مل گیا حضرت علی نے اس لشکر پر اب مالک اشتر کو امیر بنایا، اور شام کی جانب بڑھنے کا حکم دیا، ہدایت فرمائی کہ غنیم سے مڈبھیڑ ہو جاے تو میمنہ پر زیاد میسرہ پر شریح اور قلب میں تم قیام کرنا اور سمجھا دیا کہ اپنی فوج کو دشمن سے اتنا نزدیک نہ اُتارنا کہ وہ تم کو جنگ پر حریص سمجھے اور نہ اتنا دور کہ تم پر خوف و دہشت کا گمان ہو، دشمن سے مقابل ہو جاؤ تو شر دفع کرنیکے سوا شورش نہ کرنا بغیر اتمام حجت تلوار میان سے نہ نکالنا، جہانتک ممکن ہو میرے پہونچنے کا انتظار کرنا، افواج شام کے ہراول ابوالاعور اسلمی ۲۵ ہزار فوج سے عراق کی طرف بڑھے اور بابل کے میدان میں ڈیرے ڈالے، دوسرے روز مالک اشتر بھی اُن کے سر پر جا دھمکے اور مقابل میں خیمے برپا کئے اپنے بھائی سنان ابن نخعی کو ابوالاعور کے سمجھانے کو بھیجا اُسنے کہا میں شام سے سب سمجھ بوجھ کر چلا ہوں

اور صبح ہوتے ہی دہل جنگ بجوا دیا، مالک خود بھی طبیعت کے نہایت جنگجو تھے مگر حضرت علی کا حکم مقدم مانتے تھے، دشمن نے سبقت کی تو فوج کو مقابل لائے، ابوالاعور نے حملہ کر دیا دونوں فوجیں گتھ گئیں دن بھر تلوار کھنکا کی رات بھر لوہے سے لوہا بجتا رہا مالک غصہ میں بھرے ابوالاعور کے فراق میں گھوما کئے صبح ہوتے ہی ابوالاعور مالک سے جان بچا کر چلدیا، فوج بھی تتر بتر ہوکر بھاگی ابوالاعور اقبح کے مقام پر معاویہ سے جا ملا اور فرار کی داستان سنائی مالک بھی بھاگتی بھیڑ کو ریلے ڈھکیلتے دباتے چلے گئے معاویہ نے اقبح کے قیام میں قباحت دیکھی دریائے فرات قریب ہونے سے صفین کا میدان پکڑا اور پانی کے گھاٹ پر قبضہ کر لیا، مالک اشتر ہو نچے تو لاکھوں کے مجمع سے مقابل ہونا مناسب نہ سمجھے اپنے لشکر کو اُن کی ٹکر کا نہ پایا دریا سے ہٹ کر پڑاو ڈالا۔ تیسرے روز حضرت علی بھی تشریف فرما ہو گئے دریا سے دور ٹھہرنے کی وجہ پوچھی معلوم ہوا کہ گھاٹ پر معاویہ کا پہلے سے قبضہ ہے، فوج کو پانی کی ضرورت ہوئی لوگ پانی لینے گئے گھاٹ کے پہرہ دار مانع ہوے آپ نے صعصعہ کو معاویہ کے پاس بھیجا کہ دریا کا پانی خدا کی جانب سے عام ہے تم نے کیوں روکا ہے معاویہ نے کہا تم نے عثمان پر پانی بند کیا ہم تم کو پانی نہ دینگے، آپ نے کہلا بھیجا کہ ہمارے تمھارے امامت پر جھگڑا ہے پانی روکتے ہو تو چلو اسی پر فیصلہ ہو جاے جم

گھاٹ لیلے وہی امام ہے معاویہ نے جواب نہیں دیا اشعث واشتر
حضرت علی سے اجازت لیکر پانی لینے گئے محافظان ساحل کو گھاٹ سے
مار کر ہٹا دیا، دو دن کی پیاسی فوج نے خوب ڈگڈگا کر پانی پیا اور وہیں
ڈیرے ڈالدئے معاویہ کی فوج کو ضرورت ہوئی تو اندیشہ کیا کہ ہم نے پانی
نہیں دیا تھا اب ہم بھی پانی سے روکے جائینگے کچھ لوگ پانی مانگنے آئے
آپ نے فرمایا دریا خدا کی طرف سے فیض عام ہے میں وہ بات ہرگز نہ کرونگا
جو تم ابھی ابھی کل میرے ساتھ کر چکے ہو بے کھٹکے پانی پیو اور بھرے جاؤ
اس پر بھی معاویہ عجیب چال چلے کچھ دور پر دریا میں باندھ بندھا تھا،
رات کو دو چار سو تبردار بیلدار بھیجے کہ باندھ کو توڑ دو رات بھر بیلچہ چلتا
رہا پتھر پر کودالوں کی دھمک رات کے سناٹے میں گونجی، کھودنے والوں
کا شور و غوغا مچتا رہا لشکریان علی کو اندیشہ ہوا، آکر عرض کی کہ باندھ
توڑا جا رہا ہے یہاں رہیں گے تو ہم سب غرق ہوجائیں گے لب ساحل قیام
مناسب نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ یہ معاویہ کا مکر ہے، تم پانی کے کنارے
ہو اور امن و عافیت سے ہو تمھارے ڈرانے کو دھمکی ہٹانے کی حکمت ہے
یہ باندھ معاویہ کے توڑے نہیں ٹوٹ سکتا، اگرچہ تمام مملکت کا خراج بھی
خرچ کر ڈالے، لشکریوں کے دلوں سے اندیشہ نہ گیا اور اصرار کرتے رہے،
آپنے فرمایا تمھاری ناسمجھی کا میرے پاس علاج نہیں ہے اور تنغص ہو کر خاموش ہوگئے دریا کنارے

سے لشکر ہٹ آیا مقام خالی ہوا معاویہ نے جھٹ پٹ اپنا لشکر لا جمایا حضرت علی نے فرمایا اے سخن ناشنو نافہموں دیکھا جو میں نے کہدیا تھا وہی ہوا پھر پانی کو ترسو بلکو گے، مالک اشتر اور اشعث وغیرہ سرداروں کو سخت ندامت ہوئی عرض کی اجازت ہو تو ہم پھر اپنی جگہ لیلیں آپ نے فرمایا تمھیں اختیار ہے اشتر و اشعث نے اپنے اپنے قبیلوں کو جمع کیا کہا ہم سے غلطی ہوگئی ہے اپنے اندیشے کی متابعت کی امام کا حکم نہ مانا جگہ بھی گئی پانی کی بھی تکلیف اٹھائینگے اول مرنا، آخر مرنا پیاس سے تڑپ تڑپ کر مرنے سے لڑکر مرنا اچھا ہے جان پر کھیل کر اپنا چھنا ہوا پڑاؤ واپس لینا مقصود ہے، سب نے منظور کیا کمریں باندھ تیار ہو گئے، آگے آگے اشتر و اشعث پیچھے لشکر عراق فوج شام پہیٹر نکال کر ہٹنے سے آمادہ تھی اشتر و اشعث نے حملہ کیا اشتر نے ۷ نامی سردار تہ تیغ کیے، اشعث اور شرجیل بن سمط الکندی سے مُڈھ بھیڑ ہوگئی اشعث نے نیزہ مارا سینہ سے پار ہو گیا ابو الاعور اسلمی جوش میں مقابل ہوا اشعث کے ہاتھ سے زخمی ہو کر صفوں میں چھپ گیا، حوشب ذو الظلم اور ذوالکلاع حمیری نامداران شام مع اپنی ماتحت افواج کے اشتر و اشعث سے مقابل رہے دیر تک تلوار چلا کی دونوں جانب سے کدو کاوش ہوا کی مگر شرجیل قبائل شام کے سرخیل تھے اُن کے مارے جانے سے فوج شام میں کمزوری اور عظیم تہلکہ ہو گیا، لشکر شام نے جگہ چھوڑنے کیلئے

مہلت چاہی اشتر و اشعث نے کہا کہ بس خیر اسی میں ہے کہ ابھی ابھی پڑاو
سے ہٹ جاؤ ورنہ اپنی تمہاری جانیں ایک کریں گے مگر مہلت ایک دم کی
نہ دینگے لشکر عراق جوش میں بڑھتا گیا، فوج شام ہٹتی گئی رفتہ رفتہ ساحل
پر قبضہ ہوتا گیا، شام تک اہل شام سے پڑاو خالی ہوگیا، اہل عراق کامیابی کا
نشان لہراتے دریا کنارے جا جمے حضرت علی نے لڑائی روکدی! شامیوں پر
عراق والوں کا رعب چھاگیا اشتر و اشعث نے حاضر ہو کر قصور کی معافی مانگی،
اور حضرت علی کی خوشنودی لے کر اپنے اپنے خیموں میں دم لیا حضرت علی نے
پانی لینے کی لشکر معاویہ کو عام اجازت دی اور ماہ محرم شروع ہو جانے کی
وجہ سے التوار جنگ کا اعلان فرمایا اس درمیان میں حضرت علی نے بشیر
شیث ربعی سید ابن قیس ابو عمر کو بطور کمیشن معاویہ کے پاس بھیجا۔ بشیر نے
کہا معاویہ! جماعت اسلام میں تفرقہ نہ ڈالو ناحق علی سے نزاع نہ کرو مسلمانوں
کی باہم خونریزی سے باز آؤ، معاویہ نے کہا یہ نصیحت علی کو کیوں نہیں کرتے
بشیر نے کہا کہ وہ اسلام میں خونریزی نہیں چاہتے، وہ دین میں تفرقہ انداز
نہیں ہیں، انھیں نے ناحق نزاع نہیں کی وہ سبقت فی الاسلام اور قرابت
خیر الانام میں سب سے مقدم ہیں معلومات و شجاعت میں سب سے بہتر ہیں
خلافت کے لئے بہر نوع سب سے افضل ہیں، معاویہ نے کہا، تم میرے دربار
سے نکل جاؤ میں خون عثمان کو ضایع جانے نہ دونگا اب ہمارا تمھارا فیصلہ

تلوار کرے گی۔ شبث ربعی نے کہا ہم خوب جانتے ہیں کہ شامیوں کی جماعت کو خون عثمان کے بہانے تم نے اپنی جانب مائل کر رکھا ہے، انھیں کے بوتے اکڑ رہے ہو۔ افسوس یہ نادان اتنا نہیں سمجھتے کہ قتل عثمان کے باعث سب سے زیادہ تم ہو۔ تم انکی طرف سے برسر حکومت اور صاحب لشکر تھے۔ بلوے کے وقت تم مدینہ میں موجود تھے۔ عثمان کو نرغہ میں گھرا پایا۔ وہاں سے ٹل آئے، انھیں نے امداد مانگی تم ٹال گئے۔ اگر تم تھوڑی فوج سے مدد کر دیتے تو عثمان یہ روز بد دیکھتے نہ تمھاری یہ مراد بر آتی۔ شام کی جانب سے بھی وفد آیا، جس میں آنحضرت کے صحابی ابو درداء اور ابو الامامہ باہلی بھی تھے، حضرت علی سے عرض کی، آپ قاتلان عثمان کو دیدیجئے، اور ملک شام کو معاویہ کے متعلق چھوڑ دیجئے۔ فتنہ فرو ہو جائے۔ آپ نے فرمایا وارثان عثمان کو لاؤ مجھے صاحب الامر مانیں، قاتلان عثمان کا نام بتائیں۔ قتل عثمان کا ثبوت پہونچائیں۔ میں خود سزا دوں۔ ملک شام سلطنت اسلامیہ کا صوبہ ہے۔ فسخ و فجور کے لئے کیوں مطلق العنان چھوڑ دوں۔ معاویہ کو دعوے ہے میرے مقابل آجائے۔ میں وہ سمجھ لوں باہم فیصلہ ہو جائے۔ وہ رہے جائے سلطنت کرے۔ میں یہ لوں مسلمانوں کی جان بچے، وفد لاجواب پھرا۔ معاویہ کو سمجھایا، علی سے بیر نہ باندھ۔ نیکی کی بہشت میں ہمیشہ رہ جی! یا رسوائی کے دوزخ میں ہمیشہ جل، تجھے اختیار ہے دنیا بنا یا آخرت بخیر کر ہم بری الذمہ ہیں۔ ابو درداء اور ابو امامہ کو

جواز فرار کی حدیثیں یاد تھیں چھوڑ بھاگ چلنے پڑے غرہ صفر کو معاویہ نے فوج کا علم عبد الرحمن بن خالد ابن ولید کو دیا سواروں پر عبید اللہ بن عمر بن خطاب کو پیادوں پر مسلم بن عقبہ میمنہ پر عمر عاص میسرہ پر حبیب ابن مسلمہ قلب میں ضحاک ابن قیس کو مقرر کیا صفیں باندھ کر لڑنے کو تیار ہوے حضرت علی نے اپنے لشکر کا نشان ہاشم بن عتبہ کو عطا فرمایا سواروں پر عمار یاسر پیادوں پر بدیل ابن ورقہ، میمنہ اور میسرہ پر اشعث و حارث قلب میں عبد اللہ عباس اور عباس بن ربیعہ اور قبیلوں پر اُن کے سرداروں کو مقرر فرمایا۔

یکم صفر ۳۷ھ کو دونوں فوجیں مقابل آئیں شامی حکم معاویہ کے منتظر تھے لشکر عراق کو شامیوں کی سبقت کا انتظار تھا، دن ڈھلے ابو الاعور سلمی ایک ہزار سواروں سے آگے بڑھے سب سے پہلے عوف الحارثی صف سے نکل کر مبارز طلب ہوا علقمہ ابن القیس حضرت علی سے اجازت لے کر مقابل ہوے، تھوڑی رد و بدل میں علقمہ نے عوف کو نیزہ سے مار لیا اور اپنی صف میں واپس آئے میمنہ شام کے سردار عمر عاص نے اپنے بیٹے عبید اللہ کو ایک علم دے کر بڑھایا ادھر سے حصین ابن منصور قبیلہ بنی ربیعہ کو ہمراہ لیکر رزم گاہ میں آے اور عبید اللہ کو پسپا کر دیا، حضرت عثمان کا غلام احبیر لشکر سے نکلا حضرت علی کا غلام کیسان اُسکے مقابلہ کو گیا، مگر مارا گیا،

اجیر کے دل جھجھے بہت بڑھ گئے حضرت علی کو اپنے مقابلہ کے لئے پکارا، آپکو
کسان کا صدمہ تھا، بے ادبی پر غیظ آگیا، گھوڑا بڑھا کر ہاتھ گریبان میں
ڈالدیا اور اس جھٹکے سے کھینچا کہ زمیں پر گرتے ہی اعضا چکنا چور دم فنا ہو گیا
معاویہ نے اپنے غلام حریب کو قصاص اجیر کا حکم دیا، مگر منع کیا کہ اگر ابو الحسن
اجیر کے قاتل ہوں تو مقابل نہونا، اُسنے گستاخی سے کہا کہ اُن کو بھی نہیں
چھوڑنے کا، معاویہ نے پھر تاکید سے منع کر دیا، مگر جب وہ چلنے لگا تو عمر عاص
نے چپکے سے کہا یا کہ معاویہ تیری دلاوری اور شجاعت کو اتنا مشہور کرنا
نہیں چاہتے جتنا کہ تو ہے۔ علی مقابل آجائیں تو ضرور حملہ کرنا اس میں
تیرے لئے بڑی نام آوری ہے اُس نے کہا تم کیوں گھبراتے ہو میں خود
اسی دھن میں جارہا ہوں، آج اپنے مالک کے بھائی حنظلہ، ماموں ولید
چچا شیبہ، نانا عتبہ اور اپنے ساتھی اجیر کا بدلہ لے لیتا ہوں، حریب میدان
میں آکر رجزخوانی کرنے لگا آپ کو معلوم ہوا کہ معاویہ کا مشہور بہادر غلام
حریب ہے، عثمان کے غلام اور معاویہ کے کنبے بھر کا بدلہ لینے آیا ہے آپنے
فرمایا، او سگ دیوانہ بے ادب فرمایہ غلام، موت چاہتا ہے تو کھڑا رہ
جان عزیز ہو تو اُلٹے پاؤں بھاگ جا، وہ ڈٹا رہا، آپ نے گھوڑا بڑھا کر
نیزے کا وار کیا کہ پشت کے پار ہو گیا، معاویہ کو حریب کا بہت صدمہ ہوا
عمر ابن لقیس السکونی کو قصاص کے لئے بھیجا، اُس نے آتے ہی حضرت علی پر

وار کرنا چاہا۔ سعید ابن القیس الہمدانی قریب کھڑے تھے حضرت علی کے
درمیان میں آ گئے اور اُسکے حملہ سے پہلے اُس کو ختم کر دیا ذوالکلاع حمیری
ایک ہزار سواروں سے سعید پر حملہ آور ہوا، قبیلہ ہمدان نے مقابلہ کیا
شام تک تلوار سے تلوار لڑتی رہی لاش پر لاش گرتی رہی بنی ہمدان
نے اہل شام پر فتح پائی، طرفین کے اکثر نامور مارے گئے شام ہو گئی،
فوجیں اپنے اپنے قیام گاہ کو واپس ہوئیں، دوسرے روز حضرت علی سے
اجازت لیکر ابو ایوب انصاری میدان میں آئے، متواتر حملے کرتے ہوئے
معاویہ کے خیمہ تک پہونچ گئے معاویہ بھاگ کر قلب لشکر میں چھپ گئے،
پہلے متوقع ابن منصور، پھر ثمرہ ابن مالک سدراہ ہوئے، ابو ایوب کی
شمشیر سے مارے گئے، ادھر سے حضرت علی نے محمد بن ابا بکر کو فوج دے کر
ابو ایوب انصاری کی امداد کو بھیجا دن بھر تلوار چلا کی موت کی عین گرم بازاری
میں عبیداللہ بن عمر نے معاویہ کے ایما سے امام حسن کو بلا کر کچھ حیلہ آمیز باتیں
کیں، دندان شکن جواب پاکے منھ لٹکا کر واپس گئے مگر اشعث بن قیس
کندی سے خفیہ گفتگو کا سلسلہ چھڑ گیا امیر شام نے اشعث کی کج بدی سے
اہل عراق کی میسرہ پر ایک ہزار جوان سے حملہ کیا اشعث کی پہلو تہی سے
فوج عراق کو نقصان پہونچا شامی معرکہ مار کے واپس چلے تھے کہ حضرت علی کو
معلوم ہو گیا، چیدہ سواروں سے یلغار کی، کاٹ کر راہ میں چار دکا

اور گھیر کر ۷۰۰ آدمی تہ تیغ کیے اشعث کو بر خاستہ خاطر پایا جنگ کے ہیجے میں کمی محسوس کی امارت سے معزول کیا انکا علم حسان بن مخریج کو عطا فرمایا،
تیسرے روز حضرت علی نے اپنی فوج سے گھوڑا بڑھا کر معاویہ کو اپنے مقابلہ میں طلب کیا فرمایا معاویہ لشکر سے نکل آ میں تو تنہا سمجھ لوں جنگ کو طول نہ دے عراق و شام کے ہزاروں گھر ویران نہ کر مسلمانوں کے خونِ ناحق کا مظلمہ اپنے سر نہ لے، تو لے جا چین سے سلطنت کر، یہ میں لیلوں مسلمانوں کو نجات ملے،

معاویہ سُنتے رہے مگر جگہ سے نہ بڑھے،
عمر عاص نے ہر چند تانا، غیرت دلائی کہ ہار مانو یا مقابل ہو، ٹوکنے پر حریف کے مقابل نہ ہونا ناموسی کی بات اور دستور عرب کے خلاف ہے مگر معاویہ نے اثر نہیں لیا، اُلٹا عمر عاص کو بڑھاوا دیا،
عمر عاص شیخی میں آکر آمادہ ہو گئے، جب حضرت علی واپس جا چکے تو عمر عاص میدان میں آکر رجز خواں ہوے کہ اے صاحبان فتنہ اے باشندگان کوفہ میں تم سے لڑتا ہوں مگر اپنے سامنے ابو الحسن کو نہیں پاتا لوگوں نے حضرت علی کو خبر کر دی آپ گھوڑا اُڑا کر تشریف لائے فرمایا ایہا الشیخ ابو الحسن موجود ہے عمر عاص آواز سن کر سن سے ہو گئے سمجھے بڈھب پھنسے ہاتھ پیر پھول گئے، بے اختیار بھاگے کو باگ موڑی، آپ نے نیزہ مارا

عمرعاص کی زرہ کے دامن پر پڑا گٹھری مٹھری ہو کر زمین پر آرہے، چوٹ بچانے کو ٹانگیں اونچی کر دیں پاؤں میں نیچے ازار نہ تھی حضرت علی نے نظر ہٹالی، فرمایا جا تیری شرم گاہ نے تجھے بچا لیا، عمرعاص گرد ندامت جھاڑتے لشکر کو واپس گئے، معاویہ نے اس عجیب و غریب فن سپاہ گری اور نئے داؤں پیچ کی بہت تعریف کی دونوں لشکروں میں تمام دن اس گرہ بازی کا ضحکہ اڑا کیا عمرعاص نے کہا اے معاویہ! میں تو یہ قلعہ کھیل کر بچ بھی آیا، تم ہوتے تو اس داؤں سے بھی جان نہ بچتی آج کی لڑائی ہنسی ہنسی میں ٹل گئی، نعمان ابن جبلة القضاعی شام کا دلاور حقیقت معاملہ کو خوب سمجھے ہوئے تھا، مگر طمع دنیا نے آنکھیں سی دی تھیں کسی انعام پر معاویہ سے بھرا بیٹھا تھا، چوتھے روز معاویہ نے ترقی جاہ و منصب کے لالچ دلا، میدان کارزار میں بھیجا، ادھر اشتر نخعی اور سعید رزمگاہ میں آئے، دن بھر تلوار چلا کی، شام تک لوہے سے لوہا بجتا رہا قریب عصر اشتر کے ہاتھ سے نعمان مارا گیا دولت و ثروت کے منصوبے دل کے دل ہی میں رہ گئے رات ہو گئی دونوں فوجیں اپنے اپنے کیمپ کو واپس ہوئیں، پانچویں روز ہمام ابن حنیفا السری خاص شام سے مع لشکر میدان میں آئے، حضرت علی کی طرف سے عدی ابن حاتم طائی اپنے قبیلہ کے ہمراہ مقابل ہوئے تمام دن نیزہ بازی ہوتی رہی لشکر شام سے جمل باہر نکلا، اور مبارز طلب کیا، ادھر سے اُس کا لڑکا انال

مقابل ہوا دونوں کے چہروں پر مغفر کی کڑیوں کے جال تھے، جالوں کے جنجال
سے ایک نے دوسرے کو نہ پہچانا، جوان بیٹے نے بوڑھے باپ کو نیزہ مار کر
گھوڑے سے نیچے گرادیا، خود سر سے ہٹا تو بیٹے نے باپ کو پہچانا، قدموں پر
سر رکھ دیا، زخم کا حال پوچھا، باپ نے کہا معاویہ کے پاس چل دولت سے
مالا مال کرادوں بیٹے نے کہا، آپ کا آخری وقت ہے، علی کی خدمت میں
چلئے توبہ استغفار کیجئے شاید عاقبت بخیر ہوجاے، باپ نے کہا معاویہ بن
ابوسفیان کے انعام واکرام پر گردیدہ ہوں بیٹے نے کہا تمہاری طرح تمہارا
دین بھی ضعیف ہے، میں علی کی بدولت ایمان سے مالا مال ہوں، مجھے
دنیا کی عارضی دولت نہیں چاہیے، باپ گرد ندامت جھاڑتا شام کے لشکر
میں چلا گیا، بیٹا باپ کی شقاوت پر افسوس کرتا علی کی خدمت میں حاضر ہوگیا،
جنگ کا سلسلہ یوہیں جاری رہا صفر کے مہینہ میں ۱۰ لڑائیاں ہوئیں صبح
سے شام تک لشکر مقابل رہا کرتے تھے، شام کی تاریکی دونو کو جدا کردیتی
تھی، حضرت علی کا دستور تھا جب آپکی جانب کے خاص دلاور کسی کے ہاتھ
سے کام آجاتے تھے تو آپ انتقام کے لئے گھوڑا بڑھا دیتے تھے، یا کوئی
مقابلہ کو بلاتا تھا تو ضرور چلے آتے تھے قصاص کے موقع پر اکثر بھیس بدلکر
لڑتے تھے، ہر معرکہ میں اہل عراق کامیاب رہے مگر شام کے مجمع میں
کمی محسوس نہیں ہوئی دن بدن بھیڑ بھاڑ بڑھتی جاتی تھی ہر مرتبہ فتح

حضرت علی کی ہوتی رہی پر شکست شامیوں نے نہ کھائی لشکر علی کے
نمودار مارتے مارتے مرتے گئے اشعث بن قیس کندی لڑائی سے ہاتھ
کھینچ بیٹھے دفا میں دغا کا داغ لگایا، مدتوں کی جان بازیاں خاک میں
ملائیں، اور معاویہ سے سازش کر لی فوج کی کمی سے دقتیں محسوس ہونے لگیں
تو جان نثاران علی جان دے دے کر لڑنے مرنے لگے گیارھویں لڑائی
میں بسر ابن ارطاطہ بن طلحہ اپنے باپ دادا اور چچاؤں کے قاتل حضرت علی
سے مقابل ہو گئے مگر اپنے استاد عمر عاص اور اپنے دادا طلحہ کے مشہور داؤں
تیغ سے جان بچالی خوب استاد شاگردوں کا مضحکہ اڑا بارھویں لڑائی
میں عتبہ بن ابی سفیان معاویہ کے چھوٹے بھائی اور حضرت علی کے بھانجے
جعدہ ابن ہبیرہ حضرت ام ہانی بنت ابو طالب کے بیٹے سے مقابلہ ہوا
عتبہ سامنے آکر بھاگ نکلا بھاگتے میں تہی گاہ پر اچھا سا زخم کھایا،
زندگی بھر سہلاتا رہا، تیرھویں روز محارق ابن عبد الرحمن شام کے شجاع
نے چار دلاوران عراق کو تہ تیغ کیا، حضرت علی نے آکر محارق کو مارا،
اور اسکے تین ساتھیوں کو مار کر تلے اوپر لٹا دیا، اور معاویہ کو مقابلہ کیلئے
آواز دی، مگر عروہ ابن داؤد دمشقی معاویہ کے بدلے مقابل ہوئے اور
مارے گئے چودھویں روز ہاشم بن عتبہ علمدار افواج علی اور بدیل بن ورقہ
صحابی رسول نے ہمت مردانہ کے جوہر دکھائے مگر نرغہ اعدا میں گھر کر شہادت

پائی، پندرھویں روز شامی سواروں کے کمانڈر عبیداللہ بن عمر میدان میں آئے، اپنے رسالوں کا آگا پیچھا دہنا بایاں سنبھالا، اور جوش مخالفت میں خود گھوڑا بڑھا کر مبارز طلب کیا محمد بن حنفیہ نے مقابلہ میں جانا چاہا، حضرت علی نے روک دیا عبیداللہ بن عمر قوی الجثہ، شاندار جوان نامی پہلوان تھے ایک ایک کو ٹوکا عبداللہ ابن سوار کو بھی ٹوک بیٹھے دو مقابل ہوگئے تلوار چلنے لگی، تلواریں گر گئیں تو بھالے سنبھالے، دونو جانب سے کدو کاوش ہوا کی، عبداللہ سوار کا نیزہ عبیداللہ بن عمر کی پسلیاں توڑ کر نکل گیا، اہل شام باپ کی وجاہت سے عبیداللہ کو بہت عزیز رکھتے تھے تلواروں کے میان پھینک اہل عراق پر ٹوٹ پڑے، دونوں لشکر گتھ گئے جان توڑ کر تمام دن لڑتے رہے، لڑتے لڑتے رات ہوگئی، رات بھر لڑا کئے ہتھیار بیکار ہو گئے تو باہم کشتم کشتا کی ایک نے دوسرے کی مونچھیں اکھاڑیں ڈاڑھیاں نوچیں بال کھسوٹے دانتوں سے کاٹا، گھونسوں سے مارا ہاتھ پاؤں شل ہو گئے دم پھول گئے آخرکار ہلکان ہو کر اپنی اپنی طرف بیٹھ کر ہانپنے لگے، سولھویں لڑائی میں محمد اور عبداللہ پسران عمرو عاص نے حملہ کیا، مگر مالک اشتر نے مار کر بھگا دیا، سترھویں دن لشکر شام کا مشہور دلاور عرار بن ادہم صف سے باہر آیا مقابل کے لئے اُدھم اُٹھایا، اہل عراق اسکی تیزدستیوں کی شہرت سنتے تھے، چالاک کینڈا آنکھوں سے دیکھا،

کسی کو مقابلہ کی جرأت نہوئی عزار ادھر سے ادھر گھوڑا گھماتا جوانوں پر نظر ڈالتا
رہا۔ ایک رودار سردار کو دیکھا سجیلا جوان سیاہ اور شاندار گھوڑے پر
سوار مُذہّب خود مرصع کمربند، عمدہ شمشیر اچھی زرہ پہنے مغفر کی
کڑیوں سے دونوں آنکھیں مار ارقم کی طرح چمک رہی تھیں عزار نے پوچھا
یہ کون جوان ہے لوگوں نے کہا یہ آنحضرت کے بھتیجے عباس بن ربیعہ بن
الحارث بن عبدالمطلب بن ہاشم ہیں عزار نے آواز دی عباس سے کچھ رغبت
مبارزت یا مقابلہ کا دم داعیہ عباس نے کہا تو ٹوکتا ہے تو کیوں نہیں ہے عباس
بادپا اُڑا کر سامنے آئے فرمایا پیادہ جنگ کروں گا کیونکہ پیدل کو بمقابلہ سوار
سلامتی کی امید کم رہتی ہے عزار نے کہا کیا مضائقہ، دونوں گھوڑوں سے
اُتر پڑے گھوڑے غلاموں نے تھام لئے تلواریں کھنچ گئیں چوٹیں چلنے لگیں
دونوں لشکر لڑائی چھوڑ جنگ کا تماشہ دیکھنے لگے حضرت علی بھی قریب آکر
لڑائی کا ٹھاٹھ جنگ کا انداز ملاحظہ فرماتے رہے مگر مغفر کی کڑیوں سے
اپنی جانب کے مبارز کو نہ پہچانا کہ کون ہے دیر تک ردّ و بدل رہی،
دونوں کی زرہیں مضبوط تھیں تلواریں اثر نہ کرتی تھیں اثنائے طعن و ضرب
میں عباس کی نظر عزار کی زرہ پر پڑی پہلو میں کچھ کڑیاں ڈھیلی اور
جال میں خلل تھا، عباس اُس محل کو تاکتے رہے موقع پاکر وار کیا
شمشیر آبدار زرہ کی کڑیاں، ہڈیاں پسلیاں کاٹتی باہر نکل آئی تکبیر کی

صدا لشکر علی سے بلند ہوئی عباس گھوڑا منگا اپنی جگہ جا کھڑے ہوئے حضرت علی نے پوچھا یہ شیر دلیر کس قبیلہ سے تھا مجھے مسرور کر دیا، لوگوں نے عرض کی آپ کے برادر زادے عباس بن ربعیہ ہیں آپ نے پکارا عباس! عباس حاضر ہوئے فرمایا مرحبا عباس! میں نے تم کو اور عبداللہ عباس کو حکم دیا ہے کہ اپنی جگہ سے نہ ہٹنا عرض کی دشمن نے مقابلہ کو بلایا شرم آئی کہ انکار کروں فرمایا طلب دشمن سے امام کا حکم مقدم ہے اجازت لیکر جانا چاہیئے تھا، جاؤ اپنی جگہ بغیر اجازت ہرگز کسی سے مقابل نہونا، عباس واپس گئے معاویہ کو قتل عزار کا نہایت صدمہ تھا، اعلان کیا کہ جو عزار کا بدلہ عباس سے لیگا، اس کو ۲۰ ہزار درہم انعام دونگا دو جوان بنی لخم سے سامنے آئے کہ ہم حاضر ہیں۔ دونوں سے بیس بیس ہزار کا وعدہ کیا انھوں نے رزمگاہ میں جا کر عباس کو مقابلہ کے لئے آواز دی عباس نے کہا میں بغیر امام کی اجازت کے کوئی کام نہیں کر سکتا دونوں نے کہا جاؤ اجازت لے آؤ، عباس حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوئے اجازت مانگی آپ نے فرمایا واللہ معاویہ کا بس چلے تو بنی ہاشم کا بنس نہ رکھے عباس سے فرمایا قریب آؤ، اترو گھوڑے سے، لاؤ خود کھولو تلوار، اُتارو زرہ پہنو میرے کپڑے کھڑے رہو میری جگہ جب تک کہ میں نہ آلوں انشاءاللہ حضرت علی نے عباس کا سامان جنگ زیب تن فرمایا، اُن کے گھوڑے پر سوار ہوئے

پہونچے رزم گاہ میں لخمیوں نے جانا کہ عباس ہیں حملہ کر بیٹھے۔ آپ نے
ایک کے تلوار ماری کہ کمر سے صاف نکل آئی لوگوں کو دھوکا ہوا کہ وار خالی گیا
جب گھوڑے نے حرکت کی اوپر کا دھڑ گھوڑے سے لونڈھک پڑا کمر، کو
ران، بڑی گھوڑے پر جمی رہی، دیکھنے والوں کو تعجب ہوگیا، دونوں لش
میں ہاتھ کی صفائی قوت بازو کی خوب واہ واہ ہوئی، دوسرا بھی مقاب
ہو کر مارا گیا، آپ واپس چلے آے، عباس کو اُن کے مقام پر بھیجد
معاویہ کو معلوم ہوا کہ لخمیوں کے قاتل حضرت علی تھے، کہنے لگے لعنت
اس لجاج مرکب پر جب میں اس پر سوار ہوتا ہوں ایسا منحوس ہے کہ ضرور
اُٹھاتا ہوں،

دوران جنگ میں اہل عراق کے پاس شام کے چند ناواقف اہل فہم
بہکانے آے، معاویہ کے وکیل خاص عمرعاص بھی ساتھ تھے، کہا کہ ہم بھی مسلمان
تم بھی مسلمان ایک خدا کو ماننے والے ایک ہی رسول کے پیرو ایک ہی کتاب کے قائل
عرصہ سے کشت و خونیاں ہو رہی ہیں، آپس میں لڑتے مرتے ہو مفت جانیں
جا رہی ہیں یارو ! کچھ انصاف بھی ہے علی نے معاویہ سے عداوت باندھ
رکھی ہے وہ رسول کے عزیز قریب، حضرت عثمان کے وارث خلفاے
گزشتہ کی جانب سے شام کے امیر ہیں سُنا جاتا ہے کہ علی ایک غیر شخص، تارک
صوم وصلوٰۃ ہیں، براے نام مسلمان ہیں نہ خدا کو پہچانیں نہ رسول کو جانیں

قرآن کو مانیں، روزے رکھتے ہیں نماز پڑھتے ہیں معاویہ کے پشتہا پشت کے دشمن، سخت خونخوار اسلام کے خوں ریز عثمان کے قاتل خلیفہ معاویہ کے بھائی حنظلہ کو مارا اُن کے چچا شیبہ اُن کے ماموں ولید، اُن کے نانا عتبہ کا خون کیا شیخ المسلمین طلحہ و زبیر کی جانیں لیں مادر مومناں رسول کی زوجہ حضرت عائشہ کو ذلت دی اونٹ پر چڑھا کر تشہیر کیا جنگ جمل میں بصرے والوں کا قلع قمع کیا یہاں بھی دونوں جانب کے مسلمانوں کی جانیں بیکار لے رہے ہیں تم لوگ اُن کے پیچھے بے سمجھے بوجھے اپنی جانیں گنوا رہے ہو، کچھ حق ناحق کو بھی پہچانتے ہو معاویہ حق بجانب ہیں، وہ اپنے بزرگوں کے خون کا انتقام خلیفہ عثمان کے خون ناحق کا قصاص چاہتے ہیں کیا بے جا کرتے ہیں،

اہل عراق کے درمیان عمار یاسر موجود تھے دلائل اور براہین سُنکر بولے، اے بھولے بھالے، ناواقف شامیوں! تم کو چال باز معاویہ نے بھلاوے میں ڈال رکھا ہے اور عمر عاص مکار کے بہکانے میں آرہے ہو، معاویہ عثمان کے وارث کہاں سے آئے نہ عثمان نے اپنا وصی کیا نہ خلافت کے ولیعہد ہوئے، معاویہ اور آنحضرت میں بھی کچھ قریب کی عزیز داری نہیں صرف ازار بندی رشتہ نسبتی برادر ہیں، علی آنحضرت کے حقیقی چچا زاد بھائی اُن کے قوت بازو اُن کی بیٹی فاطمہ زہرا کے شوہر اُن کے فرزندوں کے باپ اُن کے وصی، اُن کے ولیعہد ہیں، اسلام میں سب سے پہلے خدا کی نماز

رسول کے ساتھ پڑھی ہے سابق الایمان ہیں سب سے اوّل رسالت کی تصدیق
کی صدیق اول ہیں، روزہ نماز اور احکام الٰہی کے سخت پابند رسول کے پیرو
سب کے پیشوا ہیں دین کو یہ دن اسلام کو یہ اقبال علی کے جہاد سے نصیب ہوا
رسول کے حکم سے بدر میں معاویہ کے کافر قرابت داروں کو مارا، احد میں آل
عبدالدار کے مشرک علمداروں کو قتل کیا معاویہ کے دل میں وہی عداوت
کی پھانس کھٹک رہی ہے وہی بدلے کے بخارات بھرے ہوے ہیں،
عثمان کے قتل میں اُن کی ذرا بھی شرکت نہیں محض حصول امارت اور حُب جاہ
میں معاویہ کی اُڑائی ہوئی افواہ اور ناواقف شامیوں کے بھڑکانے کو علی
پر بہتان ہے علی نے تو مصیبت کے وقت ہر طرح کی عثمان کو امداد پہونچائی
پانی بند ہوا تو مشکیں بھجوائیں طلحہ نے چڑھائی کی تو مدد کو کھڑے ہو گئے،
بلوائیوں نے نرغہ کیا تو حسنین کو حفاظت کے لئے بھیجا عثمان نے اکثر صحابہ رسول
کو ذلیل کیا بنی اُمیہ کو سر چڑھایا مروان کو عقل کل بنایا، حکم احکام ابن حکم کو
پکڑا کر غافل ہو بیٹھے، بے عنوانیوں سے تمام اصحاب رسول و مہاجر و انصار
کشیدہ ہوے اُن کے قتل کے باعث طلحہ اور زبیر اور تمھارے ساتھ والے
عمر عاص اور بی بی عائشہ، اور خاصکر تمھارے پیشوا معاویہ ہیں طلحہ نے
بصرے والوں کو اُبھارا، بنی تیم کو لیکر چڑھائی کی بیت المال کو لوٹا قتل کو
اُن کے کوٹھے پر چڑھ آے حضرت علی کو بچانے کے لئے آتے دیکھا

بنی تیم کھسک گئے طلحہ تنہا رہ گئے، پکڑے گئے، تو حضرت عثمان سے معافی مانگی
زبیر نے کوفہ والوں کو بھڑکایا تمہارے ساتھی عمر عاص نے مصر سے معزول ہونے کے
غصہ میں اُن کی بہن اُم کلثوم کو طلاق دیدی اور مصریوں کو بغاوت پر آمادہ کیا
عثمان نے عائشہ کا وظیفہ کم کردیا تو عائشہ حکم لگا کر قتل کرو اس نعثل کا فیصلہ کے لئے
تشریف لے گئیں بلوائیوں نے عثمان کا گھر گھیر لیا تمہارے پیشوا مدینہ میں موجود تھے
عثمان کو نرغہ میں گھرا پایا، چھوڑ کر شام چلے آئے انھیں نے مدد مانگی، معاویہؓ کی
جانب سے شام کے امیر اور صاحب لشکر تھے، امداد کرنا تھی، مگر ٹال گئے عمر عاص
کے طرفدار مصریوں نے عثمان کو گھیرا مروان کو مانگا عثمان نے مروان کو بچایا اپنی
جان پر آفت ڈھائی، طلحہ اور زبیر نے علی سے پہلے شدید قسمیں کھا کر آپ بیعت کی،
پھر کوفہ و بصرہ کی حکومت نہ پائی تو عہد کو توڑا بیعت چھوڑی عائشہ کو بھڑکایا،
اونٹ پر چڑھا کر بصرے لائے، زبیر کی جان لیوا ضیافت انھیں کے دوست
عمر جرموز نے کی طلحہ کو تمہارے ساتھی مروان نے اپنے زہریلے تیر کا نشانہ بنایا،
عائشہ کو گھر میں بیٹھے رہنے کا حکم تھا وہ اونٹ پر چڑھ کر تشہیر ہوئیں،
بصرے والوں کو حضرت علی سے لڑایا، ہر چند حضرت علی نے سمجھایا خطرے میں
نہ لائیں سزا کو پہونچیں علی شجاعت میں یگانۂ روزگار رہیں مگر آج تک
کسی سے خود نہیں لڑے نہ سوا معاویہ کے کسی کو اپنے مقابلہ کے لئے کبھی بلایا،
وہ بھی اس لئے کہ ہزارہا مسلمان قتل ہونے سے محفوظ رہیں وہ خود کبھی کسی سے

مقابل نہیں ہوئے، ہاں جس نے مقابلہ کو بلایا اُس کو مارا یا جس کے مقابلہ کا آنحضرت نے حکم دیا اُس سے لڑے یا جس نے اُن کے چندہ طرفداروں کو مارا اُنکا قصاص لیا، علی کا ہر کام حکمت، ہر فعل شریعت، ہر بات نصیحت ہے اور یہ سب خدا و رسول کی اطاعت ہے رسول کے قول کے مطابق علی کا دشمن منافق اور جہنمی ہے آنحضرت کے فرمان بموجب علی کا دوست خدا رسول کا دوست ہے اور خدا رسول علی کے دوست ہیں، معاویہ ملک و مال کے حریص ہیں ملکی مصلحت اُنکا مذہب ہے، حصول امارت کے لئے تم کو بہکا رکھا ہے، خون عثمان کے بہانے علی سے لڑائی ٹھانی ہے، حُب جاہ کے لئے یہ ساری لشکر آرائی ہے، ورنہ کہاں خون عثمان اور کجا معاویہ بن ابی سفیان تم کو علی کی ہدایت باسعادت اور معاویہ کی شقاوت کا حال بخوبی کھل جائے گا،

یہ مباحثہ سن کر آیا ہوا وفد پھر لشکر شام میں واپس نہیں گیا، عمر عاص پر معاویہ کی جانب سے بڑا الزام آیا،

دو مہینہ میں اٹھارہ مرتبہ لڑائی کی نوبت آئی آخر ربیع الاول ۳۷ھ جمعہ کے دن فوجیں مقابل ہوئیں تیروں پر قضا کے پیغام سلام آنے جانے لگے عمار یاسر نے اپنے ہمراہیوں سے کہا اس قوم سے نبی کے ساتھ میں تین مرتبہ تنزیل قرآن پر جہاد کر چکا ہوں آج علی کے ہمراہ تاویل قرآن پر جہاد کرونگا۔ خدا سے امید ہے انجام بخیر ہوگا۔ پھر اپنے ساتھیوں کو استقلال عقیدت اور

ثبات قدم کی تاکید کی اور گھوڑے کی باگ اُٹھا دی باوجود پیرانہ سالی کہنہ مشق ہاتھوں کے جوہر دکھائے، اور اہل شام کو دباتے معاویہ کے قیامگاہ تک پہونچے معاویہ ہٹ کر قلب لشکر میں ہو رہے، اُن کے محافظ سرداروں نے عمار کو اپنے محاصرے میں گھیر لیا، ابن جویر السکونی نے پس پشت سے نیزہ مارا، زخم کاری لگا گو جراحت کی تکلیف اور پیری کی نقاہت نے مضمحل کر دیا تھا، مگر بڑے جرأت سے زغہ اعدا کو چیرتے پھاڑتے اپنی صف میں چلے آئے پانی مانگا رشید غلام نے دودھ میں شہد ملا کر حاضر کیا ہاتھ میں پیالہ لیا خدا کو یاد کیا، رسول کی تصدیق کی دودھ نوش کیا سب کا سب زخم کے راستے باہر نکل آیا ضعف کے زور سے طبیعت نڈھال ہونے لگی ساتھ والوں نے ہاتھوں ہاتھ گھوڑے سے اُتارنا چاہا اُترتے اُترتے منکا ڈھل گیا ہاتھوں پر روح نے مفارقت کی حضرت علی نے سُنا، لاش پر تشریف لائے صدمہ سے غمگین، غیظ وغضب میں پُر تھے بہت جلد وہیں دریا کنارے دفن کیا، اور بیس ہزار فوج سے شامیوں پر فیصلہ کُن حملہ کیا دن بھر تلوار چلتی رہی، رات بھر لڑتے رہے، مورخین لکھتے ہیں کہ اس رات کو ۵۲۳ شامی حضرت علی نے قتل کئے لیلۃ الحریر اسی رات کا نام مشہور ہے مالک اشتر بپھرے شیر کی طرح حملوں پر حملہ کرتے رہے، اپنا علم معاویہ کی خیمہ گاہ تک پہونچا دیا فوج شام پسپا اور روبہزیمت ہونے لگی معاویہ بوکھلائے عمر عاص کو چال سوجھی، مصحف نشانوں پر علم کئے قرآن نہ ملے تو جزدانوں میں کتابیں

اینٹیں رکھ کر نیزوں میں لٹکائیں اور شور مچایا کہ ہمارے تمہارے قرآن درمیان
ہے لڑائی موقوف کرو، ہم تم فرمان الٰہی پر عمل کریں اشعث بن قیس معاویہ
سے ساز کئے وقت کے منتظر تھے، عمر بن حمق خزاعی رفاعہ بن شداد بجلی حصین
بن منذر خالد بن معمر وغیرہ ہم ساز مجمع سے حضرت علی کو آگھیرا کہ معاویہ ہم کو قرآن
کیطرف دعوت دے رہے ہیں آپ ہم کو بے فائدہ لڑوا رہے ہیں جنگ
موقوف کیجئے اشتر کو واپس بلائیے حضرت علی نے فرمایا قرآن بلند کرنے سے
انکا مقصد قرآن پر عمل کرنا نہیں ہے شکست کا رُخ دیکھا ہے مصحف کو بہانہ
بنایا ہے یہ عمرعاص کا حیلہ ہے فریب میں نہ آؤ کوئی دم میں جنگ کا فیصلہ
ہوا جاتا ہے اشعث نے نہ مانا کہا اگر نہ بلائیے گا تو ہم آپ کو دشمن کے حوالے
کردیں گے، آپ نے مجبور ہو کر اشتر کو بلا بھیجا اشتر نے واپسی کو بے موقع سمجھا
ٹال دیا، دیر ہوئی اور اہل عراق کے نعروں کی صدا میدان وغا میں گونجی اشعث نے
پھر یورش کی اور کہا کہ اگر آپ اشتر کو واپس نہ بلائیے گا تو عثمان کی سی گت
آپکی بھی ہوگی،

آپنے بات کو اختیار سے باہر پاکر یزید ابن ہاشم کو دوبارہ اشتر کے بلانے کو بھیجا
اشتر نے کہا میری طرف سے عرض کرو کہ فتح میں اب کچھ دیر نہیں ہے معاویہ کے
مکر، عمرعاص کے تزویر پر نہ جائیے جان بچانے کو قرآن نیزوں پر
چڑھائے ہیں یزید بن ہاشم نے کہا اشعث وحصین وغیرہ ساتھ کے ہزاروں بیوفاؤں نے

نرغہ میں گھیر لیا ہے، جلدی چلو، ورنہ علی کی خیر نہیں ہے بجز دس پانچ بنی ہاشم
کوئی سینہ سپر بھی پاس نہیں ہے، علی نہ رہے تو تم فتح پا کر کیا کروگے اشتر نے
جنگ روک دی آکر دیکھا تو واقعی ہزاروں باغیوں نے نرغہ میں گھیر رکھا ہے،
حضرت علی تک پہونچنے کا راستہ نہیں ہے، مجمع کو چیرتے پھاڑتے بدقت تمام
پہونچے ان کو دیکھ کر سرکش دھیمے پڑے لڑائی موقوف ہوگئی، جنگ صفین
کا خاتمہ ہوگیا آپ نے فرمایا خودسروں! تم میرے زیر فرمان نہیں رہے
تم جانو اور تمہارا کام جیسا کروگے نتیجہ بھگتوگے، اشعث وحصین وغیرہ
دربار معاویہ میں پہونچے حسن خدمات کا فخریہ اظہار کیا خلعت وانعامات سے
سرفراز ہوے تحریر عہدنامہ اور تعین حکمین کی راے پیش کی، معاویہ نے
پسند کی، اپنی جانب سے عمر عاص کو حکم بنایا، اشعث نے اپنی راے اور
حضرت علی کی جانب سے ابوموسیٰ اشعری کو نامزد کیا یہی تجویز حضرت علی
کی خدمت میں آکر عرض کی آپ نے فرمایا میری راے تعین حکمین کی
نہین ہے پھر عمر عاص ایک چھٹا ہوا چال باز ابوموسیٰ عقل کا دشمن، میرا
قدیم معاند ہے نتیجہ بخیر ہونا معلوم اگر عبداللہ ابن عباس یا مالک اشتر
ہوتے تو وہاں تک خیر غنیمت ہوتا اشعث نے کہا عبداللہ عباس
آپ کے چچازاد بھائی اشتر مخاصمت کے بانی ہیں، سرکشوں نے دونوں
کو نامنظور کیا، آپ نے بنی بنائی تدبیر کو اسباب تقدیر کے ہاتھوں بگڑتے

دیکھا، خاموش ہو گئے طرفین کے لوگ جمع ہوے صلح نامہ لکھا جانے لگا.
ابو رافع کاتب عہد نامہ نے حضرت علی کو امیر المومنین لکھا عمر عاص نے ٹوکا کہ
امیر المومنین مانتے تو نزاع کیوں کرتے، آپ نے فرمایا، امیر المومنین کاٹ دو.
یہ واقعہ صلح حدیبیہ سے مشابہ ہے، عمر عاص نے کہا وہ کفار کے مقابلہ میں
تھا آپ نے ہمیں کافر بنایا فرمایا کیا تو کافر نہ تھا اور اب کب مسلمانوں کا
دوست ہے عمر عاص تاؤ میں یہ کہکر اٹھ کھڑے ہوے کہ اب کبھی آپ کی
صحبت میں نہ آؤنگا فرمایا میں خدا سے چاہتا ہوں کہ میری مجلس تجھ ایسے
نجس سے پاک رہے شرائط صلح لکھے گئے کہ لڑائی موقوف ہو، ابو موسیٰ
اور عمر عاص حکم مقرر ہوں دومت الجندل کی مسجد جامع میں دونوں حکم اپنا فیصلہ
قرآن کے مطابق رمضان کے مہینہ میں سنائیں فوجیں اپنے اپنے مقاموں
کو واپس چلیں حضرت علی بھی کوفہ مراجعت فرما ہوے

اب یہاں سے حضرت علی کی فوج کے تین ٹکڑے ہو گئے، ایک تابعین
کا گروہ جو حضرت علی کی مرضی پر تھا ساتھ چلا، دوسرے جو معاویہ کے مدعو تھے
اپنی اپنی راہ گئے تیسرا گروہ جو تعین حکمین سے ناراض تھا ان کے سردار
خرقوص اور ابن الکوا نے عرض کی کہ معاویہ سے پھر جہاد کیجیے آپ نے
فرمایا جب فتح قریب تھی تو جنگ موقوف کرائی عہد نامہ پر مجبور کیا،
اب عہد نامہ ہو چکا تو اقرار کے خلاف کرانا چاہتے ہو اب تصفیہ حکمین تک

جنگ مناسب نہین ہے وہ ناراض ہوکر نہروان چلے گئے اور حضرت علی ومعاویہ اور عمر عاص تینوں نے علم مخالفت بلند کیا، چھ مہینہ ختم ہوگئے، ماہ رمضان آگیا، حکمین دومت الجندل پہونچ گئے طرفین سے حکمین کو معاملہ سمجھانے والے جا پہونچے فیصلہ سننے والون کا بھی اژدہام ہوا، حکمین نے باہم رائے مستقل کرلی کہ حضرت علی اور معاویہ دونون خلافت سے علیحدہ کردئے جائین اور از سر نو مسلمانوں کے انتخاب سے خلیفہ کا تقرر کیا جاوے عبداللہ عباس نے ابو موسی کو سمجھایا کہ تم اپنی رائے کا اظہار پہلے نہ کرنا ورنہ عمر عاص سے دھوکا کھاجاؤگے ابو موسیٰ نے کہا خاطر جمع رکھو دونون حکمین مسجد مین آگئے خلقت کا ہجوم ہوا، اظہار فیصلہ کے لئے عمر عاص نے ابو موسی سے کہا میں ہرگز آپ پر سبقت نہین کرسکتا آپ بزرگ ہین پہلے آپ ارشاد فرمائیں، ابو موسیٰ بتخی مین آگئے منبر پر تشریف لیگئے، فرمایا میں علی کو خلافت سے علیحدہ کرتا ہوں جس طرح اپنی انگوٹھی اونگلی سے اُتارلی ہے بعدہٗ عمر عاص منبر پر گئے کہا میں بھی اپنے دوست ابو موسی کی رائے سے اتفاق کرتا ہوں اور خلافت سے علی کو خارج کرتا ہوں جس طرح میرے دوست نے انگوٹھی چھونگلیا سے نکال لی، اور معاویہ کو خلافت پر مقرر کرتا ہوں، جس طرح کہ انگوٹھی اُنگلی میں پہن رہا ہوں، معاویہ کے طرفداروں میں جوش مسرت کے نعرے

بلند ہوے، خلاف بیانی پر ابو موسیٰ اٹھکر عمر عاص سے دست و گریبان ہو گئے
بد کلامی سے مار پیٹ تک نوبت پہونچی معاویہ کے طرفدار خوش ہو کر باہر جاتے
رہے حضرت علی کے جانب دار خاموش غصہ سے تاؤ پیچ کھاتے رہے مگر بلا اجازت
دم نہ مار سکے اس فیصلہ سے حضرت علی کی حکومت میں ضعف آگیا معاویہ
کے دل بڑھ گئے، افواج شام قریہ قریہ، دیہہ دیہہ بو ترابیوں کو خاک
میں ملانے لگے حضرت علی نے بھی حفاظت کی تیاریاں کیں ۳۸ھ میں

جنگ نہروان

۶۵ ہزار فوج لے کر اٹھے مگر کوفہ سے چھ میل پر خوارج نے ۱۲ ہزار کے مجمع سے
نہروان میں علم مخالفت بلند کر رکھا تھا عبد اللہ خباب آنحضرت کے صحابی
علی کے طرفدار مع اپنی حاملہ زوجہ کے نہروان ہو کر گزرے خوارج نے
پہچان کر پہلے کچھ بحث مباحثہ کیا پھر دریا کنارے لٹا کر حلال کر ڈالا۔
انکی زوجہ پورے دنوں حاملہ تھیں انکا پیٹ چاک کیا زندہ بچہ نکالا اور
مار ڈالا۔ حضرت علی نے سنا نہایت صدمہ ہوا پہلے نہروان کی جانب
رُخ کیا سمجھانے کے لئے عبد اللہ عباس کو آگے روانہ کیا خوارج نے
اُنکی کچھ سماعت نہ کی حضرت علی مع فوج خود جا پہونچے گھوڑا بڑھاکر
سرگروہوں کو سامنے بلایا اُن لوگوں نے کہا،

خوارج کے اعتراض	حضرت علی کے جواب
(۱) آپ امام نہیں ہیں اگر ہوتے تو صلح نامہ میں امیر المومنین کی لفظ محو نہ کرتے	آپ نے فرمایا میں نے حکم خدا اور سنت رسول کے خلاف نہیں کیا، آنحضرت نے حدیبیہ میں بسم اللہ سے رحمٰن و رحیم اور اپنے نام سے لفظ رسول محو فرمائی خدا کی خدائی محمد کی رسالت پر حرف نہیں آیا۔
(۲) اپنی امامت میں شک نہ ہوتا تو فیصلہ حکمین پر رضا نہ دیتے	مجھے اپنی امامت میں ذرا شک نہیں مگر ابنائے زمانہ کے ہاتھوں مجبور ہونا پڑا
(۳) اپنے ہوتے دوسرے کو حکم نہ مانتے،	سوق بنی قینقاع میں عبد اللہ ابن سلول کو آنحضرت نے حکم بنایا قریظہ میں اپنے ہوتے سعد بن معاذ کو حکم مانا میں بھی مجبور ہو کر خاموش ہو رہا تو کیا بے جا کیا
(۴) امامت منجانب اللہ ہے آپ نے حکم کو امام بنانے کی اجازت دی۔	امامت خدا کی جانب سے ہے، مگر تصدیق رجال کی ضرورت ہے جیسے خدا کی وحدانیت اور محمد کی رسالت کے لئے کلمہ شہادتین
(۵) جمل میں مال غنیمت تقسیم کیا عورات اطفال نہیں باٹے	اہل جمل مسلمان تھے، مشرک یا کافر نہ تھے مردوں نے بغاوت کی وہ قتل کئے گئے عورتوں اور بچوں نے کیا کیا تھا جو لونڈی غلام بنائے جاتے پھر تم میں کون ایسا تھا جو ام المومنین عائشہ کو اپنے لئے لیتا۔

(۶) وصی رسول تھے اپنی طرف دعوت نہیں دی، وصیت ضایع کی۔

اپنی طرف دعوت دینا کام انبیا کا ہے ہم اوصیا ہیں بقول رسول بمنزلہ کعبہ ہیں خود کسی کے پاس نہیں جاتے بلکہ ماننے والے خود زیارت کو آتے ہیں اگر کوئی نہ آے تو خانہ کعبہ کو کیا الزام

سرکشو! صفین میں جنگ کا فیصلہ قریب تھا، فتح کے آثار پیش نظر تھے، تم نے قرآن نیزوں پر بلند دیکھے مکار عمر عاص کے فریب میں آگئے میں نے لاکھ سمجھایا کہ انکی نیت عمل بہ قرآن نہیں ہے جان بچانے کے لئے بہانہ ہے نہ مانا مجبور کیا لڑائی موقوف کرائی فتح کا موقع اپنے ہاتھوں کھویا، پھر اپنی ہی تجویز سے حکم بنائے عبداللہ عباس و مالک اشتر کو نامنظور کیا مجھے عہدنامہ پر مجبور کیا جب خود ساختہ حکمین سے برے نتیجہ دیکھے تو عہدشکنی کرانی چاہتے تھے اپنے کئے کا الزام مجھپر لگا رہے ہو اپنے تلون پر نظر نہیں ڈالتے۔

ان جوابات پر بہت رگ پشیمان دیکھے [illegible] انصاری کو آنحضرت کا علم دے کر منادی کرائی جو امان چاہے وہ اس علم کے نیچے چلا آئے، اسی وقت ۸ ہزار آدمی علم کے نیچے آگئے باقی چار ہزار کا مجمع اپنی بات پر اڑا رہا آپ نے صعصعہ کو قرآن دے کر ان کے پاس بھیجا گر ان لوگوں نے

اُسے تیروں سے چھلنی کر دیا اور لشکر علی پر منجنیقوں سے پتھر برسائے آپ نے حملہ کا حکم دیا، اخنس ابن غدیر طائی جو ابھی صفین میں کارنمایاں سے حضرت علی کو مسرور کر چکا تھا آج سب سے پہلے صف سے آگے آیا، اور حضرت علی کو مقابلہ کے لئے آواز دی آپ تشریف لائے مار کر گھوڑے سے نیچے گرا دیا۔ اُسکے بعد حرقوص بن زہیر تمیمی جو ذی الثدیہ بھی مشہور تھا، اخنس کا قصاص لینے بڑھا آپ نے تلوار ماری وہ بھی زخمی ہوا اُسکا گھوڑا بھی زخمی ہو کر بھاگا ایک گڑھے میں گر کر دونوں مر گئے عبداللہ ابن وہب راسی جو خوارج کا امام جماعت تھا، حضرت علی کے مقابل آیا اور کہا کہ میں وہب ہوں دنیا بیچ کر دین خریدا ہے آج اتنی تلواریں ماروں گا کہ اشرار سے سلطنت زائل ہو کر حق پرستوں کی طرف مائل ہو جائے گی آؤ علی پہلے تمہیں سے بسم اللہ کروں تمھارے ظلم و تعدی کو خاک میں ملاؤں کہ خلقت کا ناحق استیصال کر رہے ہو آپ نے تلوار ماری گھوڑے سے مرا ہوا زمین پر گرا، وہب کے مرتے ہی خوارج بے ترتیب ہو کر بھاگے اور سب کے سب مارے گئے صرف ۹۔ آدمی جان سلامت نکال لے گئے حضرت علی کے لشکر سے صرف نو آدمی شہید ہوے۔

معاویہ نے حضرت علی کو ۲۵ ہزار فوج سے شام آتے دیکھا اور بہرتان میں اُلجھ جاتے سُنا تو چاروں طرف بغاوت اور لوٹ مار شروع کرا دی، تا کہ حضرت علی اپنی ہمراہی فوج کو اُن مقامات کی اصلاح کے لئے تقسیم کر کے

کمزور ہو جائیں، قیامت کی چال یہ چلے کہ قیس بن سعد بن عبادہ مصر کے گورنر کو اپنی سازش میں مطعون کرادیا وہ مشتبہ ہو کر دربار امامت میں بلا لئے گئے محمد بن ابا بکر ان کی جگہ مصر بھیجے گئے معاویہ نے چھ ہزار فوج سے عمر عاص کو مصر روانہ کیا انھین نے محمد بن ابا بکر کو جا گھیرا یہ نئے نئے گئے تھے مصر کے معاملات سے ناتجربہ کار تھے انکا یہ سالار اپنی بساط بھر لڑتا رہا یہ بھی کد وکاوش کرتے رہے آخر دباؤ کھا کر حضرت علی سے امداد مانگی کوفہ سے مالک اشتر دو ہزار جوانوں سے امداد کو روانہ ہوے معاویہ نے مالک اشتر کو مصر جاتے سُنا تو راستہ میں عیار بٹھا کر شہد میں زہر پلوادیا، ان کا راستہ میں خاتمہ ہوگیا، آپ نے سُنا بہت صدمہ کیا اور مالک ابن کعب کو فوراً مصر روانہ کیا، محمد بن ابا بکر کا سر لشکر کنانہ بن بشر لڑکر مارا گیا، فوج نے ہمت ہاردی" محمد بن ابا بکر کو سنبھالنا مشکل پڑگیا فوج نے ساتھ چھوڑ دیا معاویہ بن خدیج نے ان کو گرفتار کرلیا، اور عمر عاص کے پاس لایا۔ عمر عاص نے گدھے کی کھال میں سلوا کر جلوادیا مالک ابن کعب ابھی کچھ ہی دور گئے تھے کہ مصری فوج کی ہزیمت اور محمد ابن ابا بکر کی سنانی پاکر واپس آئے یہ واقعہ ۳۸ھ کے آخر میں ہوا

شروع ۳۹ھ میں حریث ابن راشد نہروان سے بھاگے ہوے خارجی نے بصرے میں خروج کیا، حضرت علی کے حکم سے معقل ابن قیس اسکی سرکوبی کو روانہ ہوے، نہایت جدوجہد سے حریث کو مار کر بغاوت فرو کر آئے، معاویہ نے ضحاک کو

جو مالک اشتر کے مقابلہ میں جان بچا کر جزائر عرب سے بھاگ چکا تھا فوج کثیر دے کر عراق بھیجا، ضحاک قریہ قریہ قتل و غارت کرتا دیہہ دیہہ بوترابیوں کی بستیاں اجاڑتا، آگ لگاتا، کھیتیاں تاخت و تاراج، آبادیاں تباہ و برباد کرتا عراق پہونچ گیا، اور ہنگامہ قتال برپا کیا، سرحد عراق پر نعمان ابن بشیر نے حملے کرنا شروع کئے اور بوترابی رعایا کو خاک میں ملاتا ضحاک سے آملا، دونوں نے مل کر مالک ابن کعب عامل بصرہ کو گھیر لیا، مگر مالک نے دونوں کو مار کر شام کی سرحد تک بھگا دیا،

آخر ۳۹ھ میں معاویہ نے چھ ہزار فوج دے کر یزید ابن ثمرہ کو مکہ کی غارت گری کے لئے روانہ کیا۔ یزید حج کے زمانہ میں وارد مکہ ہوا قثم بن عباس نے اوس کی دہشت سے بدحواس ہو کر بھاگنا چاہا، مگر شیبہ ابن عثمان اور ابوسعید خدری نے روک تھام کر رکھا اور حضرت علی کو اطلاع دی آپنے معقل ابن قیس کو قثم کی امداد کو بھیجا، یزید ابن ثمرہ نے باشندوں کے رُخ بُرے پائے حجاج کا مجمع بھی لاکھوں کی تعداد مین تھا، اپنے کام میں کامیابی نہ دیکھی، حج ادا کر کے حرم سے باہر نکل آیا، اور طرفداران علی کی بستیاں ویران کرتا مدینہ کی جانب چلا معقل بھی مارا مار اسکے سر پر آن پہونچے، اور وادی قری میں جا گھیرا مقابل ہو کر یزید تو بھاگ نکلا، مگر اسکے ساتھی اکثر گرفتار ہو گئے، بسر ابن ارطاط بن طلحہ تھے تو صحابی رسول مگر خاندان

عبدالدار کی یادگار تھے اور احد سے علی کے ساتھ باپ مارے کا بیر تھا فتح مکہ
پر اسلام تو لائے مگر دل صاف نہوا، اور کیونکر ہوتا کہ باپ دادا اور کئی چچا
(مشرکین کے علمدار) اُحد کے میدان میں ذوالفقار علی سے کٹے پڑے تھے،
وہی انتقام کا غبار دل میں وہی قصاص کا خمار دماغ میں بھرا تھا، معاویہ
کے ہواخواہ بنے اور سنہ ۴۰ھ میں تین ہزار شامیوں سے مدینہ کی بربادی
کو آئے، ابو ایوب انصاری عامل مدینہ ان سے ڈر کر روپوش ہو گئے، جمعہ
کا دن نماز کا وقت تھا، بسر ارطاۃ نے پہونچتے ہی مسجد نبوی کے دروازے
پر پہرہ بٹھا دیا کہ معاویہ کی بیعت کئے بغیر کوئی زندہ نکلنے نہ پائے ساتھ کے
غارتگروں کو شہر میں لوٹ مار اور قتل عام کا حکم دیا شامیوں نے کسی کو لوٹا
کسی کو مارا کسی کا مال سمیٹا کسی کے عیال باندھے کسی کے مویشی چھینے کسی کے
اونٹ پکڑے ابو ایوب کا گھر جلا دیا، شہر میں آگ لگا دی گھروں کو تاراج
کیا باغات کاٹے، کھیتیاں اُجاڑیں آبادیاں برباد کیں دو مہینہ تک
مدینہ میں قیام کیا تمام اہل مدینہ سے بیعت لی پھر ابو ہریرہ کو مدینہ کا
عامل بنا کر بیت اللہ کی بربادی کا رخ کیا راہ کی بستیوں کو لوٹتا بوترابیوں کو مارتا عورتوں کو اسیر بچوں کو گرفتار
کرتا مکہ پہونچ گیا، حضرت علی کے عامل عبیداللہ ابن عباس اسکی دہشت سے عمر بن اراکہ کو یہ چارج دیکر کوفہ چلے آئے
تھے، ابن اراکہ بڑا بہادر تھا، مقابل ہو گیا، غریب نے اپنی جنگی طاقت
بڑے حوصلہ سے میدان وغا میں صرف کر ڈالی، مگر معاویہ کے نصیبوں سے

سے زور نہ چلا، ہار نہ سکا لڑ کر مرگیا رعایا میں بھگدڑ پڑ گئی عبداللہ عباس کے دو خوبصورت بچے ننھیالی کنبہ کے ساتھ باپ کے پاس یمن بھاگے جا رہے تھے خاندان سمیت گرفتار کر لئے گئے، پیارے بچوں کو بسر نے اُن کی ماں، ماموں نانا کے سامنے پہلے اپنے ہاتھوں سے ذبح کیا پھر سارے کنبہ کو قتل کرا ڈالا، سامان سارا لوٹ لیا، اور یمن جا پہنچا یمن کے عامل عبداللہ عباس تھے مگر نواح کے اضلاع میں دورے پر تھے، بسر نے باشندوں سے مار کوٹ بیعت کی، مال و متاع سمیٹا، اور بھاگوں بھاگ واپس چلا حضرت علی نے جاریہ بن قدامہ السعدیہ کو فوج دے کر تعاقب میں روانہ کیا، اور سمجھایا کہ اپنے فرض منصبی پر مستعد اور ہوشیار رہنا راہ میں کسی بندۂ خدا پر حقیر و خفیف جان کر ہاتھ لادنا کسی کا اونٹ ۔ خچر ۔ مرکب ۔ بیگار میں نہ پکڑنا، کسی چشمہ یا کنوئیں سے پانی لینا تو مالک پر سبقت نہ کرنا اجازت سے لینا قابو پانا تو کسی مسلمان عورت کو اسیر یا بے پردہ نہ کرنا ۔ بجز آلات حرب مسلمانوں کے مال کو غنیمت نہ سمجھنا، خدا سے ڈرنا، کوفہ سے جاریہ اور حوالی یمن سے عبداللہ عباس بسر ارطاطہ کی تلاش میں چلے، اتفاق سے حضرت میں بسر کو بنی تمیم نے اپنے مقابلہ میں پامردی سے الجھا لیا تھا اور اپنی پوری قوت میدان کارزار میں صرف کر رہی چکے تھے کہ جاریہ اور عبداللہ عباس جا پہونچے اور گھیر کر بسر کا مع فوج خاتمہ کر دیا، شعبان سنہ ۴۰ھ تک حضرت علی نے تمام بغاوتیں فرو کر دیں، اور معاویہ کے

مقابلہ کا ارادہ فرمایا، کوفے کے لوگوں کو نخیلہ میں جمع ہونے کا حکم دیا کچھ
جاں نثار کمریں باندھ تیار ہوے ہزار ہا بے وفا اہل کوفہ گھر سے نہ نکلے،
پورانے فدائیوں کو دم چراتے پایا۔ غم و غصہ سے پُر ہو گئے، قدیم جاں بازوں
میں موت کی آہٹ پائی، قضا کو پہلوؤں میں تلاش فرمانے لگے، عبدالرحمٰن
ابن ملجم یمن کا باشندہ مصر میں رہتا تھا، نہایت دلیر، فصیح اللسان، جید
مسلمان تھا، صفین میں عامل مصر نے کمک بھیجی تو قبیلہ مراد کے ساتھ یہ
نامراد بھی اپنی خوشی سے ساتھ آیا، بیعت کے بعد اپنی تلوار نذر گزرانی،
آپ نے منظور نہیں کی پھر ذکر کیا کہ میرا گھوڑا مصر سے کوفے تک کی مسافت کا
متحمل نہو سکا راہ میں مرگیا، حضرت علی نے اپنا کمیت گھوڑا عنایت فرمادیا،
ابن ملجم جنگ صفین سے نہروان تک حاضر خدمت رہا کوچہ گردی میں کوفے کی
مشہور حسینہ قطامہ بنت اصغر کی تیر نظر کا گھائل ہوگیا یہ قطامہ بڑی علامہ تھی
اسکے خاندان کے کئے آدمی خارجی ہوکر نہروان میں مارے گئے تھے اسلئے
وہ حضرت علی کی جانی دشمن تھی ابن ملجم کو فریفتہ پاکر تین ہزار نقد ایک
غلام ایک لونڈی اور سر علی معاوضہ میں مانگا، ابن ملجم جوش عشق میں
راگ پر چڑھ گیا، قطامہ کے خیال سے قتل علی کی دھن باندھی خوارج کا
ہم ساز بنا، اُن کے مشورہ سے عمر ابن بکر اور برک ابن عبداللہ اور ابن ملجم
میں حلف ہوا کہ عمر ابن بکر مصر جاکر عمر عاص کو مارے۔ برک شام پہونچ کر

معاویہ کو قتل کرے، ابن ملجم کوفے میں حضرت علی کا کام تمام کرے سب جھگڑے چک جاویں۔

عمر بن بکر مصر پہونچا اور امام مسجد پر حملہ کیا، مگر اتفاق سے عمر عاص اُس روز بیمار ہو گئے تھے، اور خارجہ ابن جمنیہ کو نماز پڑھانے بھیجا تھا، خارجہ پر تلوار پڑ گئی، وہ عمر عاص کے بدلے مر گئے، عمر بن بکر گرفتار ہو کر قتل ہو گیا، عمر عاص کی رسّی دراز تھی، وہ تلو بچ گئے، برک نے شام پہونچ کر معاویہ پر وار کیا، مگر اوچھا پڑا، معاویہ اچھے ہو گئے برک مارڈالا گیا،

ابن ملجم حضرت علی کی تاک میں گھومتا رہا قطامہ سے تین آدمی مدد کو لئے، تلوار کو زہر میں بجھایا، ۱۹۔ رمضان ۴۱ھ کو رات رہے سے مسجد میں آلیٹا۔ ترک کے بعد نماز صبح کے لئے حضرت علی مسجد میں تشریف لائے، ابن ملجم کو ہوشیار کیا، اور محراب مسجد میں پہونچ کر نماز نافلہ شروع کی، ابن ملجم پاکھے کی آڑ میں قتل علی کی نیت باندھ کھڑا ہو رہا۔ پہلی رکعت کے دوسرے سجدے میں حضرت علی کے فرق مبارک پر تلوار ماری، یہ تلوار اتفاق سے خندق والے گھاؤ پر پڑی، اور کاری پڑی۔ دماغ کی ضرب اور زخم سے حضرت علی بیہوش ہو کر خون میں لوٹنے لگے ابن ملجم بھاگا، فوراً خبر مشہور ہو گئی، دوست دشمن سبھی دوڑ پڑے، تمام مسجد اہل کوفہ سے بھر گئی، بنی ہاشم مسجد سے حضرت علی کو

مکان اُٹھا لیگئے، ذرا ہوش آیا، فرمایا افسوس کہ دور دراز وحشت ناک سفر درپیش ہے زاد راہ کچھ نہیں رکھتا، امام حسن نے پوچھا بابا! یہ کس کا فعل تھا، فرمایا ابن ملجم کی حرکت تھی، ابن ملجم کو لوگوں نے بوکھلایا ہوا پایا، پوچھا تو انکار کرنا چاہتا تھا گھبرا کر اقرار کر لیا، گرفتار ہو آیا، آپ نے فرمایا ابن ملجم کو کچھ تکلیف نہ دینا، جان بر ہونگا تو اپنا قصاص آپ لینے کا مجھے اختیار ہے، نہ بچوں تو ایک ضرب سے زیادہ نہ لگانا ۴۸ گھنٹہ حیات رہے، اس درمیان میں جب کبھی غش سے افاقہ پاتے، نصیحت اور وصیت فرماتے، دودھ میں شہد ملا ہوا شربت سامنے آیا فرمایا پہلے ابن ملجم کو پلا آؤ، کہ وہ تمھارے ہاتھ اختیار میں گرفتار ہے، آخر وقت دتفہ موت نے موقع دیا، اہل کوفہ عیادت کو آئے تھے، گرد بزرگان قبائل کا مجمع دیکھا، فرمایا پوچھ لو جو پوچھنا ہو۔ ہستی کا منظر، موت کا سماں پیش نظر تھا، ارشاد کیا اے نظام قدرت کو عقل کی آنکھوں سے دیکھنے والو یہ دنیا دار الامتحان، حیرت کی جگہ، عبرت کا مقام ہے، اسکے اوائل میں رنج و تعب آخر میں فنا ہے، حلال کے تصرف میں حساب کا سامنا، حرام کے ارتکاب میں عذاب سے سابقہ ہے، اس کا غنی مفتون اس کا محتاج محزون ہے، جس نے پہچان لیا اُسکی آنکھیں کُھل گئیں جس کی نگاہیں اسکی زیب و زینت ہیں اٹکیں وہ اندھا ہوا، کل تک میں تمپر حکمراں تھا،

آج عبرت ہوں، کچھ دیر میں رخصت ہو جاؤنگا میری وصیت تمہارے لئے
نصیحت ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے خدائے لاشریک کے کوئی معبود
نہیں ہے، وہی کُل کا خالق سب پر قادر، ہر جگہ حاضر، ہر وقت ناظر ہے
محمد میرے ابن عم اُسکے برحق رسول ہیں، جنھوں نے روز جزا کا یقین دلایا
نیکی کے صلہ میں بہشت کی بشارت دی بدی کے بدلے عذاب دوزخ سے
ڈرایا ہے اُنکی ہدایت نیک نتیجہ بہتر طریق، سیدھا راستہ ہے، نماز کو
وقت سے قائم رکھنا کہ عماد دین ہے روزے رکھنا کہ بدن کی زکوٰۃ ہے
زکوٰۃ دینا کہ جان کی خیرات ہے کارہائے سونہ میں طاقت اور استطاعت
کا اندازہ کر لینا قول وفعل میں شرع سے باہر نہ جانا، معاش اور عبادت
میں کوشش امور آخرت میں سعی اور عجلت کارہائے دنیوی میں تساہل اور
سوچ بچار کو کام میں لانا، جو کچھ کرنا سمجھ بوجھ کر کرنا نتیجہ میں بہبودی
دیکھ لینا، کامیابی پر خوشی کا ہلڑ نا کامی میں ہائے وادیلا نہ مچانا شادی
میں از خود رفتہ غم میں آپ سے باہر نہو جانا ذوی القربیٰ سے سلوک یتیموں
بیواؤں کی خبرگیری، ضعیفوں کی امداد، ظالم سے خصومت، مظلوم پر
رعایت ہمسایہ سے نیکی، مہمان کی تکریم، بیمار کی دلجوئی، عاجز و مصیبت
زدوں پر رحم کرنا، کھانا کھانا تو پہلے صدقہ نکال دینا غریبوں سے اخلاق
اہل مراتب کا ادب، بزرگوں کا لحاظ پاس، بڑوں کی عظمت نیکوں کی تعظیم

عزیزوں سے نیکی کرنا ہو سکے تو ضرورت سے زائد مال میں خیر و خیرات کرنا، ذوی الحقوق کو مقدم ماننا فرائض خداوندی صلۂ رحم حق العباد کا بہت خیال رکھنا، پھر اولادوں سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ حسنین تمہارے درمیان واجب التعظیم ہیں کہ فرزند رسول ہیں،

میں تم سب کو تقوٰی اور پرہیزگاری کی وصیت کرتا ہوں آپس میں نیک سلوک رہنا، چھوٹے بڑوں کی اطاعت، بڑے چھوٹوں پر شفقت رکھیں، صبر کو اپنے اوپر فرض کر لینا، سکوت کو اپنے لئے لازم ماننا کسی کو مشورہ دینا تو نیک نیتی سے دینا ذاتی نقصان کا خیال نہ کرنا۔ امر مشتبہ میں ساکت رہنا جو چیز تم سے تمہارے ابنائے زمانہ چھین لیں، اس کا تاسف نہ کرنا، سلسلۂ ہوس کو قناعت سے منقطع کرنا، مسئلہ قضا و قدر میں زیادہ فکر نہ کرنا کہ اسرار الٰہی ہیں خدا کو یاد، موت کو پیش نظر رکھنا، کسی سے نیکی کرنا تو بھول جانا کوئی بدی کرے تو بھلا دینا، پرہیزگاری شیوہ موعظہ مسلک احتیاط کو جلیس ذکر خدا کو اپنا مونس بنانا،

پھر امامت امام حسن کو تفویض فرمائی، اپنے غسل و کفن کی وصیت کی، نمود جنازہ اور اظہار قبر کی ممانعت کی، نقاہت نے روکا تو کلمہ شہادتین پڑھ کر خاموش ہو گئے، زہر کی تاثیر اور زخم کی تکلیف ضبط کی طاقت سے بہت زیادہ تھی، دو دن ایک رات اسی کرب و بیچینی میں کاٹے، اکیسویں رمضان ۴۰ھ ۶۶۰ء

کی شب کو روح نے مفارقت کی، ۵ برس نو ماہ خلافت کی زحمتیں اٹھائیں
پچاس برس سر کو ہاتھوں پر لئے جہد بالاسلام میں گزاری ۶۲ برس کے
سن میں شہادت پائی فرزندوں نے غسل دیا رسول اللہ کے کفن سے بچے ہوئے
پارچہ کا خلعت پہنایا، امام حسن نے نماز پڑھائی شب کی اندھناک تاریکی میں
بنی ہاشم اور مخصوص صحابہ جنازہ اٹھا کر وصیتی مقام پر صبح ہوتے ہوتے دفن کر آئے
وصیت کے موافق زمین ہموار کردی پتہ نشان کسی پر نہ کھولا، مدفن کو اپنی
معلومات میں رکھا، دلوں میں چھپائے رہے

۱۳۲ھ میں عبداللہ عباس کے پوتے ابوالعباس سفاح نے کہ ہاشمی تھے جب لوائے
خلافت بلند کیا تو واللہ اعلم سینہ بسینہ واقفیت یا اپنی اطمینانی معلومات سے نجف
میں قبر مطہر پر نشان کا پتھر نصب کرادیا، پھر ان کے پوتے ہارون رشید نے ۱۷۰ھ میں
جب قلمرو کا دورہ کیا، دلوں پر اس مقام کی عظمت پائی نشان کو نمایاں کردکھایا
اور اس کا انتظام بنی اسد کے سپرد کیا، اسکے بعد معز الدولہ دیلمی نے کچھ عمارت اپنے
وقت میں بنوادی ۶۸۳ھ / ۱۲۹۵ء میں تیمور لنگ نے اس عمارت میں کچھ اور اضافہ
کردیا۔ موجودہ روضہ ۱۱۵۶ھ / ۱۷۴۳ء میں خوش عقیدہ نادرشاہ نے ہندوستان کی دولت
سے از سر نو بنوایا ہے۔ جو اب تک شاہان ایران کے زیر اہتمام ہے اور نجف اشرف
کے نام سے مشہور ہے، آپ نے جناب فاطمہ کی حیات تک کوئی اور بی بی نہیں کی،
پھر آگے پیچھے سب آٹھ بیبیاں کیں ۱۱ لڑکے ۱۵ بیٹیاں کل ۲۶۔ اولادیں ہوئیں،

نمبر شمار	ازواج	لڑکے	لڑکیاں
۱	فاطمۂ زہرا بنت رسول اللہ	امام حسن امام حسین	زینب ـ کلثوم
۲	اُمامہ بنت زینب بنت خدیجۃ الکبریٰ		
۳	ام البنین بنت حزام ابن خالد	عباس جعفر عثمان عبداللہ	
۴	ام حبیبہ ، بنت ربیعہ	عمر	(توام) رقیہ
۵	خولہ بنت جعفر حنفیہ	محمد اکبر حنفیہ	
۶	لیلےٰ بنت مسعود	محمد اصغر کنیت ابوبکر ابو عبداللہ	
۷	اسمار بنت عمیس	یحییٰ	
۸	ام سعید بنت عروہ ابن مسعود		ام الحسن ، رملہ ، زینب صغرا رقیہ صغرا ام ہانی ام الکرام حمانہ امامہ ام سلمہ میمونہ خدیجہ فاطمہ (یہ پندرہ بیٹیاں انھیں ازواج سے تھیں)

امام حسنؑ یہ حضرت علی کے بیٹے صاحبزادے اسلام کے دوسرے امام ہیں، امن و امان بین الاسلام کا عہد لیکر خلافت معاویہ کو دیدی، پھر بھی معاویہ نے انکی زوجہ حضرت ابوبکر کی بھانجی جعدہ بنت ام فروہ سے زہر دلواکر شہید کرا ڈالا، بقیع کے راستے جنت کو سدھارے۔

امام حسینؑ یہ دوسرے صاحبزادے اور تیسرے امام ہیں، مرد آخر بیں اور مآل اندیش تھے، استقلال میں عدیم المثال ہوے صبر کی حد شجاعت کی انتہا کردی۔ ابر ظلم کی انتہا شہادت کا خاتمہ ہوگیا سر کٹا دیا مگر یزید کی بیعت کو ہاتھ نہیں بڑھایا جان کیا دی اسلام میں جان ڈالدی نیک نامی کی دوامی بہشت اور شہرت سے ہمیشہ کی زندگی پائی، کربلا قتلگاہ بوترابیوں میں گھر گھر آرام گاہ ہے۔

حضرت عباسؑ قد و قامت اور وجاہت میں ماہ بنی ہاشم مشہور تھے شہداے کربلا کے علمدار بنے باوجود جلالت و شجاعت نہایت حلیم الطبع تھے بھائی کا خوب ساتھ دیا عزاے حسین کے ساتھ گھر گھر انکا بھی الم ہے، حضرات جعفرؑ۔ عثمانؑ۔ عبداللہ۔ عمرؑ۔ محمد اصغرؑ۔ ابوعبداللہؑ یہ سب امام حسین کے ہمراہ کربلا میں شہید ہوے؛ گنج شہیداں میں اب بھی پاس ہیں۔

محمد حنفیہؒ انھیں نے باپ کے ساتھ جمل و صفین مین جہاد کیے ہیں، البتہ کربلا کی شہادت کا شرف نصیب ہی نہ تھا، مدینہ مین قیام رہا،

یحییٰؑ کم سنی میں انتقال کر گئے ،

حضرت علی کے بعد خلافتؑ امامت امام حسن نے پائی ، ہزاروں مسلمانوں کی جانیں جاتے دیکھیں امارت سے ہاتھ اُٹھایا امامت پر قناعت کی ، ان کے بعد امام حسین امام ہوئے انھیں کی اولادوں میں امامت اور نسل میں سیادت ہے جو قیامت تک یوں ہی رہے گی ،
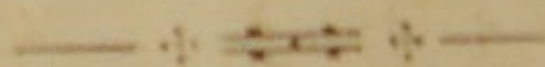
قال اللہ تعالیٰ

انا اعطینٰک الکوثر

سلسلہ تصنیفات انجمن مروج العلوم مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کا چوتھا رسالہ

ردِ مادیین

مسالک الحکماء

ترجمہ

مناہج الحکماء

از رشحاتِ قلم عالیجناب فخر المتکلمین استاد الواعظین شمس العلماء مولانا السید سبط حسن صاحب قبلہ مدظلہم

جسکو

جناب مولوی السید مسرور حسین صاحب امروہوی ملافاضل آنریری سکریٹری انجمن نے

باہتمام داروغہ السید محمد منیجر

مصباح الاسلام الواعظ پریس میں چھپوا کر مدرسۃ الواعظین سے شائع کیا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مذہب ڈاروِن

یہ ہے کہ افراد عالم کی نشو ونما رفتہ رفتہ ہوئی (۲) اور جب بعض افراد کی بعض
سے شاخیں پھوٹیں تو ان مین نوعون اور قسمون کا وجود ہوا (۳) اپنے حد
کمال تک ان نوعون کی ترقیان بہت دیر مین ہوئین یہانتک کہ وہ آج
موجودہ صورتون مین نظر آتی ہین (۴) جو کچھ پہلے ہو چکا وہ آئندہ بھی ہوگا
اور برابر ہوتا رہیگا۔

اس مذہب والون کے تین فرقے ہین

پہلا فرقہ معطلہ کہلاتا ہے اسکو یقین ہے کہ (العیاذ باللہ) خدا نہین ہے
اور یہ یقین اس حد تک پہونچگیا ہے کہ وہ وجود باری کو محال سمجھتے ہین

ان کے کفر خیز کلمات یہ ہین۔ (۱) جسکو انسانی قوت تخیلہ خدا بنا
وہی خدا ہے (۲) خدا نے انسان کو نہین بنایا اسکو جواہر فردہ[له] سے
مخلوق کیا ہے (۳) آسمان خدا کے بزرگی کو نہین ظاہر کرتے بلکہ علمائ
افلاک کی بزرگی کو ظاہر کرتے ہین۔

کلیفرڈ اپنے بعض مصنفات مین ان کفریات کو یون ظاہر کرتا ہے "
(۱) ہماری آنکھون کے سامنے خدائی نشانیان مٹ گئین (۲) ہمار
تصورات کے آسمان سے وجود باری کا ابر ہٹ گیا (۳) انسان ہی
خدا ان کو پیدا کیا اور وہی انکو فنا کر دیگا (۴) ہمین قدم کے حجابون
کے ادہر ہمارے باپ کا چہرہ نظر آتا ہے جو اُن دو آنکھون سے ہمی
دیکھ رہا ہے جو ازلی شباب کی آگ سے دہک رہی ہین اور وہ یہ کہہ ر
کہ (العیاذ باللہ) مین اللہ کے پہلے تھا"

اس کہنے والے کی راے مین یہ ازلی باپ کسی زمانہ مین بندر تھا ا
بندر سے پہلے کیس ہلامی تھا یا بنا بر سالہ اولی شرح مخمز مخاط تھا۔

له جوہر فرد مادہ کا نہایت چھوٹے سے چھوٹا جز ہے جس کی اجزا کسی طرح
ہی نہین سکتی اور دقیقہ بھی مادہ کا چھوٹا جز کہلاتا ہے لیکن عملی جو ساننا
ہکا نیکیہ کہتے ہین) کے ذریعہ سے دقیقہ کے اجزا نکل سکتے ہین شلا کا نسب
پانی ایک ایسا جسم ہے جو بہت سے دقیقون سے مرکب ہے اور ہر دقیقہ مین
جسمین دو جوہر سالماتے الگ ہو سکتا ہے اس مذہب کی تفصیل ہم مین کی دو مین آئندہ آ

کیس ہلامی جس نے خدا بنائے اور جو عنقریب انکو فنا کر دیگا یہ
زمانون مین پانی کے اندر تھرے چھٹا ہوا تھا اد آج نشو و ارتقا
ذریعہ سے جہانتک ہو چکیا ہے وہ ظاہر ہے۔
یہ وہ خواب پریشان ہے جسکی ابتدا پر عقلا نوحہ زن ہین اور جسکی انتہا پر
یا ہنس رہے ہین بلکہ احمقون کے نزدیک بھی یہ باتین قابل مضحکہ
ن بلکہ بندر اور گیس ہلامی جو انکے بزرگ ہین وہ بھی اگر انکی ہنسیان
ین تو تعجب نہین اس فرقہ کے ارکان مین سے یہ لوگ مشہور ہین
ں فغت ارنست ہیکل بخنر کلیفرد۔
دوسرا فرقہ وہ ہے جو نہ خدا کی نفی کرتا ہے نہ اثبات مگر ان مین سے بھی
ں یہ کہے بغیر نہین رہے کہ ہمین خدا کے قائل ہونیکی ضرورت نہین ہے
اسکو راز نشو و ارتقا کے انکشاف و بیان مین صرف گیس ہلامی کافی
خدا کی ضرورت نہین ہے یہ فرقہ لا ادریہ کہا جاتا ہے۔
س فرقہ کے ائمہ اور ارکان یہ ہین اسپنسر ہکسلی تندل بین
تیسرا فرقہ وجود باری کو ثابت کرتا ہے اور اسکے وجود کا معترف
بھی ہے چنانچہ ڈاروِن نے کتاب اصل انواع مین بیان کیا ہے
دلیل تمثیل سے مین اس امر کو ترجیح دیتا ہون کہ جتنے زندگی والی چیزین
زمین پر آباد ہوئین اُن سب کی اصل ایک ہی صورت تھی جس مین پیدا

معطلہ

لا ادریہ

کرنے والے نے پہلے جان ڈالی ہے۔ اسی طرح کی اسکی اور بھی بہت
عبارتین ہین جسمین اسنے خلق اور خالق و مخلوق کا ذکر کیا ہے اس فرقہ
کو فرقہ اللھیہ کہتے ہین کیونکہ وہ معترف الوہیت ہے اس فرقہ کے مشہور
ارکان یہ ہین۔ جان ہرشل۔ ولیم طمسن۔ اوئن۔ ددشون۔ غرا
گرمتبر شارلس ڈاردن۔ لیکن ڈاردن کا یہ اعتراف ابتدا مین معلوم
ہے مگر بعد مین معلوم نہین۔

یہ تینون فرقہ مسئلہ نشو و ارتقا کے قائل ہین لیکن ہر ایک فرقہ کا ار
متحد نہین بلکہ الگ الگ ہے اور ہر ایک فرقہ کے پاس ایسی دلیلین مو
ہین جو دوسرے فرقہ کے طریقہ ارتقا کی نفی کرتی ہین مگر اپنے پیش کر
کے ارتقا کو بھی ثابت نہین کر سکتین۔

ڈاردن نے جو تمام مخلوقات کی ایک ہی اصل تسلیم کی ہے وہ مثالون
دلیل قائم کرنے کا نتیجہ ہے جیپر اعتماد و وثوق نہین ہو سکتا جیسا
ڈاردن نے خود اس دلیل کی کمزوری کا اعتراف کیا ہے اُس
ذکر کیا ہے کہ تمثیل ایک فریب دہندہ دلیل ہے۔

چونکہ ڈاردن نے خالق کے وجود کا اعتراف کر لیا تھا اسلئے مادئ
یہ اعتراف شاق ہوا اور اسکے اقوال کی نقض و رد شروع کر دی
چنانچہ استاد ونندل) نے کہا کہ یہ قول

اور باطل ہے بخزنے کہا کہ یہ اعتراف ڈاردن کی رائے مین نہ
نقصان پیدا کریگا بلکہ وہ اسکی رائے کا خاتمہ کردیگا۔
مسئلہ انتخاب طبعی ڈاردن کے فلسفۂ نشو وارتقا کی جان ہے۔ مگر
یک فرضی مسئلہ ہے جسکو ڈاردن ثابت نہین کرسکا بلکہ یہ رای محض
ی ہے جسکو بہت سے علمانے باطل کردیا ہے چنانچہ جارج سیفرٹ
ے کتاب دروس الطبیعۃ مین بیان کیا ہے کہ "ڈاردن کی رای کا
بات ممکن نہین ہے اور مسئلہ انتخاب طبعی اصل انواع نہین ہے"
لوگون نے یہ کہا ہے کہ مسئلہ ارتقا پر کوئی دلیل ہی نہین اور کچھ
ب ان دلیلون کو جو برہانون کی صورت مین بیان کئے گئے ہین برہان
لیل سے باطل کرتے ہین۔ چنانچہ استاذ فرخو جرمنی نے اڈمبرگری
ی ایکہزار طلبہ کے سامنے یہ بات بیان کی کہ مسئلہ ارتقا کسی علمی رکن
ئم نہین ہے" یہ شخص بہت بڑا عالم اور استاذ تسلیم کیا جاتا ہی
راطبا اسکو علمای تشریح کی ایک بڑی فرد خیال کرتے ہین اور
ر علم حیات کا عالم سمجھتے ہین۔

۵ یہ وہی زبردستی کا ابطال ہے جسکے لیے سوائے قول تنزل ادرکوئی دلیل نہین جانتے ہین بلکہ
ی اس قول کے برخلاف تمام عقلین متفق ہین کیونکہ حد باری عقل کے نزدیک دشوار
ین سائل ہے ۱۲
ے بیالوجی۔ Biology علم حیوۃ ۱۲

علم آسمان وزمین کا عالم جو اپنے زمانہ مین وحید و یگانہ ہو ڈاکٹر د
کا مقولہ یہ ہے کہ "انسان انسان ہی مخلوق ہوا اور کبھی نہ . . بندر
بندر دن تک اسکا نسب پہونچتا ہے اور جو انسان کے نسبت
ہے وہی دوسرے بلند حیوانون کے متعلق بھی قائم ہے اور ایک
حیوان کے دوسری نوع بنجانے پر کوئی دلیل قائم نہین ہوئی -
یہی جو ڈاکٹر ڈاسن کا خیال ہے یہی اور علما کا یہی خیال ہے اس
نشو و ارتقا مین بہت سے اعتراضون کا محل موجود ہے ہم
مختصر مین صرف تین اعتراضون کو ذکر کرتے ہین -

پہلا ایراد یہ ہے کہ عالم مین اتنے حیوانات موجود ہین جنکی تع
گنی نہین جا سکتی مگر کسی ایک مین ترقی مذکور کی علامات اور نشا
نہین معلوم ہوتین ہزارون سال اوپر جیسے تھے آج بھی ویسے
نظر آتے ہین اور اس بات کو علمائے جیالوجی وغیرہ اچھی طرح جا
ہین اسی وجہ سے بگزا اور دیگر اصحاب مسئلہ نشو و ارتقا مجبوراً یہ
ہین کہ ارتقا ہر فرد مین اور ہر نوع مین نہین ہوتا ہان اکثری الو
ضرور ہے -

چنانچہ اس نے شرح مذہب ڈارون مین بیان کیا ہے کہ
سی صورتین باوصف اس امر کے کہ آسمان و زمین کے ہزار

دورے ختم ہو چکے ابھی اسی نقصان انحطاط پر باقی ہین جیسا کہ تہین
اور یہ انتخاب طبعی کے سلسلہ کے بالکل خلاف ہے اور اسی وجہ سے
نو مہب ڈاروِن مین ضعف محسوس ہوتا ہے۔
اسی کتاب مین اسنے یہ بھی بیان کیا ہو کہ وہ کمال کیجانب جب کسی
نوع کو جنبش ہوتی ہے تو فرد مین بھی کبھی تغیر معلوم ہوتا ہے لیکن ہمیشہ
ایسا نہین ہوتا۔
یہ مخبر کا قول کہ ارتقا اکثری الوقوع ہو" یہ ایک دعوی بلا دلیل ہو اور یہی
نہین بلکہ ان لوگون کی تمام باتین اور رائین ایسی ہی ہین جو کبھی فرضیات
کی صورت مین ظاہر ہوتی ہین کبھی تصورات اور اوہام کی صورت مین۔
اور اعتراضات کے دفع کرنے مین بھی اوہام ہی کا صرف ہو اون استقدر
اور بھی اضافہ ہوتا ہو کہ وہ اوہام جو اعتراضات کے دفع کرنے مین صرف
کئے جاتے ہین وہ پہلے اوہام سے بھی زیادہ کمزور ہوتے ہین۔
احوال کے اختلاف سے اعراض کی تبدیلیون کے تو ہم بھی قائل ہین روسی کا
رنگ سپید ہوتا ہے زنگی کا رنگ سیاہ ہوتا ہے یون ہی قد و ہمین بھی اختلاف
ہوتا رہتا ہے لیکن انسانی نوع کی تبدیلی اور روسی اور زنگی کی حقیقت اور
ماہیت کی تبدیلی (جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہین) یہ تسلیم نہین کیجا سکتی کیونکہ
اس اختلاف پر کوئی دلیل موجود نہین اور اگر ہے بھی تو وہ اس

اختلاف کی مخالفت پر قائم ہے۔

دوسرا ایراد یہ ہے کہ اگر فلسفۂ ارتقا تسلیم کر لیا جاوے تو کسی ایسی متوسط
صورت کا وجود ضروری ہوگا جو کسی نئے جانور (جو ترقی سے بنا ہوگا) سے
اور سب صورتون سے زیادہ قریب ہوگی حالانکہ ابھی تک ایسی صورت
نہ ملی ہے۔ نہ اُسکا کوئی پتا لگا ہے۔

جو کچھ ارتقا والون کیجانب سے اس ایراد کا جواب دیا گیا ہے اسمین
اور جوابون کی طرح وہی فرض اور آیندہ امیدواریان ظاہر کی گئی
ہین کہ اگر آج نہین ملی تو آیندہ ایسی صورت کی ملجاینگی اُمید ہے
پہلے اُنہین لازم ہے کہ اپنی اس خبر کی (کہ آیندہ ملجاینگی) تصدیق
پیش کرین پھر یہ کہکے ہمارے ایراد کو دفع کرین اور اگر انھون نے اپنی
خبر کی تصدیق نہ کی تو انکا مقابل انکی خبر کے مقابلہ مین یہ کہدیگا "
ہرگز آیندہ نہ ملیگی" حالانکہ ان ہزارون اور لاکھون انکشافات کے
بعد جو آثار سابقہ یا عادت والی چیزون مین ہوے آجتک ایسی متو
صورت تو نکا نہ ملنا اہل عقل کیلئے اس اُمید بیجا کے قطع کرنیکے لئے
کافی ہے۔

بجز نے فلسفۂ ڈارون پر جو ایراد ہوے انکے دفع کرنے مین اپنے ہر اچھی
طاقت کو صرف کر دیا جو اسمین موجود تھی اور فرض وادھاج سے جو ان

لوگون کا طریقہ ہی خوب کام لیا پھر بھی اُس نے یہ لکھد یا کہ "بہت سے حوادث رائی ڈاردن پر منطبق ہونا نادر چیز ہے اسکے بر خلاف دلالت کرتے ہین۔

تیسرا ایراد یہ ہے کہ زندہ نوعین جو آج ترقی کے موجودہ زینہ پر نظر آرہے ہین اگر یہ اس تدریجی زمانو نکو طے کرکے یہانتک آئے ہین جو فلسفۂ ڈارون کا مقتضے ہے تو ماننا پڑیگا کہ زمین پر اسوقت بھی جانور موجود تھے جب زمین زندون کے رہنے کے قابل نتھی۔ کیونکہ سر ولیم ٹیمسن نے بیان کیا ہے کہ زمین گزشتہ زمانون مین ایک سیال تکڑا تھا اسکو کم سے کم بیس کڑور برس اور زائد سے زائد چالیس کڑور برس گزرے ہونگے اور بعض علمای عصر موجود کا خیال ہے کہ حیاوجی کی تاریخ کی ابتدا کو دس کڑور برس کا زمانہ گزرا ہی کیونکہ اس سے پہلے سطح زمین نہ زندگی حیوان کے قابل تھی نہ اسمین حیات نباتات کی صلاحیت تھی۔ استاد (بل) کا مقولہ ہی کہ زمین سے چاند کو جدا ہوئے پانچ کڑور برس کا زمانہ گزرا مسٹر سیفرت نے (اپنے اس کلام مین جسمین انھون نے اصول انواع پر بحث کی ہی) بیان کیا ہی کہ جب سے زندگی والی چیزین زمین پر آباد ہونی شروع ہوئین اس زمانہ سے آج کی ترقی انواع کے زمانہ تک دو ارب پچاس کڑور برس تقریباً گزرے ہونگے اس قول کو دیکھتے ہوئے معلوم ہوتا ہی کہ قبل اسکے کہ زمین مین حیات کی صلاحیت پیدا ہو جاندار چیزین نہین

سکے پہلے قول کے اعتبار سے دو ارب تیس کروڑ برس پہلے اور اسکے
دوسرے قول کے اعتبار سے دو ارب دس کروڑ برس پہلے اور بلحاظ
قول علمای عصر دو ارب چالیس کرور برس پہلے پیدا ہوئین نیز یہ بھی
معلوم ہوا کہ چاند کے زمین سے جدا ہونے سے دو ارب چالیس کرور برس
پہلے زمین پر گھانس اور نباتات اپنی زندگی بسر کر رہے تھے اور یہ نہایت
بدیہی بات ہے کہ شی اپنی نفس پر ایک سکنڈ کیلئے بھی مقدم نہین ہو سکتی
پھر یہ کیونکر ممکن ہوگا کہ حیات نباتات و حیوانات حیات پر اتنے برس
مقدم ہو یہ بالکل محال بات ہے۔
ان تمام بیانات سے معلوم ہوگیا کہ ڈاروِن کا فلسفۂ نشو و ارتقا باطل ہے
اسکے بطلان پر ادلۂ عقلیہ و طبعیہ شاہد ہین بہت سے علما اس فلسفہ کے
منکر ہین اور بہت سے اس فلسفہ کے طرفدار اسکو ناقص بتلاتے ہین
اور وہ اسکے مقدمات کا انکار کرتے ہین جو اس مذہب کے اساس
تسلیم کئے گئے ہین۔ اور جو اس مذہب کے متعصب لوگ ہین وہ بھی اسبات
کے قائل ہین کہ اکثر حوادث اس فلسفہ کی نقیض پیش کرتے ہین۔
ڈاروِن جو اس فلسفہ کا موجد ہے اسکو خود ہی اس فلسفہ مین شک ہے

سکے پہلے قول کے اعتبار سے دو ارب تیس کروڑ برس پہلے اور اسکے
دوسرے قول کے اعتبار سے دو ارب دس کروڑ برس پہلے اور بلحاظ
قول علمای عصر دو ارب چالیس کرور برس پہلے پیدا ہوئین نیز یہ بھی
معلوم ہوا کہ چاند کے زمین سے جدا ہونے سے دو ارب چالیس کرور برس
پہلے زمین پر گھانس اور نباتات اپنی زندگی بسر کر رہے تھے اور یہ نہایت
بدیہی بات ہے کہ شی اپنی نفس پر ایک سکنڈ کیلئے بھی مقدم نہین ہوسکتی
پھر یہ کیونکر ممکن ہوگا کہ حیات نباتات و حیوانات حیات پر اتنے برس
مقدم ہو یہ بالکل محال بات ہے۔
ان تمام بیانات سے معلوم ہوگیا کہ ڈاروِن کا فلسفۂ نشو و ارتقا باطل ہے
اسکے بطلان پر ادلہ عقلیہ و قطعیہ شاہد ہین بہت سے علما اس فلسفہ کے
منکر ہین اور بہت سے اس فلسفہ کے طرفدار اسکو ناقص بتلاتے ہین
اور وہ اسکے مقدمات کا انکار کرتے ہین جو اس مذہب کے اساس
تسلیم کئے گئے ہین۔ اور جو اس مذہب کے متعصب لوگ ہین وہ بھی اسبات
کے قائل ہین کہ اکثر حوادث اس فلسفہ کی نقیض پیش کرتے ہین۔
ڈاروِن جو اس فلسفہ کا موجد ہے اسکو خود بھی اس فلسفہ مین شک ہے

دوسرا باب مذہب مادیین کے بیان مین

انکا مذہب یہ ہے کہ جواہر فرد (یعنی مادہ کے وہ چھوٹے چھوٹے ذرے جو بسیط جسمونکی آخری تقسیم کے نتیجہ مین نکلتے ہین جنکی تقسیم پھر نہین ہو سکتی) وہی آسمان اور زمین کے تمام کائنات کی اصل اصول ہین یہی اجزا ازلی اور ابدی ہین ہر وہ شے جو دیکھی جاتی ہے وہ انھین اجزا کے باہمی تاثیر و تاثر سے پیدا ہوئی ہے ان اجزا مین جو حرکتین ہوتی ہین وہ (جیسا کہ انکی طبعی اصول کا مقتضے ہے) نہایت دیر مین ہوتی ہین انھین حرکات سے تمام نوعین ایک دوسرے سے پیدا ہو گئین لیکن بعض نوعین پیدا ہو کر اسی نقطہ پر ٹھہر گئین اور مدتون ایک ہی حال پر قائم رہین اور بعض نوعین ترقی کے مدارج طے کر کے درجہ کمال تک پہونچگئین اور بعض نوعین پست ہو کر درجہ انحطاط مین آگئین اُن انواع سے جنھون نے درجات ترقی طے کئے ہین نوع انسان کا بھی شمار ہے کیونکہ انسان اور بندر ایک ہی اصل کی دو فرعین ہین لیکن ہزارون اور لاکھون برس کے گزرنیکے بعد نئی تاریخ کے قائم ہونیکے پہلے اس نوع نے بہت زیادہ ترقی کی ڈاکٹر صموئیل اور برنیٹ نے اپنی کتاب (سفسطات حلیمہ) مین بخنر کے قول کی جو اسکے بعض مصنفات مین موجود ہے یون حکایت کی ہے "مادہ ہر موجود اور کائنات

کی اصل ہے اور وہ تمام عقلی و طبعی قوتون کی اصل اصیل ہے" ہکسلی جسکا شمار للا در بین مین ہے اسکا مقولہ ہے کہ یہ عالم فضلک کے بخارات سے پیدا ہوا اسکے بعد اُسنے بیان کیا ہے کہ تمام عالم (عام اس سے کہ وہ حی ہو یا جماد) جواہر فرد کی اُس باہمی تاثیر و تاثر کا نتیجہ ہے جو مقتضائی نوامیس طبعیہ (جو اپنے مقام پر معین و مقرر ہین) ہوا کرتا ہے انھین جواہر سے تمام عالم کا مادہ مرکب ہوتا ہے۔ لکریشوفس نے بیان کیا ہے کہ جواہر فرد موجودات کی سب سے پہلی علتین ہین اسکے اس قول کی تائید بلفست سے بحث کرنے مین ہکسلی نے بھی کی ہے اسپنسر جو للا دربین کی ایک فرد ہے ارتقا کی یون تعریف کرتا ہے " ایک ہی طرح کی جدا جدا چیزونکا متغیر ہو کر ایسی مختلف چیزین بنجانا جنمین اتصال ہو" اس نے یہ بھی کہا ہے کہ کائنات یا فضلک ان قدیم تغیرون سے جو جدید چیزون کی جانب ہوتے رہتے ہین یکسان چیزونکا متغیر ہو کر مختلف ہو جانا بھی ہے" یہی تغیر اصل اصول ارتقا ہے اس معاملہ کو بہت کچھ طول دیکر یہ کہا ہے کہ بسیط عناصر کی صفتون کا اختلاف (جیسے ہیڈروجن ہے یا پارہ یا لوہا) یہ ان عناصر کی ترکیب در انحلال سے پیدا ہوا کیونکہ اس اختلاف سے جواہر فرد کی ترکیب مین اختلاف پیدا ہو گیا" وہ لوگ جو کیمیاوی اصول سے واقف ہین وہ اس کلام مین غور کر کے جتنا چاہین تعجب کر سکتے ہین" بخز شارح مذہب ڈاروِن نے ہولمیلخ (جواتھا ہوین

صدی کے فرقہ معطلہ مین ہی) کی اپنی کتاب مین اسلئے مدح کی ہی کہ اسکے
نزدیک عالم صرف مادہ اور سلسلۂ اسباب مسببات کا نام ہی جسکی کوئی انتہا
نہین ہی پس جو چیزین عالم مین موجود ہین وہ متحرک متغیر ہین اور مادہ اور
حرکت دونون ازلی ہین جو ہمیشہ سے تھین اور عدم سے خلق کرنیکے کوئی
معنی نہین ہو سکتے یہ فقط لفظ ہی ہی فخر نے اسکا یہ قول بھی بیان کیا ہی
کہ طبیعہ مین ہر چیز منحصر ہے اسکے علاوہ کوئی چیز بھی موجود نہین ہی ہان
عالم تصورات کا وجود ہو سکتا ہے مگر وجود واقعی اسمین منحصر ہے۔
اسی کتاب مین فخر نے اُن لوگون کا قول نقل کیا ہی جو مادیین کی رای کو جھوٹ
کہتے ہین یا اسبات کے قائل ہو گئے ہین کہ یہ رای مدت سے باطل ہو چکی ہے
اس قول کو اُسنے یون رد کیا ہے کہ یہ دو سببون سے فاسد ہی ایک تو یہ کہ
کسی نے اس رای کو باطل نہین کیا اور ہرگز ایسا نہین ہوا بلکہ یہ رائی
ایک قدیم رائے ہی دوسرے یہ کہ رای ابیقورس کی رائی نہین ہے
اور اگلی تعلیمون سے یہ رائے اسلئے جدا ہے کہ یہ اُن تعلیمون کیطرح
مذہب نہین ہے بلکہ یہ ایک فلسفی حقیقت ہے۔ اسی کتاب مین یہ بھی
بیان کیا ہے کہ یہ رای مادی صرف مادہ ہی کو ہر شی پر فوق نہین
دیتی بلکہ مادہ اور قوت دونون چیزین یون ساتھ ہی ساتھ ہین گویا کہ
وہ دونون ایک ہی چیز ہین جب مادہ ہر شے کی اصل تسلیم کیجاتی ہے

اسی طرح قوت بھی یہی مرتبہ رکھتی ہے۔

یہ مثال ہین اور خدا کے اقرار کرنیوالون کے اقوال کی اپنے دانست مین ہنسی اڑائی ہے کیونکہ یہ لوگ تمام چیزون پر مادہ کو فوقیت نہین دیتے بلکہ مادہ اور قوت کے مابین بہت کچھ فرق نکالتے ہین – یہ انکے اقوال ہین انپر غور کرو اور متحیر ہو کر انپر ہنسنے اور رد کرنیکا اختیار ہی یہی وہ دسیسے ہین جو مادیین اور معطلین کیجانب سے پیش کئے جاتے ہین۔

محصل کلام مادیین یہ ہی کہ عالم ازلی ہی اور غیر مخلوق ہے – اور اصل اصول اشیاء جواہر فرد ہین انہین کو جزء لایتجزی بھی کہتے ہین چہ جواہر فرد فضائی عالم لاانتہا ہی حیثیت سے بہری ہوئے ہین بہت سے مادیین اسبات کے قائل ہین کہ یہ جواہر ایک ہی طرح ہین اور انمین مماثلت ہی البتہ کیمیاوی صفتون مین انمین اختلاف ہی مگر یہ اختلاف صرف بخر کے نزدیک ثابت ہی وہ برابر فعل کرتے رہتے ہین اور چونکہ ان مین جذب و دفع برابر ہوا کرتا ہی اسلئے وہ ازل سے برابر متحرک ہین اور یہ حرکت انکی اضطراری ہے کوئی چیز محض عدم سے مخلوق نہین ہوئی اور نہ کوئی چیز مخلوق ہو کر معدوم صرف ہو سکتی ہ[...] جمادات اور نباتات اور حیوانات کی خلقت رفتہ رفتہ ہوئی ہے اور[...] جو انمین کامل ہوتا ہی وہ اکثر ناقص ہی سے بنتا ہی ان تمام باتون کا ذک[...]

[illegible]

اس شرح مین موجود ہے جو بخز نے اقوال مادین کے متعلق لکھی ہر اور اکثر باتین اسکے پانچوین مقالہ مین یکجا موجود ہین۔

مصنف کیجانب سے اقوال مادیین پر ایک تنقیدی نظر

مادیین کے اقوال مین اسقدر اختلاف ہر کہ وہ تناقض کی حد تک پہنچگیا ہے اس مذہب کے دو آدمی بھی ایسے نہین ملتے جنکے اقوال مین اختلاف نہو یہانتک کہ جو انکے اصول دین وہ بھی متفق علیہ نہین ہین (اسلئے ہر فرد کے نزدیک دوسرے شخص کے اصول کے علاوہ اصول ہونگے) لہذا تمام اصولونکو ساتھ ہی ایک تقریر سے باطل کرنا مشکل بھی ہر اور ہر شخص کو اسکا سمجھنا بھی آسان نہوگا اسلئے ہم انکی ہر اصل کو علیحدہ علیحدہ باطل کرتے ہین (تاکہ فہم مین آسانی ہو)

مادیین کی پہلی اصل

اُن کی پہلی اصل یہ ہے کہ جواہر فرد آسمان و زمین کی علتون مین سے پہلی علت اولی ہین۔ یہ انکا نیا خیال نہین ہے بلکہ یہ اس قول مین قدیم حکمائے یونان کے تابع ہین جو اس قول کے موجد تھے شاید پہلا وہ یونانی فلسفی جسنے یہ مسلک ایجاد کیا ہو لوسیبوس تھا ان ہی لوگون مین دیمقراطیس کا

بھی شمار ہی ملکہ وہ اپنے زمانہ مین مادیین کا سرگروہ اور امام تھا میرے خیال مین جس ضرورت سے یہ اجزا تراشے گئے وہ مادہ کے قدیم ہونیکی ضرورت تھی کیونکہ لوسیبوس کے پہلے بلکہ ہر اس شخص سے پہلے جو لوسیبوس کا ہم خیال تھا اسبات پر اتفاق تھا کہ جو شے مرکب ہے وہ حادث ہے جب انھون نے دیکھا کہ تمام اجسام اپنے ترکیب و تالیف کے سبب حادث قرار پائے تو انھون نے ایسی اجزا مانے جنکا تجزیہ ناممکن ہو اور انھین اجزا کو عالم کی علت ازلی تسلیم کرلی۔

شہرستانی نے کتاب ملل و نحل مین بیان کیا ہے کہ "ابیقورس جو دیمقراطیس کے زمانہ مین اپنا فلسفہ ظاہر کر رہا تھا اسکا خیال تھا کہ عالم کی علتین وہ اجسام ہین جنکا ادراک صرف عقل کرتی ہے اور وہ ایک خلا سے دوسرے خلا مین حرکت کرتے رہتے ہین جسکی کوئی انتہا نہین ہے اور نہ ان اجسام کی کوئی حد ہو سکتی ہے۔

ان اجسام کے لئے وہ تین چیزین تسلیم کرتا تھا شکل۔ عظم۔ ثقل دیمقراطیس ان تین چیزون مین سے صرف دو کو مانتا تھا لیکن شکل کا انکار کرتا تھا۔ اور اسی نے یہ خیال بھی ظاہر کیا کہ یہ اجزا نہ تقسیم ہو سکتے ہین نہ ٹوٹ سکتے ہین یہ موہوم ہوتے ہین مگر محسوس نہین ہین جب ان اجزا نے متحرک ہو کر ایک دوسرے سے رگڑ کھائی اور یہ ایک عنصر اری

بات تھی ان کی باہمی رگڑ سے عالم کی یہ علت حاصل ہوئی ہے یہ تمام شکلیں پیدا ہو گئیں اور ان اجزا نے حرکت کی قسموں میں سے کئی قسموں کی حرکتیں کیں۔

جن لوگوں نے ان مادئین کے مذہب کی حکایت کی ہے کہ وہ عالم کی خلقت کو اتفاق کا نتیجہ سمجھتے ہیں ان کی مراد یہی ہے کہ ان لوگوں نے کوئی ایسا صانع تجویز نہیں کیا جو ان اجزا کو حرکت دے اور ان میں رگڑ پیدا ہو اور اس سے یہ تمام شکلیں پیدا ہو جائیں تو آپ سے آپ عالم کا وجود محض اتفاقی اور خبط کا نتیجہ ہو گا۔

یہی مذہب بعینہ بخنر اور جو اسکے ہمخیال ہیں ان سب کا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان جدید فلسفیوں کی جولانگاہ انھیں تنگ و تیرہ رستوں میں محدود ہے جہان بعض قدیم فلسفیوں نے قدم رکھا تھا۔

اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ اجسام عالم انھیں اجزا سے مرکب ہیں جنکا تجزیہ نہیں ہو سکتا تو ہم انکی ازلیت کو بلا دلیل و برہان کیونکر تسلیم کر سکتے ہیں اور انکے پاس سوائے اِن تو ہمات کے اس مطلب پر کوئی دلیل نہیں ہے جیسا کہ ہر اصل مادی میں وہ ایسے ہی رنگ مادوں پر عمل کیا کرتے ہیں۔

قدما میں اجسام کے اجزائے ترکیبی میں اختلاف ہے اکثر تو اسی کے

قائل ہین کہ اس کی ترکیب دو جزون سے ہوئی ہے ایک کا نام ہیولیٰ
اور دوسرے کا نام صورت ہے۔

یہ لوگ بالکل جواہر فرد کا انکار کرتے ہین اور تمام اجزا کا وجود بالقوۃ تسلیم
کرتے ہین چونکہ ان کے نزدیک تقسیم بلا نہایت صحیح ہے اسلئے وہ
تمام اجزا کا وجود فعلی نہین مانتے (ورنہ لازم آئیگا کہ غیر متناہی بالفعل
موجود ہو اور یہ محال ہے) انکسا قراطیس اجزائے جسم کو غیر متناہی بھی مانتا
ہے اور انکا وجود فعلی بھی تسلیم کرتا ہے اور یہ ضعیف ترین اقوال ہے
بعضون نے یہ قول بھی اختیار کیا ہے کہ اجزائے جسم متناہی ہین اور
بالفعل ہین اس سے اُن کی مُراد یہ ہے کہ جسم ایسے اجزا سے مرکب ہے
جو بالفعل موجود تو ہین مگر نہ تو فعلاً تقسیم ہو سکتی ہین نہ عقل اُن کی تقسیم
کو صحیح سمجھ سکتی ہے۔ اس مذہب پر کوئی ایسی دلیل نہین قائم ہوئی
جسکا جواب نہ دیا گیا ہو اور تمام حکما نے بہت سے ادلہ و براہین سے
ساتھ اس کو رد اور باطل کر دیا ہے جنکا اُن مذہب والون کی طرف
سے کوئی جواب نہین دیا گیا۔ شاید وہ جوہر فرد جسکی آج کل
اد ہین قائل ہین وہ نہی ہو جسکو ذیمقراطیس تسلیم کرتا ہے کہ وہ نہ فعلاً
تقسیم قبول کرتا ہے نہ فرضاً کیونکہ اسکا قول یہ ہے کہ جسم ایسے چھوٹے
اجزائے مرکب ہے جو کسی طرح بھی قابل تقسیم نہین ہین ہان ان لوگون

نے اس سے صرف اِس بات مین اختلاف کیا ہے کہ جواہر فرد انکے دیگر متماثل (یعنی ایک ہی طرح کے ہین) نیز اس امر مین بھی اُس سے جدا ہین کہ مختلف عنصر دن کی اصل ایک ہی ہے -

لتون کا یہ مذہب ہے کہ جواہر فرد کی ضخامت تو یکسان ہے مگر وزن مین ایک دوسرے سے مختلف ہے یہ اختلاف عناصر کیوجہ سے پیدا ہوا - تمام وہ لوگ جو علم کیمسٹری کے ماہر ہین وہ اسی مذہب کے تابع اور اسی قول کے قائل ہین لہذا اس زمانہ کے مادیین اور کیمیادین کے مابین ایسا شدید اختلاف ہے کہ ایک کا قول دوسرے کے قول کی نفی کرتا ہے مگر در اصل نہ ان کی مذہب پر کوئی دلیل قائم ہے نہ انکی مذہب پر تمام عمارت مذہبی صرف وہی اساس پر بلند کیگئی ہے جو محض فرضی ہے - یہ فقط ہمین نہین کہتے بلکہ فریقین کے بڑے بڑے علما اس بات کے معترف ہین بخز نے شرح مقالات ڈاردن کے آخرین مقالہ مین بیان کیا ہے "کہ مادیین کے جواہر فردہ تصوری اور خیالی ہین -

ڈاکٹر ماودن لویس اپنی کتاب کواشف جلیہ عن الحقائق الکیماویہ مین رقمطراز ہے کہ "ہم بنا بر مذہب دلتون تمام اُن قوتون کے جو ترکیب کیمیاوی مین موثر ہین توضیح وتشریح کر سکتے ہین باوصفیکہ

ہمین معلوم ہے کہ یہ مذہب بھی ویسا ہی ہے جیسے دوسرے نظام[…]
ہین - (چونکہ بلا دلیل اس مذہب کے قبول کرنیکا ایراد اس پر ہوتا تھا
اسلیئے وہ اسکا عذر یون بیان کرتا ہے) کہ "طالب علم کیمیا کی نظر حقیقت
شے کے دریافت کرنے کی طرف نہین ہوتی بلکہ وہ تو صرف یہ دیکھتا
رہتا ہے کہ حوادث ان اصول کے مطابق ہوتے ہین یا نہین"
ڈاکٹر جارج ولسن جو اڈنبرگ کالج مین ایک پروفیسر تھا اپنی کتاب
کیمیائے غیر آلیہ مین لکھتا ہے "کہ یہ بات کبھی بھی پایہ تحقیق تک
نہین پہنچی کہ عالم موجودات مین جواہر فرد بھی موجود ہین -
ہولیباخ جو امام مادیین ہے اُسنے جوہر فرد کو نہایت بے اعتنائی
سے دیکھا ہے وہ کہتا ہے کہ جوہر فرد ایک امر مجہول ہے جیسا[…]
خود بخنر نے اسکے قول کی نقل کی ہے -
یہی نہین بلکہ اور بہت سے اس زمانہ کے عقلا اور علما جوہر فرد کا انکار
کرتے ہین جیسے ڈاکٹر ڈونیریت" اپنی کتاب سفسطات علمیہ مین وہ عبارت
تحریر کرتے ہین جسکا ترجمہ یہ ہے "جوہر فرد سے جو کچھ سمجھ مین آتا ہے
وہ یہ ہے کہ وہ مادہ کا چھوٹے سے چھوٹا جزء ہے وہ اسبات کا نتیجہ
ہے کہ وہ تقسیم ہندسی جو غیر متناہی حد تک ممکن تھی ایک طبعی انتہا
پر جو محض وہمی ہے روک دیگئی ہے"

ی کتاب مین اسکا بیان ہے کہ وہ شے جسکو یہ لوگ جوہر فرد نام رکھتے
ین وہ اپنی تکوینی حیثیت مین مرکب ہے اگرچہ کیمیاوی حیثیت سے
یط ہے۔
د مادیین کے قول سے (جو اس زمانہ مین موجود ہین) جوہر فرد کی نفی
زم آتی ہے ہمارے پاس نفی جوہر فرد پر بہت سی دلیلین ہین جسمین
ے ہم صرف دو دلیلون پر اکتفا کرتے ہین۔
لیل اول یہ ہے کہ ان لوگون کے نزدیک جوہر فرد کے افراد مین
اثل ہوتا ہے لہذا اُن کی ترکیب سے صرف وہی چیزین حاصل ہو سکتی
ین۔ جو متماثل ہون کیونکہ اگر ہیڈروجن اور ہیڈروجن سے کوئی ترکیب
ی جائے تو ہیڈروجن ہی حاصل ہوگا۔ لیکن وہ مرکبات جو مختلف
ین جیسے پانی اور نمک وہ تو انھین اجزا سے حاصل ہو سکتے ہین جن مین
ختلاف ہو۔ اگر مادیین کا جوہر فرد ثابت ہو جائے تو عالم مین متماثلات
ور ایک ہی طرح کی چیزون کے سوا کچھ بھی نہ پایا جائے اور یہ عقل
رحس دونون اعتبار سے باطل ہے۔
رہگئے وہ مرکبات جو آلات کے ذریعہ سے ترکیب دیکر متماثل بنائے
جاتے ہین وہ اس باب سے نہین ہین کیونکہ انکی ترکیب مختلف عناصر
سے ہوتی ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ جن لوگون کے نزدیک جواہر فرد کا وجود ثابت ہے عام اس سے کہ اس زمانہ کے متدین ہون یا اُن کے غیر ہون سب کے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ ان اجزا مین داخلی حرکت برابر رہا کرتی ہے جس سے حرارت کا نشو و نما ہوا کرتا ہے اور اُنکی شکلین بدلتی رہتی ہین۔

استاد کلرک مکسویل جنکا شمار ائمہ مادیین مین ہے انکا مقولہ ہے کہ "جوہر فرد (اگرچہ اسکی تقسیم نہین ہو سکتی) پھر بھی وہ زیادہ سخت نہین ہے اور داخلی حرکت کو قبول کرتا ہے اور اس حرکت کیوجہ سے اسمین حرارت پیدا ہوتی ہے۔ استاد بلفور ستیورت جو اعاظم مادیین مین سے ہین وہ فرماتے ہین کہ "جوہر فرد ہمیشہ متحرک رہتا ہے اور اُسکی شکل ہمیشہ بدلتی رہتی ہے۔

جب یہ ثابت ہوا کہ اسکو حرکت اور تغیر شکل لازم ہے تو یہ بھی ثابت ہے کہ اجزا کی وضعین بدلتی رہتی ہین اسلئے کہ حرکت داخلیہ اور شکلونکا بدلنا بغیر وضعی تغیر کے محال ہے۔

اور جب وضع مین تغیر ہوگا تقسیم جز بالفعل ثابت ہوگی۔ ایسی صورت مین انھین کے قول سے یہ بات لازم آئیگی کہ جو بالفعل تقسیم نہین ہوتا وہ بالفعل تقسیم ہو گیا (اور چونکہ نقیضین کا اجتماع ہے اسلئے) یہ

صورت محال ہوگی۔
تسلیم نجز کی جوہر فرد ہماری پہلی دلیل سے باطل نہین ہوتے کیونکہ انکے
نزدیک کیمیاوی اوصاف سے ان مین اختلاف پیدا ہو جاتا ہے تو مرکبات
کے اجزائی افراد ان اوصاف کے مختلف ہونے کیوجہ سے مختلف ہو جائینگے
لہذا اسکے قول کی بناپر یہ نہ لازم آئیگا کہ تمام اجسام عالم متماثل اور
ایک ہی طرح کے ہون۔
نجز اس الزام سے تو بچگیا جو علی الاطلاق جواہر فرد کے متماثل ماننے والون
پر وارد ہوتا ہے لیکن اس سے ایک دوسرا سوال متعلق ہوگا وہ یہ ہے کہ
نجز اسکے مذہب کے تمام جواہر فرد کی ضخامت اور وزن ایک ہی ہوگی
اس سے تمام کیمیاویین کی عبارتین فاسد اور لغو ہو جائینگی مثلاً پانی کا
ایک دقیقہ دو جزؤن سے مرکب ہوتا ہے ایک کا نام ہیڈروجن ہے اور
دوسرے کا نام اکسیجن ہے لیکن نجز کے نزدیک یہ دقیقہ ہیڈروجن کے
ت اور اکسیجن کے سولہ جزؤن سے مرکب ہونا چاہیے کیونکہ اکسیجن کا وزن ہیڈروجن کے
وزن کا $\frac{1}{16}$ ہے جیسا کہ امتحان سے معلوم ہو چکا ہے تو ان کیمیاویین کو نجز پر
دعوی کرنیکا حق ہے کہ اسنے انکی عبارتون کو کیون بے معنی کر دیا۔

جوہر فرد کی بناپر لزوم عجائب

(۱) اگر ہم وجود جوہر فرد تسلیم کرین تو اس سے عجیب عجیب باتین تسلیم کرنا ہوگی

مثلاً اگر نیٹروجن کا ایک جز لوہے کے ایک جز پر رکھکر تمام عالم کے بوجھ
سے دبایا جائے تو ہرگز ایک جز دوسرے جز مین نہ نفوذ کریگا اور نہ
اسکے اجزا نکل سکینگے کیونکہ وہ رائے جوہری کے بناپر قابل
تقسیم ہی نہین -

(۲) یہ بھی لازم آتا ہے کہ دقائق مرکبات کا ہر دقیقہ سوای کیمیاوی
طریقہ کے اور کسی طرح سے قابل تقسیم نہو - ورنہ ایک دقیقہ آب پر
چوٹ دینے سے لازم آئیگا کہ اکسیجن کا جوہر فرد منقسم ہوجاے کیونکہ وہ
(جیساکہ ہم بیان کرچکے ہین) دو ہی جوہر فرد سے مرکب ہے ایک
ہیڈروجن دوسرے اکسیجن اور اس سے یہ لازم آئیگا کہ دقیقہ آب
مین اسطرح کی روانی موجود نہو جیسی کہ پانی مین ہوتی ہے ورنہ
شمع کے دقیقہ کی تقسیم سے اسکی تقسیم کہین زیادہ آسان ہوتی -
یوہین اور مرکبات کو بھی قیاس کرنا چاہیے -

(۳) یہ بھی لازم آئیگا کہ اٹروپین کا ایک دقیقہ سرکہ مین حل نہوسکے
(اگرچہ وہ حل ہوجاتا ہی) کیونکہ اسکے حل ہوجانے سے اسکے تمام
جواہر فرد کی تقسیم لازم آئیگی اور اسکے اجزا بہت سے ہین سترہ جز
ایسے کاربن کے ہین اور تیئس ہیڈروجن کے اور تین اکسیجن کے اور
ایک نیٹروجن کا جز موجود ہے ان تمام جواہر کا انقسام لازم آجائیگا

لہذا اصل محال ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ بنا بر تجویز جوہر فرد اتنی خرابیاں لازم آئینگی جنکو ہم گن نہیں سکتے جو ہم نے ذکر کر دیا ہے اسکو غیر مذکور کا نمونہ سمجھنا چاہئے" ہم سرگردگان مادیین سے باادب گزارش کرینگے کہ یہ مادی فلسفہ محض خبط ہے اور جو انکی علت اولی ہے وہ وہمی ہے جو انکے فلسفہ کی نیو ہے وہ وہمی ہے اور جو انھوں نے اپنے عالم کی صورت قرار دی ہے وہ وہمی ہے کوئی دلیل اسکے ثابت کرنے کیلئے انکے پاس موجود نہیں بلکہ اسکی نفی پر دلیلیں موجود ہیں جو کچھ عمارت ایسی موہوم نیو پر بلند کیگئی ہے وہ بھی موہوم ہے حق تو یہ ہے کہ یہ جوہر قوی اور سخت ہوکر بھی اسقدر لطیف ہے کہ نظر و بحث کی گنجائش نہیں رکھتا۔

مادیین کی دوسری اصل

یہ ہے کہ جواہر فرد عالم کے لئے علت ازلی ہیں (یعنی یہ وہی علت ہے جسنے تمام عالم کے مرکبات کو پیدا کیا اور یہ ان مرکبات کی ازلی ہی سے علت تھی) اس دوسری اصل کو ہم دو دلیلوں سے باطل کرتے ہیں

(۱) جب ہم نے جوہر فرد کا وجود ہی باطل کر دیا تو اسکا وجود ہی نہ ثابت ہوا اور اسی پر تمام ادعاں کا ثبوت موقوف تھا لہذا نہ

علیّت رہی نہ اُسکے قدم و حدوث کی بحث۔

(۳) اگر یہ علت ازلی ہوتی تو اُسکے تمام معلولات بھی ازلی ہوتے اور جب معلولات ازلی ہوتے تو تمام مرکبات (عام اس سے کہ وہ جمادات ہون یا نباتات یا حیوانات) قدیم ہوتے کیونکہ انکی علت (بنا بر فرض مذکور) مضطر ہوتی اور اضطرار علّت کی صورت مین اُس سے معلول جدا نہین ہو سکتا (جیسے حرارت اجسام کے پگھلانے اور انکی مقدار کے بڑھانے مین مجبور ہے)

اور یہ لازم باتفاق اہل ملت و مادیین و کفار و معطلین بالکل باطل ہے اسکے باطل ہونے پر اتفاق امم کے علاوہ بہت سی دلیلین اور بھی ہین

(۱) ایک تو مرکبات عالم کا تغیر خود بتاتا ہے کہ ہم قدیم نہین بلکہ حادث ہین (کیونکہ جو تغیر ہوتا ہے حادث ضرور ہوتا ہے) ورنہ لازم آئیگا کہ تمام تغیرات کے سلسلہ مین ہر تغیر ازلی ہو اور ہر تغیر (بحکم قضیۂ مذکورہ) حادث ہو یعنی ازلی نہو۔ محال کی صورت ایسی ہی ہوا کرتی ہے جیسے تمہارے سامنے موجود ہے کہ ایک فرض کی بنا پر دو نقیضون کا اجتماع لازم آرہا ہے۔

(۲) علم الحیات کے مباحث مین یہ مطلب اچھی طرح طے ہو چکا ہے کہ مرکبات عالم کا وجود یکے بعد دیگرے ہوا ہے سب مین پہلے جمادات

کا وجود ہوا پھر نباتات پیدا ہوئے پھر انکے بعد حیوانات کا وجود ہوا
پھر انسان پیدا ہوا (پھر مرتب چیزون مین قدم کیونکر متصور ہے)
اور ہاں نہین تو اس مقام پر تکلم ہی نہین کر سکتے کیونکہ انواع کا وجود مین
ترتیبی حیثیت سے آنا یہ انکا پھلا دعوی اور اول مطلب ہے۔

(**دفع**) ہم جناب باری عز اسمہ کو قدیم کہتے ہین مگر ہم پر وہ ایراد
نہین ہوتا جو جوہر فرد کے قدیم ماننے سے مادیین پر واقع ہوتا ہے کیونکہ
جناب باری ہماری رائے و اعتقاد مین فاعل مختار ہے جسکو چاہتا
ہے اور جب چاہتا ہے پیدا کرتا ہے (اسلئے اسکے مخلوق اضطرار کے
تابع نہین) اور یہ جوہر فرد اولاً تو ثابت نہین اور اگر بالفرض انکا وجود
تسلیم کر لیا جائے تو مختار نہین ہو سکتے۔ یا تو اسلئے کہ یہ اجزا جمادات
مین محسوب ہین اور جمادات کی کوئی فرد صاحب اختیار نہین۔
اور ۲ یا اسلئے کہ مادہ (یعنی تمام جواہر فرد کا مجموعہ) طبیعی راستون کے
چلنے پر مجبور ہے (جیسا کہ کیمی مباحث اور نوامیس طبیعہ مین تسلیم ہو چکا ہے)
اور جو مجبور ہوتا ہے وہ مختار نہین ہوتا (۳) بلکہ خود مادیین اس مسئلہ کو
مان چکے ہین کہ مادہ مضطر ہے اور اس اعتراف کا ذکر عجز کی شرح
مین مکرر آیا ہے۔
پس نتیجہ کلام یہ ہوا کہ اگر ہم ان اجزا کے وجود کو مان بھی لین اور انکو

علت ازلی تسلیم کرلین تو وہ ایک مضطر علت ہونگے اور انکے معلولات
چونکہ نتیجۂ اضطرار ہونگے اسلئے وہ ازلی ہونگے اور ہم انکی ازلیت
کو باطل کرچکے اسلئے وہ ملزوم بھی باطل ہوگیا جسکو یہ باطل لازم تھا
اور وہ وہی دعوی مادیین ہے "کہ مادۂ عالم کی علت ازلی ہے۔

مادیین کی تیسری اصل

یہ ہے کہ "جواہر فرد متغیر نہین ہوتے" یہ بعض اگلے مادیین کا قول ہے
مین ایسا خیال کرتا ہون کہ انھون نے اسلئے یہ قول اختیار کیا تھا کہ
انکا حدوث نہ لازم آئے چونکہ تغیر کو حدوث لازم تھا اسلئے تغیر کی
نفی کردی۔ جیسا انھون نے ان جواہر کو فرد تسلیم کرکے اتنا لیف
سے حذر کیا جسکو حدوث لازم تھا کیونکہ جسطرح ہر متغیر کا حادث
ہونا مسلم ہے اسی طرح ہر مؤلف (مرکب) کا حادث ہونا بھی مسلم ہے
مادیین نے ان دونون قضیون سے بچنے کے لئے دونون صفتون سے
احتراز کیا نہ وہ اسکو متغیر مانتے ہین نہ مؤلف"

اس اصل کا دعوی وجود جوہر فرد پر موقوف ہے اور ہماری گزشتہ
بیان سے معلوم ہوچکا کہ وہ ایک وہمی داستان ہے لیکن اگر وہ
ثابت تسلیم کرلئے جائین تب بھی انکا غیر متغیر ہونا نہین ثابت

ہو سکتا اور اگر انکا متغیر ہونا ثابت ہو جائے تب بھی مادہ کا ازلی ہونا
مسلم نہین ہو سکتا۔ کیونکہ متغیر کا حادث ہونا تو ضروری ہے لیکن
غیر متغیر کا قدیم ہونا ضروری نہین ہے خالق مختار کو اختیار ہے جس چیز
کو چاہے متغیر کر دے پھر اس عدم تغیر سے قدامت کا پتہ کیونکر
لگ سکتا ہے۔

ہمین تو علم کیمیا سے معلوم ہوا ہے کہ عناصر (جو جواہر فرد کے مجموعہ کا
نام ہے) ترکیب دینے سے متغیر ہو جاتے ہین اور انکی پہلی خاصیتین
جاتی رہتی ہین اور نئے اوصاف پیدا ہو جاتے ہین جیسے کلورائیڈ صودیم
(نمک طعام) یہ کلور اور صودیوم سے مرکب ہے کلور ایک ہوائی
عنصر ہے جو سبز اور شفاف زردی مائل ہوتا ہے اسکی بو مین یہ
خاصہ ہے کہ اگر کوئی زیادہ مقدار مین سونگھ لے تو خناق پیدا کرکے
قتل کر دیگا اور صودیوم ایک معدنی عنصر ہے جو چاندی کی طرح
سفید ہے جب ٹھنڈے پانی مین ڈالا جاتا ہے بہت جلد گھلجاتا ہی
اور اگر آگ مین ڈالا جاتا ہے تو اس سے زرد زرد شعلے نکلتے ہین
ان دونون عنصرون کے اوصاف تو یہ ہین لیکن جب ان دونون
مین ترکیب دیکر نمک بنایا جاتا ہے تو ان اوصاف کا کہین پتا نہین
ملتا اس سے زائد تغیر جوہر فرد پر بنا بر فرض وجود اور کیا دلیل ہو سکتی ہے

ہم پہلے یہ بھی بتا آئے ہین کہ اس زمانے کے بعض مادیین اس بات کے قائل ہین "کہ عالم مین جو کچھ ہے وہ سب متغیر ہے" اس سے معلوم ہوا کہ اس اصل مفروض پر مادیین کا اتفاق و اجماع نہین ہے۔
اخبار جنرل ان سنیس جو ایک علمی اخبار تھا اسمین علمای مادیین مین سے ایک بڑے شخص کا قول نقل کیا گیا تھا جسکا خلاصہ یہ ہے کہ قوای جسمیہ کی چار قسمین ہین۔
جوہر فرد کولے سے مخلوق ہے اور وہ قوۃ جمادی ہو کر ہوا مین پھیلا ہوا ہے۔ نبات اسکو لیکر اپنا مثل بنا لیتی ہے اور وہ جوہر قوۃ نباتیہ ہو جاتا ہے جب کوئی جانور اس گھاس کو کھاتا ہے تو اسکو اپنا مثل بنا لیتا ہے اور اب وہ جوہر قوۃ حیوانیہ ہو جاتا ہے۔ پھر وہ خون کے ساتھ جاری ہو کر دماغ تک پہونچکر اسکے حصون مین شمار کیا جاتا ہے اور اب وہ جوہر قوۃ عقلیہ ہو جاتا ہے"
اس امام مادی کے اس قول سے زیادہ واضح جوہر فرد کے متغیر ہونے پر اور کون سی دلیل ہو سکتی ہے میرے خیال مین تو اس سے زیادہ کی ضرورت نہین ہے اور اس مقام مین نہ اس سے زائد ہو سکتا ہے نہ اس بیان کے وضوح سے زیادہ کسی عاقل کو توقع رکھنی چاہیے ان فلسفیون نے خبط بھی بیان دلیل واضح کر

مادیین کی چوتھی اصل

یہ ہے کہ جواہر فرد (یا مادہ) کے لئے صفت حیات لازمی ہے"
مین نہایت حیرت وتعجب مین ہون کہ ان منکرین خدا نے مادے کو
خدا بنا لیا کیونکہ اسکے لئے انھون نے وہ تمام صفتین ثابت کرنا چاہی ہین
جو صفات الوہیت کہے جاتے ہین اسلئے کہ ازلیت او رابدیت حیات
عقل وحکمت آسمان وزمین مین جو کچھ موجود ہے انکا پیدا کرنا ہر چیز پر
قدرت رکھنا ویسی ہی صفتین ہین جو معبود کو زیبا ہین اور پھر بھی وہ
مادہ کا مضطر ہونا اندھا ہونا بے قصد واختیار ہونا تسلیم کرتے ہین
بلکہ یہ بھی مانتے ہین کہ مادہ کے جواہر فرد کا وجود صرف تصورات اوہام
ت ہے۔

ان دونون تو ہون کو دیکھو تو تحیر کے سوا اور کیا نتیجہ نکلتا ہے ؎
گھے بر تارک اعلیٰ نشینم گھے بر پشت پائی خود نہ بینم

حیات کے معنی مین اختلاف

مادیین اس اصل چہارم کے معنی مین باہمی اختلاف رکھتے ہین کوئی
کہتا ہے کہ مادہ کے حیات کے معنی یہ ہین کہ وہ متحرک ہے لہذا حرکت

وجود وہ ایک ہی چیز ہے کسی کے نزدیک حیات کشش کو کہتے ہین کوئی
کہتا ہے کہ نہین حیات مادہ سے مراد اسکی حرارت ہے،،

ان تفسیرون کی بنا پر جس چیز مین حرکت یا کشش یا حرارت موجود ہو
اسے زندہ کہہ سکتے ہین لہذا ہوا پانی مٹی اور تمام عناصر زندہ
ہین کیونکہ وہ ان صفات سے خالی نہین ہین لیکن اس خیال کا صحیح
سمجھنے والا یا تو احمق ہے اور یا سخن پرستا۔

ہم ان سے یہ بھی پوچھین گے کہ زندہ کے لئے پیدائش نشوونما
موت لازمی امر ہے جیسا کہ فیسولوجین (علمای حیات) کے نزدیک
ثابت ہے اور ان سے زیادہ معنے حیات کون جان سکتا ہے چنانچہ
ڈاکٹر درتبات جو اعاظم اساتذہ علمائی حیات سے ہے اپنی کتاب
(اصول فیسولوجیا) مین لکھتا ہے "حیات کی شرطین ولادت نمو
تکوین تنزل وانحطاط موت ہین،،

یہ شرطین صرف انسانی حیات کے لئے نہین ہین بلکہ اسکی مراد حیات
عام ہے جیسا کہ اسکے بعد کے جملے اس مطلب پر شاہد ہین اور وہ
یہ ہین ،، ولادت سے مراد ہم زندہ جسمون کے انواع سے قطع نظر
کر کے یہ کہتے ہین کہ ولادت اسبات کا نام ہے کہ کوئی جسم اپنے
پدر سے الگ ہو کر موجود ہو جاے جسکے لئے ایک مستقل زندگی موجود ہو

اس معنی پر غور کرو اور بتاؤ کہ فضا مین پھیلے ہوئے ذرے یا جواہر فرد مین اس استاد کے بتائے ہوئے معنی پائے جاتے ہین یا نہین اگر ان کی ولادت ہوتی ہو انمین نشو و نما ہو انکو موت آتی ہو تو انھین زندہ کہہ سکتے ہو لیکن ایسا کیونکر ہو سکتا ہی حالانکہ مادہ مین انکو ازلی کہتی ہین اور انمین نمو تو تجزیہ کیا جا سکتا ہی جب انکا تجزیہ ممکن ہو حالانکہ وہی جزء لا تجزی کہی جاتی ہین اس مقام پر ایک خرابی اور لازم آتی ہی وہ یہ کہ علمای حیوانات اور علمای حیات دونون نے حیات کے معنی ایک ہی سمجھے ہین جسمین بالکل اختلاف نہین ہے اور سب نے بالاتفاق اسباب کو تسلیم کر لیا ہی کہ حیات کا مرتبہ مادہ کے بعد ہے پھر اگر جوہر فرد کا وجود تسلیم کر لیا جائے تو لا محالہ وہ فرض حیات کے قبل ہوگا پھر جوہر فرد اور حیات مین تلازم کیونکر ہو سکتا ہی اور جوہر کی صفت حیات کیونکر ہو سکتی ہے اس بنا پر چاہیے جوہر فرد کا وجود ہو یا نہو حیات مادہ کی ایسی صفت نہین ہی جو اسکو لازم ہو اگرچہ مادہ نے مادیات سے پہلے ان وہمی جواہر کو پیدا بھی کیا ہو۔

یہ معنی حیات جو علمائی حیات اور علمای حیوانات نے سمجھے ہین ایسے بدیہی ہین کہ انکو ہر صاحب عقل سمجھ سکتا ہی اور اس سے اس اصل کا حال معلوم ہو سکتا ہی لیکن بعض دین بیزار انکی بھی منکر ہین وہ کہتے ہین کہ یہ وہ بلوی وہمیہ ہین جو ہم تک اگلون سے پہونچی ہین اور بعضون کا اعتقاد اسقدر زیادہ ہو گیا ہی کہ انکو اس کے کہنے مین کوئی باک نہین ہی

کہ بعض سیاروں کے ساکنوں کے نزدیک ممکن ہی کہ دو اور دو پانچ ہو جائین اور یہ انکے خیال مین ایک بدیہی بات ہو" لیکن اگر اسی طرح کے خیالات

اور توہمات کی وجہ سے بدیہیات اور ضروریات کا وجود گم ہو گیا تو ہمین کسی چیز کا علم و یقین نہین حاصل ہو سکتا ہمنے تو نہین دیکھا کہ کسی عاقل کو دو کو چار کا نصف سمجھنے مین کسی دلیل اور برہان کی احتیاج ہو یا یہ کہ جماد کا غیر نبات اور غیر حیوان ہونا کسی علمی دلیل کا محتاج ہو مادیین کو اس اصل کے ایجاد کی ضرورت اسلیئے ہوئی کہ حیات کا حدوث نہ لازم آئے کیونکہ اگر حیات کا حدوث مانا جائے تو اُنسے پوچھا جائیگا کہ اسکو کسنے پیدا کیا اور وہ پیدا کرنیوالا ضرور مختار ہوگا اور مادیین خدائی مختار کے قائل نہین ہین (وہ ذات فرقہ معطلہ کے خیالات سے بلند و برتر ہے)

پھر ان خرابیون کیساتھ یہ اصل متفق علیہ بھی نہین ہی مادیین کے اکثر افراد (جنھون نے حیات کے معنی وہی سمجھے ہین جو خدا پرستون کا خیال ہی) اس اصل کو ثابت نہین سمجھتے۔

استاذ ہکسلی کہتا ہے کہ" اگر مذہب ارتقا سچ ہے تو یہ بھی ضروری بات ہے کہ حی جماد سے پیدا ہوا ہو کیونکہ سلک ارتقا سے یہ بات لازم آتی ہے کہ کچھ زمانے ایسے گزرے ہین جنمین زمین صرف بھاپ ہی ہو جس مین گرمی کی وجہ سے حیات کا قیام ناممکن تھا۔ اور اگر ہم سر ولیم طمسن کی رای تسلیم کر لین

کہ زمین (ان سیاروں میں سے جو اُسکے قرب و جوار مین موجود تھے) زندون کی اصل ہے تب بھی وہی اشکال موجود ہوگا کیونکہ بنا برراے سدیمی کے جو مذہب ارتقا کی ایک فرع ہے یہ لازم آتا ہے کہ کل عالم ہوا ہو۔

اگر کسلی حیات کو جوہر فرد کی صفت مانتا یا مادہ کا وصف جانتا یا حیات کو بمعنی حرکت سمجھتا یا جاذبیت یا حرارت کا مرادف تسلیم کرتا تو جو کچھ اُسنے لازم سمجھا ہے وہ لازم نہ آتا۔ یوہین سر ولیم طمسن[1] اگر حیات کے معنی بھی سمجھتا جو مادہ پرست سمجھے ہین تو تصور کے آسمان پر خیالی سواری سے پرواز نکرتا اور نہ زمین کو چھوڑکر اجرام عالم شمسی تک اس غرض سے پہونچتا کہ وہان سے نباتی جراثیم یا کیسات بلامی یا چھوٹے حیوانات نقاعی کے تخم یا مضغۂ ادنیٰ کا غبار لاکر زمین پر پھیلے (کیونکہ ایسے حیات کے لئے ان بلند پروازیون کی ضرورت نہ تھی)

[1] علمای طبعیین اس قول کو نہایت تعجب کی نظر سے دیکھتے ہین کیونکہ ان کے نزدیک جو کچھ عالم کے پست طبقہ مین موجود ہے قریب قریب وہ سب کچھ طبق اعلیٰ مین بھی موجود ہے پھر کوئی وجہ نہین ہے کہ زمین کو چھوڑکر آسمان سے حیات کا تخم حاصل کیا جاے۔ مدت ہوئی کہ ایک شخص نے برن کے متعلق اپنے کلام مین بیان کیا تھا کہ وہ اُن بخارات سے بنتی ہے جو اجرام سماویہ کے خلا مین موجود ہین" اسکا کلام تمام ہونے نہ پایا تھا کہ سر ولیم طمسن نے کھڑے ہوکر کہا کہ میرے خیال مین آپ مزاح کر رہے ہین کیونکہ اگر برت اتنی بلندی پر بنتی تو زمین کے پہونچنے سے پہلے پگھل جاتی" جب ولیم طمسن یہ کہکر بیٹھ چکے تو لارڈ ریلے نے کہا کہ مین اس شخص کو پہچانتا ہون جو اس سے زیادہ تعجب خیز مسئلہ کا قائل ہے یعنی اسکا خیال ہے کہ زندون کے تخم آسمان پر سے اُترے ہین"

بڑے شرح مذہب ڈاروِن کے مقالہ اولی مین جو بیان کیا ہے اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ حیات حادث ہے لیکن وہ تولد ذاتی کے ذریعہ سے جماد سے پیدا ہوئی ہے۔ اور سب سے پہلے جو جانور پیدا ہوا وہ خویصلات صغیرہ کی ایک نوع ہے یا علقہ کے طور پر ایک چیز تھی جسکے لیے کوئی صورت ہی نہ تھی جیجر کا مقولہ ہے کہ پہلے جانور پانی مین پیدا ہوا اور یہی استاذ ہیگل کی بھی رائے ہے جو امام مادیین ہے۔ ان دونون کا قول اس بات پر دال ہے کہ حیات حادث ہے ان لوگون کے قول کے بعد اور اقوال کے نقل کی ضرورت نہین کیونکہ اور لوگ انھین کے تابع ہین۔

مادیین کی پانچوین اصل

یہ ہے کہ زندہ جماد سے بحیثیت تولد ذاتی پیدا ہوا" اصحاب ارتقا مین سے وہ لوگ جو لامذہین ہین سے شمار کیے جاتے ہین وہ تو اس اصل کا انکار کرتے ہین جیسے ہکسلی تندل اور وہ لوگ جو خدا کو مانتے ہین جیسے ڈاروِن یہ سب منکرین اصل مذکور مین شامل ہین لیکن جو معطلہ مین داخل ہین ان کے نزدیک بغیر اس اصل کے مانے ہوئے مذہب ارتقا کا کمال نہین ثابت ہو سکتا بخز شارح مذہب ڈاروِن جو بہت زور سے اس اصل پر ایمان لائے ہوئے ہے چونکہ معطلین مین داخل ہے اسلیے شرح مقالہ اولین مین تعصب و عناد کی جہت سے

رقمطراز ہے کہ ڈارون کا یہ مقولہ" کہ ہر نبات وحیوان کیلئے خدا نے چار یا پانچ
اصول خلق کیے ہین" اسکے مذہب کو ناقص کردیتا ہی بلکہ درحقیقت اس مقولہ کے
بعد اسکا مذہب ہی باطل ہوجاتا ہے کیونکہ جب ہمنے آٹھ یا دس اصول کا
مخلوق ہونا تسلیم کرلیا تو پہر ہر ایک نبات وحیوان کے مخلوق تسلیم کرنے مین
کیا عذر ہوسکتا ہے اور پہر اس امر کی کیا ضرورت رہی کہ ہم اسکی نشوونما
کو نہج طبعی کے طریقہ پر بیان کرین۔ لہذا ایک مرتبہ بھی مخلوق ہونے کا دعوٰی
تسلیم کرلینا معجزہ کو ناموس طبعی کے قائم مقام مان لینا ہے۔
ہمارا تو فرض یہ ہے کہ ہم انھین سلسلون کو ڈہونڈہتے رہین جنکا ڈارون قائل ہے
اور یہ حکم لگادین کہ تمام جاندار چیزین ایک ہی صورت سے پیدا ہوئین جو نہایت
بساطت مین ہے یا تو وہ صورت بسیطہ کردی ہے یا ہمضادی" اسکے بعد
بخزنے کہا ہے کہ" اب ہمین یہ پہچان لینا ہے کہ یہ پہلے کردی شکلین کیونکر
پیدا ہوئین آیا انکی پیدایش ذاتی تھی یا خدانے انکو خلق کرکے نشو
ونما کی قوتین انمین ودیعت کردی تہین اگر دوسری شق تسلیم کرکے اسی
حد پر توقف کیا جائے تو یہ مذہب ڈارون کا نقص ہے کیونکہ جب ایک مرتبہ
کسی صورت کا مخلوق ہونا صحیح ہوا تو ہمیشہ یونہی مخلوق ہوتا رہنا بھی صحیح
ہوگا جب یہ دوسری شق غلط ثابت ہوئی تو سوائے مسئلہ تولّد ذاتی اور
کوئی چیز قابل تسلیم نہ رہی"

اس بیان سے عقلائی ناظرین کو معلوم ہوگا کہ نجز کے نزدیک خدا کا تمام
جاندارون کو پیدا کرنا معجزہ ہے اور تولد ذاتی یعنی جاندار چیز کا بیجان جماد سے
خود بخود پیدا ہو جانا امر عادی ہے۔ اس مسئلہ کو تو نجز کا ایک عجیب و غریب
معجزہ سمجھنا چاہیے۔
اسکے کلام مین غور کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ اسکو مسئلہ خلق تسلیم کرنے سے
اگر کوئی چیز روکتی ہے تو وہ یا تو اسکا معجزہ ہونا روکتا ہے اور یا ڈارون کے
مذہب کا ناقص ہو جانا یا باطل ہو جانا اور چونکہ یہ معلوم ہے کہ جو کچھ لازم آرہا ہی
وہ محال نہین ہے) لہذا عمدہ سبب جس سے نجز مسئلہ خلق کے تسلیم کرنے سے
فرار کرتا ہے وہ یہ ہے کہ خلق کے تسلیم کرنیکے بعد تمام مذہب مادیین باطل
ہو جاتا ہے کیونکہ جب ہم نے ایک گھانس کی پیدایش یا ایک جانور کی پیدایش
بواسطہ خلق تسلیم کرلے تو تمام حیوانات تمام جمادات مین اسی خلق کے تسلیم کرنے
سے کونسی چیز مانع ہوسکتی ہے۔
اچھا اب عقل سے ان دونون باتون مین فیصلہ طلب کرو اور پوچھو کہ کسی شے کا
آپ سے آپ ہو جانا زیادہ قابل تصدیق ہی یا اسکو خدای ازلی حکیم قادر
مختار نے پیدا کیا ہو یہ قابل تصدیق ہی۔
ملخص یہ ہے کہ عادتاً مین کسی چیز کا بغیر علت ہو جانا یہ زیادہ مستبعد ہی یا معلول کا
کسی علت کیوجہ سے پیدا ہونا اس مین کچھ استبعاد ہی پہلی شق نجز کی ہے

دوسری شق ہماری تسلیم شدہ ہے، ہان حیوۃ کا خلق کر دینا اگر ہمارے بہ نسبت
خیال کیا جائے تو معجزہ ہوگا کیونکہ جو چیزین خدا کے اختیار مین ہین وہ ہمارے
اختیار مین نہین ہین نہ ہمارے پاس وہ قدرت ہے نہ حکمت اسلئے اگران
چیزون کی نسبت خالق کیطرف دی جائیگی تو معجزہ ہوگا جو شخص خدا کے
خالق ہونیکا انکار کرے وہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے مجبر انسان کے قصر
بنانے کا اسلئے منکر ہو کہ اسکے پاس وہ قدرت وعلم وحکمت موجود نہین
ہے جو انسان کے پاس موجود ہے۔

ہمارے پاس قوّلد ذاتی کی نفی پر تین دلیلین موجود ہین

پہلی دلیل

حیات یا قدیم ہوگی یا حادث پہلی صورت باطل ہی کیونکہ ہم نے چوتھی اصل
کی بحث مین اسکے حدوث کو (باعتراف مادیین) ثابت کر دیا ہے نیز اسلئے
بھی کہ مادہ مدتون حیات سے خالی رہ چکا ہی جیساکہ علم حیوانات سے معلوم ہو چکا
ہے اور جب حیات کی قدامت باطل ہوگی تو اسکا حدوث ثابت ہوگیا کیونکہ
حادث وقدیم کے درمیان مین کوئی واسطہ موجود نہیں ہے۔ اب اگر مسئلہ
تولد ذاتی اور حیوۃ کا بغیر خالق پیدا ہو جانا تسلیم کر لیا جائے تو اسکے معنی

یہ ہون گے کہ حیات لاشے سے پیدا ہوئی اور یہ لازم بدیہی البطلان ہے
بلکہ خود مادیین کا قضیہ مسلمہ اسکے بطلان کا شاہد ہے کیونکہ انہین زور کر
اس امر کا اعتقاد ہے کہ "کوئی شی لاشی سے نہین پیدا ہوئی۔
لہذا تولد ذاتی باطل ہوگیا اور حیات کیلئے ایک خالق ضروری ہوا۔

دوسری دلیل

یہ ثابت ہے کہ حیات حادث ہے اور جب اسکا حدوث مسلم ہوا تو یہ بھی ضرور
ہے کہ اسکے لئے ایک پیدا کرنیوالا بھی ہوگا۔ یہ پیدا کرنیوالا یا مادہ ہوگا یا غیر مادہ
مادہ کا پیدا کرنا باطل ہے ورنہ لازم آئیگا کہ مادہ کبھی حیات سے جدا نہو سکے
کیونکہ اگر مادہ حیات کی علت ہوگا تو لامحالہ علت مضطرہ کے سوا علت با اختیار
نہین ہوسکتا اور جب علت بے اختیار ہوگا تو اسکا معلول کبھی ایسی علت سے
جدا نہین ہوسکتا) اور اس سے پیشتر بیان ہوچکا کہ مدتون مادہ حیات سے
خالی رہ چکا معلوم ہوا کہ مادہ علت حیات نہین ہے تو ثابت ہوا کہ مادہ کے علاوہ
کوئی اور خالق مختار ہے اور تولد ذاتی باطل ہوگیا۔

تیسری دلیل

تمام علمائی مادیین بلکہ اس زمانہ کے بڑے بڑے لوگ مسئلہ تولد ذاتی کے
بیان کرنے مین محو رہے اور جہانتک انکی کوشش و طاقت نے وفا کی انکی
توضیح مین دریغ نہین کیا سالہا سال امتحانات مین مشغول رہے مگر تمام

محنتین رائگان اور برباد ہوگئین اور مذہب ارتقاکے تمام لوگون نے اس
قضیہ پر اتفاق کرلیا کہ وہ "جو زندہ ہے وہ زندہ ہی سے پیدا ہوا ہے اور
تولد ذاتی کے قول کو استہزا کی نظر سے دیکھتے ہین اور ہذیان سے زیادہ
اس قول کی وقعت نہین سمجھتے ہان ہکر اس تولد ذاتی کے اثبات کیلئے
برابر کوششین کرتا رہا یہانتک کہ اسنے شرح مقالہ اولی مین بیان کیا ہی کہ
اگرچہ امتحانات نے تولد ذاتی کی تائید نہین کی تاہم فلسفہ اسکو نہین روکتا"
مگر ہم نے اسکے اس مسئلہ کو فلسفہ ہی سے باطل کیا ہی کیونکہ پہلی اور دوسری دونون
دلیلین فلسفی ہین۔

مادیین کی چھٹی اصل

انکا خیال ہے کہ افراد مین تھوڑا تھوڑا تغیر ہوتے ہوتے نوعین بنین یہانتک
کہ آج وہ ان صورتون مین موجود ہین اور یونہین ہمیشہ ہوتا رہیگا۔
ڈارون کا مذہب یہی ہے اور یہی وہ حد مشترک ہے جہان ہکر اور ڈاروان
وغیرہ سے ملاقات ہوتی ہے ہم نے اول کتاب مین اس مذہب کو
باطل کر دیا ہے لہذا مراجعہ کرو۔

ان ادلہ کے علاوہ ہم ان اعتراضات کو بھی بیان کرنا چاہتے ہین جو علمائی
عصر نے اس مذہب پر کئے ہین اور ہم ہکر کے اقوال سے انکو نقل کرکے لکھتے ہین؛
ان اعتراضون کی تعداد سات ہی

پہلا اعتراض

بہت سی ادنی درجہ کی موجودہ زندہ چیزون مین ایسی بھی ہین جو آجتک ویسی ہی ہین جیسے تھین اور انمین کسی قسم کا تغیر نہین ہوا (جیسے اسفنج اور کائی) پھر مسئلہ ارتقا کیونکر ثابت ہوگا۔

دوسرا اعتراض

جن چیزون مین حیات موجود ہے عام اس سے کہ وہ چار ہون یا پانچ (یعنی نباتات اور حیوانات[له] ادنی مشتشعہ[۲] رخوة[۳] مفصلہ[۴] یہانتک کہ وہ جانور بھی جنکے لیے ریڑھ کی ہڈی ہوتی ہی) یہ سب ایک ہی طبقۂ زمین مین یا ایک دوسرے کے ہمسایہ مین پست طبقات مین پائے جاتے ہین۔ اگر ارتقا صحیح ہوتا تو انمین کا بلند پست کے طبقہ سے بلند ہوتا جس سے یہ معلوم ہوتا کہ یہ بلند اُس پست کے بعد پیدا ہوا۔

تیسرا اعتراض

نئے طبقات مین ایسی جنسین اور نوعین نظر آتی ہین جو گزشتہ اُسی طرح کی

له حیوانات ادنی سے مراد غالبا وہی جانور ہین جنہین علمین نے تولد ذاتی کا قول اختیار کیا ہے اور جنسے پہلے کسی جاندار کا پتا نہین لگا حیوانات مشتشعہ اور شعاعیہ اور شوکیہ ان کی جلد ان کانٹون کا سا موجود ہونا ضروری ہے اگر ان مین باہمی فرق کچھ ہے بھی تو جلد کی خارداری ضروری ہے حیوانات رخوہ (ان ورٹی برٹ) یعنی بے ریڑھ کے جانور ان حیوانات کے جسم مین یہ ریڑھ کی گرہان ہوتی ہین ضلال رخوت ہوتا ہے۔ مفصلہ وہ حیوانات ہین جنہین بعد نظر آتا ہے جیسے کہنکھا اور سیپ ۱۲

جنسون اور نوعون سے کم ہین (پھر یہ ارتقا ہے یا انحطاط)

چوتھا اعتراض

بہت سی جنسین اور بہت سے گروہ اگلے دنون مین ایسے تھے جو موجودہ جنسون اور گروہون سے کہین کامل تر اور بہتر تھے۔

پانچوان اعتراض

بہت سے ایسے گروہ ہین جو برابر قرنون اور زمانون اپنی سلاح اور آلات پتھرون سے بناتے رہے اور تیون وغیرہ سے چہائے ہوئے جھونپڑون مین رہتے چلے آرہے ہین انکی زندگی بہائم کی سی زندگی ہی (تو وہ تقدم جو درجات ارتقا مین فرض کیا گیا ہے وہ کہان رہا)

چھٹا اعتراض

بعض اُمتین اور بعض گروہ تمدن کے ایک معین درجہ پر ٹھہر گئے ہین اور اسی محدود مقام پر انکو صدیان گزر گئین جیسے چینی لوگ (پھر وہ ارتقا کیا ہوا)

ساتوان اعتراض

بہت سے ایسے گروہ ہین جو علم و حکمت کی بلندی تک پہونچکر پھر جہل اور بلادت کیطرف پلٹ پڑے ہین (پھر یہ ارتقا کیسا ہے)

قرآن تمام اعتراضون کو صحیح مانکر تسلیم کرتا ہے اور یون جواب دیتا ہے کہ ہمین اسبات کی امید ہے کہ آیندہ جو انکشافات ہونگے انسے ایسی چیزہ نکا

تغیر ثابت ہوگا (جنکے متعلق اعتراضون نے پتے دئے ہین)
وہ اسبات کا بھی معترف ہے کہ حیوانی دور دن ہین حیات عضویہ قدیم
مگر یہ ایک امل طویل اور دعوی بلا دلیل ہے علاوہ اسکے یہ محال
بھی اس قول کے صحیح ماننے سے لازم آتا ہے کہ حیات کا زمانہ وجود
حیات پر کہین زیادہ ثابت ہو۔ اسکا بیان اسمقام پر گزرا جہان صدر
کتاب مین مذہب ڈاردن سے بحث کیگئی۔

ایک ناطق فیصلہ

بیان سابق سے یہ بات اچھی طرح ظاہر ہو چکی کہ مادئین کے نزدیک اول
کائنات اور عالم کی نیو (جسپر انھون نے اپنی وہمی عمارتین بلند کی ہین)
جوہر فرد ہے اور ساتھہ ہی ساتھہ یہ بھی معلوم ہو چکا کہ جو ہر فرد کا انکے تصور
کے سوا اور کہین نہین پایا گیا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ انکا جوہر فرد انہین کے اقوال
سے باطل ہے جیسا کہ حکم عقل سلیم بھی یونہین ہے۔ اور بفرض ثبوت جوہر فرد ہمنی
اسبات پر دلیلین قائم کر دی ہین کہ وہ عالم کی علت ازلی نہین ہو سکتا اور یہ بھی
ثابت ہو چکا کہ اگر وہ ثابت بھی ہو اور اسکا عدم تغیر بھی ثابت ہو جب بھی اسکا
قدیم ہونا نہین ثابت ہو سکتا ہم یہ بھی بتا چکے کہ جو ہر فرد کو حیات لازم نہین
ہو سکتی یہ بھی بتا چکے کہ قول ذاتی باطل اور لغو ہے اسپر بھی برہان قائم کر چکے

ار تقا کوئی چیز نہین ہی پھر اب تو مادیین کا ایک یہی فرض ہو سکتا ہی کہ وہ
صور اور مراقبہ کے دریاؤن مین غوطہ زن ہو کر نئے اصول اور پیدا کرین
و ابتک باطل نہوئے ہون لیکن یہ فریضہ اُنکا اُسی وقت ہو گا جب وہ حق
ئی کا ارادہ رکھتی ہون ورنہ انکو کہدینا پڑیگا کہ خدا ہی نے تمام آسمان
ور زمینین پیدا کین اور وہی وہ قادر خدا ہی جسنے انسان کو اپنی صورت
کا پیدا کیا۔

مذہب مادیین کی خرابیان

س سے بدتر تو کوئی مذہب دنیا مین موجود نہین ہی کیونکہ اس سے نفی خدا نفی
س نفی اختیار نفی خیر و شر نفی حلال و حرام نفی ثواب و عقاب نفی حشر و نشر
ب ہی کچھ لازم آتا ہی بس اس مذہب کا فائدہ یہی ہی کہ انسان جو چاہے
ر جو چاہے کہے اس مذہب کو اختیار کر کے ایک وحشی درندہ بن سکتا ہے
سکو قتل و زنا و ارتکاب گناہان کبیرہ سے اگر کوئی چیز روک سکتی ہے
شمشیر حاکم عادل اور چونکہ یہ باتین انکے مذہب کو لازم ہین لہذا انکو
ن باتون کا اعتراف بھی ہے چنانچہ نخبز شرح ڈاردن کے چھٹے مقالہ
ین جہان مادیین کی مدائح بو رئیس بو لبلاخ کا ذکر کیا ہی بیان کرتا ہے
ر بو لبلاخ نے کتاب (نظام طبیعت) کے قسم ثانی مین (وجود باری

اور دین دونون مین قدح کی ہے۔
جو قدح اُسنے دین مین کی ہے وہ علمی اور ادنی اسباب کے سبب سے
کی ہے کیونکہ اُسنے انسان کے مصائب کا سبب دین ہی کو خیال کیا لہذا
اُسنے دین مین قدح کردی۔

ہولمباخ کے مقالات

اسی کتاب مین اُسنے بیان کیا ہو کہ جو لوگ نفس کو جسد سے جدا سمجھتے ہین
وہ اپنے دماغون کو اپنے سے جدا کرتے ہین۔
جس شخص کا خیال ہے کہ انسان کا نفس مرنیکے بعد بھی احساس کرتا ہی
اُسکو کہنا چاہئے کہ ٹوٹی ہوئی گھڑی ہمیشہ صحیح وقت دیا کرتی ہے۔
آخر مین اُسنے بیان کیا ہے کہ کسی چیز کا احترام جائز نہین ہو مگر طبیعت
کی تین لڑکیون کا احترام جنکو فضیلت اور حکمت اور حقیقت کہتے ہین۔
ان کے علاوہ کوئی اور خدا موجود نہین ہے
مجھے نہین معلوم کہ ہولمباخ نے فضیلت و حکمت سے کیا مراد لی ہے
کیونکہ اس نے اسی کتاب مین بیان کیا ہے کہ انسان مین نہ کوئی ادنی
رغبت ہے نہ اختیار۔
بگز نے اسی مقالہ مین دیدرو کا بھی ذکر کیا ہے جو دین کے ائمہ مین

محجوب ہے اور نیز فرقہ معطلہ مین داخل ہی اُس نے ۱۷۸۴ء مین وفات
پائی جو کلمہ اسکا آخر قول ہے وہ یہ ہے کہ فلسفہ کیطرف جاتے ہوے
کفر پہلا قدم ہے،،

غور کرنے کی بات ہے کہ جسکا پہلا قدم کفر سی قبیح شے ہو گی اُسکی انتہا
کسقدر بد اور بدتر ہوگی -

نجر اسی مقالہ مین دیدرو کی ،، بیضہ والی مثال،، کا بھی ذکر کرتا ہے
وہ یہ کہتا تھا کہ ،، ہم صرف حرارت ہی کیوجہ سے ایک بیحس و حرکت چیز
(بیضہ) سے ایک زندہ وجود کو نکلتے ہوے دیکھتے ہین،، وہ یہ کہتا تھا کہ ہم
اسی مثال سے خدا پرستون کی ہر تعلیم کو شکست دیسکتے ہین اور ہر
زمین کی عبادتگاہ کو ڈھا سکتے ہین -

اس مُعطِّل ملحد کو نہایت تعجب کی نظر سے دیکھنا چاہئے جو ایک انڈے کو
گرم کرکے تمام علم لاہوت کو باطل کر دیتا ہے اور ہر عبادت خانہ کو ڈھا
دیتا ہے اگر یہ پوری مُرغی یا خنزیر بچا ڈالے تو نہ معلوم کیا کچھ کر سکیگا،،
مجھے تو ایسا خیال ہے کہ اگر وہ اپنے جوہر فرد کو ہزار برس گرمی پہونچائے تو
ایک مچھر بھی پیدا نہ کر سکیگا - یوہین نجر نے اسی مقالہ مین داؤد ہیوم کا
مقولہ بھی نقل کیا ہے کہ وہ نفس کی ہمیشگی کا منکر تھا اور وحی کی تصدیق
نہین کرتا تھا - اسکا ایمان ماورائی طبیعت پر تھا -

اسی مقالہ مین ہے کہ یوسف بر ہنیالے فکر وحس کو نتیجہ اعمال دماغ سمجھتا تھا
اور کہتا تھا کہ اختیار کوئی چیز نہین ہے ۔

اسے اختیار تو تھا لیکن اُن چیزون پر ایمان لایا جنھون نے اسکو بے اختیار
کر دیا ۔ اور مضطر ہو کے اسے اپنے بے اختیاری کا اعتراف کرنا پڑا ۔

خود بخنر مقالہ اولی مین جہان اُسنے اغاسیز کے اس قول پر کہ "خالق کو اسبات
پر قدرت ہے کہ وہ صورت کو دوبارہ خلق کرتے"
رد کی ہی کہتا ہے کہ اسطرح کی باتین عقل بشری پر دروازہ علم بند
کر دیتی ہین" حالانکہ جو چیزین دروازہ علوم کو بند کر دیتی ہین وہ اسی طرح
کے اقوال ہین جنہین بخنر اور اُسکے امثال کہا کرتے ہین بخنر نے بطرس بیل
کو بھی اسلیئے مادیین مین گنا ہے کہ اسکا مقولہ تھا در کفر وہم سے بہتر ہے
نیز یہ بھی "کہ اُمت بغیر اعتقاد خدا و بلا اعتقاد بقای نفس قائم ہوگی"
ان سب باتون کا ذکر تو مادیین کیلئے ضروری ہین اور اُنھین نے اُن باتون
کا التزام کر لیا ہے برا معلوم ہوتا ہے کچھ ان مین ایسی چیزین ہین جنکو عقل
ممنوع سمجھتی ہے کچھ اور محالات عقلیہ کی قسمین ہین اگر مقتضای حال کی گزارش
نہوتی تو ہم اتنا بھی نہ بیان کرتے ۔

مختصر یہ ہے کہ مادیین کا مذہب عالم کے شرورون مین سے ایک بدتر شر ہے
علامہ فاضل لاہوتی ڈاکٹر انس نے کتاب "نظام التعلیم فی علم اللاہوت القویم" مین

دہین کے متعلق جو رای قائم کی ہی اُسکا خلاصہ یہ ہی جسقدر مخلوقات خدا مین علامات
قصد موجود تھے مادیین کے اقوال اُن سب کا انکار کرتے ہین جتنی خدا کی
عنایتین خلق کے بہ نسبت موجود تھین اور جتنے اسکے اولی احکام تھے
اور جو کچھ اختیارات حاصل تھے اور جو تکلیف (بہ نسبت احکام) ثابت
تھی اور جو خلود نفس و معاد کا اعتقاد تھا یہ کل باتین انکے اقوال سے فنا ہو گئین
دلبستگی تعلقات اور وجدانی باتین اور احساسات اور ادراکات یہ سب چیزین
مادیین کی رائے مین مادے کی وہ حرکتین ہین جو دماغ سے پیدا ہوتی ہین۔
دین و کتاب اور مسیح علیہ السلام سے دشمنی ظاہر کرنا یہ انکی خاص علامتون
مین سے ہے۔

یہ بھی جاننا چاہئے کہ مادئین مین ایسی لوگ بھی موجود ہین جنکے اعتقاد مین عالم
اور اللہ ایک ہی چیز ہے چاہے اللہ کو عالم کہو چاہے عالم کو اللہ۔ انہین ملدین
مین ایسے لوگ بھی موجود ہین جو خدا اور مادہ دونون کو ازلی سمجھتے ہین انھون نے
دو خدا ثابت کئے ہین یہ سب لوگ اوہام کی تیرہ و تار دریا مین ڈوب گئے ہین۔

مُصنف کی نظم کا ترجمہ

جماد اور مُحیِ عالم ہو گمراہی کی کچھ حد ہے
ہبا کے ذرّہ بیقدر کو اللہ سمجھے ہین

نہ کی اُسکی پرستش جسنے عالم کو کیا پیدا
اُسی کو سجدے کرتے ہین جے گمراہ سمجھے ہین

بھٹک کر مسلک توحید کو چھوڑا (اندھیرے ہین)
وہی ہین یہ جو گمراہی کو اک اللہ سمجھے ہین

درِ حق بند کر کے اپنے گمراہی کا در کھولا
وہ بیراہی ہے جسکو کور باطن راہ سمجھے ہین

خدایا اے قدیر لم یزل تیری ہی حکمت نے
بنایا ملک کو اور سارے حق آگاہ سمجھے ہین

تیری وحدت کے جلوے چرخ و گیتی سے نمایان ہین
اسی کے آئینہ ہین جسکو مہر و ماہ سمجھے ہین

دُرّ و لعل و گل و بلبل ہون یا حیوان ناطق ہو
تجھے معبود سمجھے ہین تجھے اللہ سمجھے ہین

تیری ذات مقدس علتِ تکوین عالم ہے
اُنھین ہاتھون کا جلوہ ہے جنھین کوتاہ سمجھے ہین

تو قبل و بعد خلقت قابل تسبیح ذاتی ہے
حکیم و نادر و دانا تجھے ذی جاہ سمجھے ہین

منزہ ہے تو ہر بے عقل کے اقوال بیجا سے

جو نشہ مین ہین کب وہ معنی دل خواہ سمجھے ہین
ود حق کے منکر ہین مگر تخانۂ دل مین
گناہون کے وہ پتلے ہین جنھین اللہ سمجھے ہین
اک علت کی تو علت ہے تیرا حکم نافذ ہے
ترے احسان بے پایان کو حق آگاہ سمجھے ہین
ون سے سوا تو مہربان ہے اپنے بندون پر
تری امداد کو یوسف میان چاہ سمجھے ہین
یت انکو کر جو غرق ہین بحر ضلالت مین
نجات اپنی میان کشتی گمراہ سمجھے ہین
ضل و کرم کھول ان گرفتاران عصیان پر
تصدق اُسکا ہم جسکو رسول اللہ سمجھے ہین

دو ضروری تنبیہین

) ایک گروہ خدا پرستون مین بھی ایسا ہے جو نشو و ارتقا کا قائل ہے
ہ لوگ اس نشو و ارتقا کی باگ قدرت سرمدی اور حکمت ازلی ہی کے
تہ مین دیکھتے ہین۔
ول ازلیت مادہ کا مخالف ہے اور نشو و ارتقائے ذاتی کا دشمن ہے

مذہب مادئین اور مذہب ڈاروِن کو اس مسلک سے کوئی مناسبت
نہین بلکہ در حقیقت یہ انکے مذہب کا توڑنیوالا مذہب ہے۔
اس مذہب کا خلاصہ اس بنا پر جو علامہ فاضل مثالہ ڈاکٹر انس لا ہو
نے کتاب نظام التعلیم کے صفحہ ۲۴۷ پر بیان کیا ہے یہ ہے کہ خدا نے
زندہ جراثیم اصل خلقت مین پیدا کئے جنمین وہ تمام قوتین سپرد کردین
جنسے تقدم یا تنوع ایک حد معلوم تک ہو سکتا ہو اسی وجہ سے جب
پیدا کرنیوالی قوت نے چاہا تو ان جراثیم سے پے درپے وہ تمام نوعین
پیدا ہو گئین جو انتہائی وجود عالم مین پائے جاتے ہین یہ تمام نشو
ارتقا انہین قواعد کے مطابق ظاہر ہوا جو خدائے حکیم کیجانب سے
اسکے مقصود کے مطابق معین کر دیے گئے تھے اس بنا پر یہ تمام درجات
ارتقا انواع کے تغیرات سمیت خدا ہی کے فعل و تقدیرات سے طے
ہوئے اور ہمیشہ اسکی حکمت اور مشیت کو ان تمام حالتون مین مع خلقت
رہی یعنی خداوند عالم کو عالم طبیعیات مین انواع جدیدہ کے ایجاد کرنے
مین اور حیات کو نبات مین پہلے اور حیوانات مین بعد پیدا کرنے مین
اور انسان کو اپنی صورت پر بنانے مین پورا پورا اختیار رہا گویا یہ
مذہب اسبات کی تعبیر کرتا ہے کہ خداوند عالم اس حیثیت سے کہ وہ
کائنات کا پیدا کرنیوالا ہی کیونکر اپنے مقاصد اور اغراض خلقت کو

تمام کرتا ہے۔
اور وہ خلق و آفرینش پر نظر کرکے حق ہے کیونکہ اس مذہب کی بنا پر
جناب باری نے اپنی پیدا کرنیوالی قوت سے جدید نوعین پہلے موجود
نوعون سے بنائین۔
اگرچہ اس مذہب والون نے اپنے اس مذہب پر ایسی دلیلین قائم
نہین کین جو اسکے ثابت کرنے مین کافی ہوتین اور اسی وجہ سے ثابت
کرنے کے قبل اسکے قبول کرنیکی ضرورت نہین ہے تاہم اگر یہ صحیح ہو کہ خالق
نے اسی ترتیب خاص سے اپنے کام پورے کئے تو مجھے اس مذہب
مین کوئی ایسی چیز نظر نہین آتی جس سے وجود باری کے دلائل مین
کچھ نقص پیدا ہو سکے کیونکہ وجود باری کی دلیلین اسی بات پر مبنی ہین
کہ کائنات و مخلوقات مین وہ علامات موجود ہین جو مدبر کی تدبیر و قصد
و حکمت کا پتا دیتی ہین اور یہ تمام باتین اس نظام خاص مین بھی موجود
ہین بلکہ نہایت روشن طریقہ سے موجود ہین۔
پھر جب انسانی جسم کی نشو و نما انھین زندہ جراثیم سے ہوئی یہانتک کہ وہ
اپنے سن کمال کو پہونچا اور حیوانات و اشجار و نباتات کی نشو و نما اُن کے
تخمون سے اسی طرح ہوئے جیسا خالق نے معین کر دیا تھا تو یہ خدا کی حکمت
اور ارادہ و قصد و انتظام پر دلیل واضح ہو جائیگی۔

اس مذہب مین جو نئی بات ہے وہ صرف اتنی ہے کہ اعتقاد مین یہ زندہ جراثیم
تمام مخلوقات کی اصل قرار پاتے ہین جنکا تمام انتظام حسب مشیت خالق
ہوتا ہے اور ہمیشہ ہوتا رہا ہے یہانتک کہ کائنات اس حد تک پہونچگئی
جو آج موجود ہوکر نظر آتے ہین۔

ہان اتنی بات ضرور ہے کہ اس مذہب پر اور قوی اعتراضات ہوسکتے ہین
لیکن اس مذہب والون نے اس مذہب کی ایجاد سے فقط یہ چاہا ہے کہ زندہ
جسمون کی نشو و نما اور اُنکے تغیرات نوعی کی علتین بیان کرسکین ورنہ
ہر حال مین (چاہے نشو و ارتقا ثابت ہو یا نہو) اُنکو اسبات کا یقینی اعتقاد
ہے کہ عالم اصلی کی ایجاد اور حیات کا ظاہر کرنا اور جنسون کی نوعون
کا بنانا اور شریعتون کا نظم و نسق قرار دینا یہ سب خدای عظیم و حکیم
کا فعل ہے جسکے وجود پر علامات قصد و ارادہ شاہد ہین۔

اگر اس مذہب کی صحت پر کافی دلیلین قائم ہوجائین تو باوصف اعتقاد
مذکور کوئی ایسی چیز اسمین نظر نہین آتی جو کتاب مقدس کے اُن اقوال
کے منافی ہو جسمین اُسنے مخلوقات اور خلقت کا ذکر فرمایا ہے ہان اتنا ہوگا
کہ ان آیات کی تفسیرین اس طرح کرنا پڑینگی جو اس مذہب کی
حقیقتون پر شامل ہوجائے۔

لیکن اسکے ساتھہی ساتھہ یہ بھی معلوم رہنا چاہئے کہ ابتک (جیسا کہ

بہت سے علمای افاضل اس مطلب پر گواہ ہین) کوئی ایسی چیز نہین ملی جو اس مذہب کو تسلیم کرا دے اور نہ اسبات کی ضرورت ہے کہ آیات کی تفسیر اُن تفسیرون سے الگ کر کے کیجائے جو اہل ایمان نے گزشتہ زمانہ سے لیکر آجتک کی ہین۔

اس مذہب کو اُس قرآنی تعلیم سے بھی کوئی منافات نہین جو اُسنے انسان کے متعلق دی ہے کہ ”وہ ایک مستقل مخلوق ہی جو علحدہ خلق کیا گیا“ کیونکہ اس خلق وآفرینش کا شمار انھین اختیارات مین ہو جائیگا جو جناب باری کو امور طبعیہ کے متعلق حاصل ہین اُسے اختیار ہی کہ ان امور طبعیہ کو جتنے رتبہ چاہے اور جسطرح چاہے اور جن جن غرضون اور غایتون کیلئے چاہے استعمال کر سکتا ہے جسطرح اُنکو اُن غایتون اور غرضون مین استعمال کرتا ہے جو خلقت انسانی کی غرض وغایت سے بہت قریب ہی جیسے پہلی نوعون سے جدید نوعون کو مخلوق کرنا ہی عام اس سے کہ وہ حیوانات کی نوعین ہون یا نباتات کی،

میری رائے مین اس مذہب کے تسلیم مین بجز اُن اعتراضات کے سوا جو اُسپر وارد ہوئے اور اتبک دفع نہین کئے گئے اور بجز اس امر کے کہ اس مذہب کے اثبات پر ایسی دلیلین بھی قائم نہین کیگئیں جنسے اس شخص کا دل مطمئن ہوجائے جسمین اسطرح کی علمی بحثون مین سوائے حق جوئی خواہش پسندی کا مادہ نہو) اور کوئی مانع موجود نہین ہی

دُوسری تنبیہ

سفسطات علمیہ مین ڈاکٹر وتیریت نے دوسون اور ولیم طمسن اور ڈارون کو خداپرست اصحاب نشو و ارتقا کی مشہور فردون مین شمار کیا ہے اور مینے اسکو بیان بھی کردیا ہے لیکن بعد مین مجھے دوسون و طمسن کے ایسے بہت سے اقوال ملے جو ڈارون کے مبادی علمیہ کے دشمن تھے شاید اس ڈاکٹر کی مراد یہ ہو کہ یہ دونون بھی (داسون اور طمسن) نشو و ارتقا کو ممکن سمجھتے ہین اگر اس سے مراد وہ نشو و ارتقا ہو جسکی نسبت خدا کے اختیار اور ارادی کیطرف ہو سکتی ہو جیسا کہ پیشتر بیان ہو چکا (اور خدا ہر امر سے واقف ہے)